

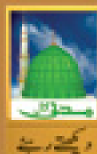
تخریج شدہ

صحابہ کرام کا عشقِ رسول ﷺ



- علاماتِ محبت
- شوقِ دیدار
- حضرت ابوبکر کا عشق
- حضرت خباب کی جلی ہوئی پیٹھ
- عشق ووفا کا عجیب منظر
- حضرت فاروق اعظم کا فیصلہ
- غسیل الملائکہ
- شوقِ شہادت
- رسول اللہ صحابہ کرام کی نظر میں

مکتبۃ المدینہ
(دعوتِ اسلامی)
SC1286



المدینۃ العلمیۃ
(دعوتِ اسلامی)
شعبہ تخریج

صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تعَالٰی عَنۡہُم کے عشقِ رسول کے واقعات پر مشتمل تالیف

رَضِیَ اللّٰہُ تعَالٰی عَنۡہُم

صحابہ کرام کا عشقِ رسول

مؤلف

مولانا محمد اکرم رضوی

پیش کش

مجلس المدینۃ العلمیۃ (دعوتِ اسلامی)

(شعبۂ تخریج)

ناشر

مکتبۃ المدینہ باب المدینہ کراچی

الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللہ   وعلیٰ اٰلک واصحابک یا حبیب اللہ

نام رسالہ : صحابہ رضی اللہ عنہم کا عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

مصنف : مولانا محمد اکرم رضوی

پیش کش : مجلس المدینۃ العلمیۃ (شعبہ تخریج)

سن طباعت : ذوالحجہ ۱۴۲۷ھ، دسمبر 2006ء

ناشر : مکتبۃ المدینہ باب المدینہ کراچی

ملنے کے پتے : مکتبۃ المدینہ شہید مسجد کھارادر کراچی

مکتبۃ المدینہ دربار مارکیٹ گنج بخش روڈ، لاہور

مکتبۃ المدینہ اصغر مال روڈ نزد عیدگاہ، راولپنڈی

مکتبۃ المدینہ امین پور بازار، سردارآباد (فیصل آباد)

مکتبۃ المدینہ نزد پیپل والی مسجد اندرون بوہڑ گیٹ، ملتان

مکتبۃ المدینہ چھوٹکی گھٹّی، حیدرآباد

مکتبۃ المدینہ نورانی مسجد، برما ہوٹل، سریاب روڈ کوئٹہ

مکتبۃ المدینہ فیضانِ مدینہ گلبرگ نمبر 1، النوراسٹریٹ، صدر پشاور

مکتبۃ المدینہ چوک شہیداں میرپور آزاد کشمیر

E.mail:ilmia26@yahoo.com

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْن
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

المدینۃ العلمیۃ

از: بانیٔ دعوتِ اسلامی، عاشقِ اعلیٰ حضرت، شیخِ طریقت، امیرِ اہلسنّت حضرت علّامہ مولانا ابو بلال **محمد الیاس عطّار** قادری رضوی ضیائی دامت برکاتہم العالیہ

الحمد للّٰہ علٰی اِحْسَانِہٖ وَ بِفَضْلِ رَسُوْلِہٖ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم

تبلیغِ قرآن و سنّت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک **''دعوتِ اسلامی''** نیکی کی دعوت، اِحیائے سنّت اور اشاعتِ علمِ شریعت کو دنیا بھر میں عام کرنے کا عزمِ مُصمّم رکھتی ہے، اِن تمام اُمور کو بحسنِ خوبی سرانجام دینے کے لئے متعدّد مجالس کا قیام عمل میں لایا گیا ہے جن میں سے ایک مجلس **''المدینۃ العلمیۃ''** بھی ہے جو دعوتِ اسلامی کے عُلماء و مُفتیانِ کرام کَثَّرَ ھُمُ اللّٰہُ تعالٰی پر مشتمل ہے، جس نے خالص علمی، تحقیقی اور اشاعتی کام کا بیڑا اٹھایا ہے۔ اس کے مندرجہ ذیل چھ شعبے ہیں:

(۱) شعبۂ کُتُبِ اعلیٰحضرت
(۲) شعبۂ درسی کُتُب
(۳) شعبۂ اصلاحی کُتُب
(۴) شعبۂ تفتیشِ کُتُب
(۵) شعبۂ تخریج
(۶) شعبۂ تراجمِ کتب

''المدینۃ العلمیۃ'' کی اوّلین ترجیح سرکارِ اعلیٰحضرت اِمامِ اَہلسنّت، عظیم البرکت، عظیم المرتبت، پروانۂ شمعِ رِسالت، مُجدِّدِ دین ومِلّت، حامیٔ

سنّت، ماحِیِ بدعت، عالِمِ شَرِیعت، پیرِ طریقت، باعثِ خَیر و بَرَکت، حضرتِ علاّمہ مولیٰنا الحاج الحافِظ القاری شاہ امام اَحمد رَضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن کی گراں مایہ تصانیف کو عصرِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق حتَّی الْوُسع سَہْل اُسلُوب میں پیش کرنا ہے۔ تمام اسلامی بھائی اور اسلامی بہنیں اِس عِلمی، تحقیقی اور اشاعتی مدنی کام میں ہر ممکن تعاون فرمائیں اور مجلس کی طرف سے شائع ہونے والی کُتُب کا خود بھی مطالَعہ فرمائیں اور دوسروں کو بھی اِس کی ترغیب دلائیں۔

اللہ عزوجل ''**دعوتِ اسلامی**'' کی تمام مجالس بَشُمُول ''**المدینۃ العلمیۃ**'' کو دن گیارہویں اور رات بارہویں ترقّی عطا فرمائے اور ہمارے ہر عملِ خیر کو زیورِ اخلاص سے آراستہ فرما کر دونوں جہاں کی بھلائی کا سبب بنائے۔ ہمیں زیرِ گنبدِ خضرا شہادت، جنّت البقیع میں مدفن اور جنّت الفردوس میں جگہ نصیب فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم



رمضان المبارک ۱۴۲۵ھ

پیش لفظ

ہر نبی اور رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جاں نثاروں اور حواریوں نے اپنی محبت ووفاداری کا ثبوت دیتے ہوئے اپنے نبی کی اطاعت وفرمانبرداری میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ چھوڑا۔ لیکن تاریخ گواہ ہے کہ رسول اکرم، نبی محترم، سرورِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اپنے والہانہ عشق ومحبت سے سرشار ہوکر جس شاندار انداز میں اپنے آقا ومولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے اپنی عقیدت کا اظہار کیا اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔

جنگ بدر کے موقع پر حضور اقدس، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ مشورہ فرمایا اور لشکر کفار کے مقابلے میں جنگ وقتال کے متعلق ان کی رائے طلب فرمائی تو حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم خدا کی قسم آپ ہمیں عدن تک لیجائیں گے تو ہم انصار میں سے کوئی ایک شخص بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کرے گا۔

حضرت مقداد بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یوں عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ہم آپ کے ساتھ ہیں آپ جہاں چاہیں ہمیں لے جائیں ہم کبھی بھی وہ بات اپنے منہ سے نہ نکالیں گے جو بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہی تھی کہ

فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَاۤ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ۝۲۴ (پ ۶، المائدہ: ۲۴)

ترجمۂ کنزالایمان: تو آپ جایئے اور آپ کا رب تم دونوں لڑو ہم یہاں بیٹھے ہیں۔

قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا

ہم آپ کے ساتھ جائیں گے اور جہاں آپ جائیں گے آپ کے ساتھ مل کر مردانہ وار لڑیں گے۔ (مدارج النبوت،قسم سوم،باب دوم، مذکور جنگ بدر، ج ۲،ص ۸۳)

عشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم،صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دلوں کی دھڑکن بن چکا تھا اپنے محبوب آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی محبت وغلامی میں اتنے منہمک اور مستغرق ہو چکے تھے کہ انہیں دنیا کی کسی چیز اور کسی نسبت سے کوئی غرض نہ تھی۔وہ سب کچھ برداشت کر سکتے تھے لیکن انہیں کبھی یہ گوارا نہ تھا کہ کوئی ان کے دلوں کے چین، رحمت کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی شان اقدس میں ادنیٰ سی بے ادبی کی جرأت کرے چنانچہ

عروہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ جب قریش نے انھیں (ایمان لانے سے پہلے) صلح حدیبیہ کے سال، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں بھیجا، انھوں نے صحابہ کرام علیہم الرضوان سے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی بے پناہ تعظیم دیکھی، انھوں نے دیکھا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم جب بھی وضو فرماتے تو صحابہ کرام علیہم الرضوان وضو کا پانی حاصل کرنے کے لئے بے حد کوشش کرتے حتی کہ قریب تھا کہ وضو کا پانی نہ ملنے کے سبب لڑ پڑیں۔انہوں نے دیکھا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم دہن مبارک یا بینی مبارک کا پانی ڈالتے تو صحابہ کرام علیہم الرضوان اسے ہاتھوں میں لیتے ،اپنے چہرے اور جسم پر ملتے اور آبرو پاتے ،آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا کوئی بال جسد اطہر سے جدا نہیں ہوتا تھا مگر اس کے حصول کے لئے جلدی کرتے ، جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم انھیں کوئی حکم دیتے تو فوراً تعمیل کرتے اور جب نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم گفتگو فرماتے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے سامنے خاموش رہتے اور از راہ تعظیم آپ صلی اللہ

تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھتے۔ (الشفاء، الباب الثالث، ج۲، ص۶۹)

جب عروہ بن مسعود مشرکوں کے گروہ میں واپس گئے تو انہیں کہا کہ اے گروہ قریش میں بڑے بڑے متکبر و مغرور سلاطین و بادشاہوں کی مجلسوں میں رہا ہوں اور ان کی صحبتیں اٹھائی ہیں۔ میں قیصر و کسری اور نجاشی کے درباروں میں گیا ہوں اور رہا ہوں لیکن میں نے ان میں سے کسی بھی بادشاہ کے کسی بھی خدمت گار کو ایسا ادب و احترام کرتے نہیں دیکھا جیسا کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے اصحاب ان کا ادب و احترام کرتے ہیں۔ جب وہ اپنے دہن مبارک سے لعاب شریف نکالتے ہیں تو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اسے اپنے ہاتھوں میں لے کر اپنے رخساروں پر ملتے ہیں، جب کسی ادنیٰ اور معمولی کام کا حکم دیتے ہیں تو اس کی تعمیل کے لیے بزرگ ترین صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی سبقت کرتے ہیں، جب ان کے حضور کوئی بات کرتا ہے تو وہ آواز کو پست کر کے بات کرتا ہے اور جب وہ گفتگو فرماتے ہیں تو تمام لوگ انتہائی ادب واحترام کے ساتھ سنتے ہیں اور نگاہ ملا کر بات نہیں کرتے، ان کے روئے مبارک پر کوئی نگاہ نہیں جما سکتا، جب وضو کرتے ہیں تو وضو کا پانی زمین پر نہیں گرتا بلکہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم لپک لپک کر اسے بھی اپنے ہاتھوں پر لے لیتے ہیں، جب داڑھی شریف میں اور سر اقدس میں کنگھی فرماتے ہیں اور کوئی موئے مبارک جسم شریف سے الگ ہوتا ہے تو اس بال شریف کو عزت واحترام کے ساتھ تبرک جان کر لے لیتے ہیں اور اس تبرک کی حفاظت کرتے ہیں۔ یہ وہ حالات ہیں جن کا میں نے مشاہدہ کیا ہے۔

عروہ بن مسعود نے مذکورہ بالا باتیں کہنے کے بعد قوم قریش کے سامنے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شجاعت، مردانگی، یک جہتی، جذبۂ جہاد، شوق شہادت، آپس

میں ایک دوسرے کے ساتھ ایثار ومحبت کا جذبہ وغیرہ کا ذکر کرتے ہوئے اپنی قوم سے کہا کہ خدا کی قسم! میں نے ایسا لشکر دیکھا ہے جو تم سے کبھی منہ نہ موڑے گا میدان جنگ میں یہ تم سب کو مار ڈالیں گے اور تم پر غالب آجائیں گے۔

(مدارج النبوت، قسم سوم، باب ششم، ج۲،ص ۲۰۷، ملخصاً)

ان واقعات سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا جذبۂ صادق عیاں ہو جاتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اپنے محبوب آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے ساتھ اپنے قلبی لگاؤ اور والہانہ عشق کے آداب کی تکمیل میں ایثار وقربانی کی جو مثالیں پیش کیں وہ ہمارے لیے مشعل راہ ہیں، آج بھی اگر ہم ان کی پیروی کریں تو سینوں میں عشق رسول کی شمع فروزاں ہو سکتی ہے۔ اللہ عزوجل سے دعا ہے کہ وہ ہمیں حقیقی معنوں میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی پیروی کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی لازوال دولت سے مالا مال فرمائے۔ آمین!

زیر نظر کتاب **''صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا عشق رسول''** میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اسوۂ حسنہ کے وہ درخشاں واقعات پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے جن میں سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ عزت مآب میں حاضری کا طریقہ، ان کی بارگاہ کا ادب، فرامین مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی بجا آوری میں پیش قدمی اور جاں نثاری کی حسین و دلکش ادائیں بیان کی گئی ہیں اور آخر میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا بارگاہ رسالت میں ''خراج عقیدت'' پیش کیا گیا ہے کہ کس طرح انہوں نے سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی مدح بیان فرمائی ہے۔

انہیں خوبیوں کے پیش نظر ''مجلس المدينة العلمية'' نے عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے موضوع پر اس کتاب کا انتخاب کیا اور طباعتِ جدیدہ کے لئے ان امور کا اہتمام کیا؛ ☆ کتاب کی نئی کمپوزنگ ☆ مکرر پروف ریڈنگ ☆ دیگر نسخوں سے مقابلہ ☆ حوالہ جات کی تخریج ☆ عربی وفارسی عبارات کی درستگی ☆ پیرابندی ☆ آیات کا ترجمہ کنزالایمان کے مطابق اور آخر میں ماخذ ومراجع کی فہرست بھی شامل کی گئی ہے۔

ان تمام امور کو ممکن بنانے کے لیے ''مجلس المدينة العلمية'' کے مَدَنی علماء نے بڑی محنت ولگن سے کام کیا اور حتی المقدور اس کتاب کو احسن انداز میں پیش کرنے کی سعی کی ۔ اللہ عزوجل ان کی یہ محنت اور سعی قبول فرمائے، انہیں جزائے جزیل عطا فرمائے اور اخلاص واستقامت کے ساتھ دین کی خدمت کی توفیق مرحمت فرمائے آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم

شعبۂ تخریج (مجلس المدينة العلمية)

فہرست

کلمہ آغاز

باسمہٖ وحمدہٖ والصلوٰۃ والسلام علٰی نبیّہٖ وجنودہٖ

ہر کہ عشق مصطفٰی سامان اوست

بحر و بر در گوشہ دامان اوست

عشق کی تاثیر بڑی حیرت انگیز ہے۔ عشق نے بڑی بڑی مشکلات میں عقل انسانی کی رہنمائی کی ہے۔ عشق نے بہت سی لاعلاج بیماریوں کا کامیاب علاج کیا ہے۔ عشق کے کارنامے آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔

مدینہ کے پرآشوب ماحول میں جب کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال ہو چکا ہے۔ اطراف مدینہ کے بہت سے لوگ دین اسلام سے پھر گئے۔ دشمنوں نے شہر رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر حملے کی تیاریاں مکمل کرلیں۔ اسلامی لشکر کو حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سرکردگی میں روم کے مقابلہ پر خود رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مرضِ وفات میں بھیج چکے تھے۔ سیاسی حالات نے سنگین رخ اختیار کرلیا ہے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان کی رائے تھی کہ لشکر کو واپس بلالیا جائے۔ لیکن وہ عشق ہی تھا جس نے سب کے برخلاف پکار کر کہا قسم اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں، ابوقحافہ کے بیٹے (ابوبکر) سے ہرگز یہ نہیں ہوسکتا کہ اس لشکر کو پیچھے لوٹائے جسے اللہ عزوجل کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آگے بھیجا ہے۔ خواہ کتے ہماری ٹانگیں کھینچ لے جائیں مگر رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بھیجا ہوا لشکر میں واپس نہیں بلا سکتا اور اپنے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا باندھا ہوا پرچم کھول نہیں سکتا۔

عشق کا فیصلہ عقل کے فیصلے سے بالکل متصادم تھا۔ لیکن دنیا نے دیکھا کہ جب

عشق کا فیصلہ نافذ ہوگیا تو ساری سازشیں خود بخود دم توڑ گئیں۔ دشمنوں کے حوصلے شکست خوردہ ہوگئے اور سیاسی حالات کی کایا پلٹ گئی۔

مرحبا اے عشق خوش سودائے ما
اے دوائے جملہ علتہائے ما

عشق رسول صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اگر پورے طور پر دل میں جاگزیں ہوتو اتباع رسول صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا ظہور ناگزیر بن جاتا ہے۔ احکام الٰہی کی تعمیل اور سیرت نبوی کی پیروی عاشق کے رگ وریشہ میں سماجاتی ہے۔ دل و دماغ اور جسم وروح پر کتاب و سنت کی حکومت قائم ہوجاتی ہے۔ مسلمان کی معاشرت سنور جاتی ہے۔ آخرت نکھرتی ہے، تہذیب وثقافت کے جلوے بکھرتے ہیں اور بے مایہ انسان میں وہ قوت رونما ہوتی ہے جس سے جہاں بینی وجہاں بانی کے جوہر کُھلتے ہیں۔

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح وقلم تیرے ہیں

اسی عشق کامل کے طفیل صحابہ کرام علیہم الرضوان کو دنیا میں اختیار واقتدار اور آخرت میں عزت ووقار ملا۔ یہ انکے عشق کا کمال تھا کہ مشکل سے مشکل گھڑی، اور کٹھن سے کٹھن وقت میں بھی انہیں اتباع رسول صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے انحراف گوارا نہ تھا۔ وہ ہر مرحلہ میں اپنے محبوب آقا علیہ التحیۃ والثنا کا نقش پا ڈھونڈتے اور اسی کو مشعل راہ بنا کر جادہ پیمار ہتے۔ یہاں تک کہ

لحد میں عشق رخ شہ کا داغ لے کے چلے
اندھیری رات سنی تھی چراغ لے کے چلے (حدائق بخشش)

صحابہ سے تابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم نے یہ گراں بہا دولت حاصل کی۔ انہوں نے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کی رفاقت وصحبت میں رہ کر عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سیکھا، دل میں بسایا، سیرت میں اتارا، رزم و بزم میں نکھارا، اور اپنی دنیا وآخرت کو سنوارا۔

آج عشق کی یہ لو مدہم ہوتی جارہی ہے اور نئی نسل جان عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بجائے کہیں اور دل لگائے بیٹھی ہے، جیسے اسے خبر ہی نہ ہو کہ ہم کیا ہیں اور ہمارا مرکز عشق وعقیدت کہاں ہے۔ عقل بے مایہ، علم بے عمل، جہلِ بے ثمر اور لہو بے ہنر نے ہمارا کاروان ظفر تاراج کر رکھا ہے۔ اور اپنی بے بسی و بے کسی کا حل بھی نظر نہیں آتا۔

ضرورت ہے کہ ہم صحابہ رضی اللہ عنہم کی محفل میں چلیں، فتح وظفر جن کے قدم چومتی تھی، عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جن کی متاع زندگی، اتباع رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جن کا سرمایۂ حیات، اور جہاں بانی جنکی تقدیر بن چکی تھی۔ ہم انہیں دیکھیں کہ ذات رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ان کا کیسا والہانہ تعلق تھا۔ انکی بارگاہ میں پہنچ کر ان سے درس محبت حاصل کریں۔

مگر اب وہ محفلیں، وہ رفاقتیں، وہ سعادتیں کہاں نصیب؟ وہ بے بہا دولت وہ جہاں آرا محبت، وہ حشر بداماں شرار عشق ہماری خاکستر میں آئے تو کیوں کر آئے؟

میں کہتا ہوں ہم اپنی نگاہ بصیرت تیز کریں اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کے واقعات میں انکی چلتی پھرتی زندگی دیکھیں، بارگاہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں انکی مقدس و باعظمت اداؤں کا مشاہدہ کریں۔ چشم تصور سے لوح دل پر انکے پاکیزہ عشق کا نقشہ اتاریں۔ اس طرح گویا ہم بھی صحابۂ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ورضوان اللہ تعالیٰ علیہم کی محفل

میں ہوں گے اور ان کا فیضانِ عشق کچھ ہمارے اوپر بھی جلوہ بار ہوگا۔ "اصحابی کالنجوم فبایھم اقتدیتم اھتدیتم" (کشف الخفاء، الحدیث ۳۸۱، ج۱، ص۱۱۸) یعنی میرے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے جس کی بھی اقتداء کرو گے ہدایت پا جاؤ گے، کا مژدہ جانفزا ہماری خاکستر میں بھی کچھ شعلے فروزاں کرے گا۔ عشق اور عشق کی حیرت انگیز تاثیر ہمارے قافلۂ حیات کو بھی علم و ہنر، جہد و عمل اور فلاح وظفر سے آشنا کرے گی۔

نہیں مایوس ہے اقبال اپنی کشت ویراں سے
ذرا نم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیز ہے ساقی

یہی تخیل اس کتاب کی ترتیب کا محرک بنا۔ موجودہ نسل کے سینے میں عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امانت منتقل کرنے کیلئے قلم نے رسولِ گرامیٔ وقار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقدس صحابہ علیہم الرضوان کی محفل سجائی۔ ان کی رفاقتوں اور صحبتوں کے تابندہ نقوش ڈھونڈے اور اپنی دور افتادہ نسل کو صحابہ کرام علیہم الرضوان کی صحبت کا یک گونہ حظ اٹھانے کی راہ پیدا کی، بارگاہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کی محبت و فدائیت اور احترام وعقیدت کے معتبر واقعات کا ایک شاندار گلدستہ تیار کیا اور اس توقع کے ساتھ مسلمانانِ عالم کی خدمت میں پیش کر دیا کہ وہ اپنی شوکت رفتہ کو، اس دولتِ گم گشتہ یا کم گشتہ کی فراوانی و افزونی کے ذریعے تلاش کریں۔ ان کا حال و مال درخشندہ وتابناک ضرور ہوگا۔

بمصطفی برساں خویش را کہ دیں ہم اوست
و گر بآن نرسیدی تمام بولہبی ست

نظر ہو خواجہ کون ومکاں پر گر نثار اب بھی
تو ہوسکتی ہے نازل رحمت پروردگار اب بھی
فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں زمین پر قطار اندر قطار اب بھی

اس مجموعہ میں مختلف کتابوں سے زیادہ تر حالات وواقعات کے نقل واقتباس پر اکتفا کیا گیا ہے اور بالعموم اپنی طرف سے کسی تبصرہ کی حاجت محسوس نہ کی گئی کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کی زندگی کے حسین نقوش اثر آفرینی وکردار سازی کے لئے خود ہی کافی ہیں۔

بڑی ناسپاسی ہوگی اگر اس موقع پر اپنے ان احباب کا تذکرہ نہ کروں جن کا کرم مواد کی فراہمی، کتاب کی ترتیب، مسودہ پر نظر ثانی، مقدمہ کی نگارش، پھر کتابت وتصحیح اور طباعت واشاعت کے تمام مراحل میں میرے ہمدم وغمگسار ثابت ہوئے۔ اور انکی عنایتوں کے طفیل یہ کتاب جلد آپ کے ہاتھوں میں پہنچ سکی۔

ان احباب سے میری مراد ہے: مولانا افتخار احمد قادری، مولانا یٰسین اختر اعظمی، مولانا محمد احمد مصباحی، مولانا عبدالمبین نعمانی، مولانا نصر اللہ رضوی، جزاهم الله احسن الجزاء وخصّهم بعظيم نعمه وجليل كرمه فى الدين و الدنيا و الاخرة۔

یہ دعویٰ نہیں کہ زیر نظر کتاب اس موضوع پر حرف آخر ہے بلکہ ابھی اضافہ کی بہت

گنجائش باقی ہے۔لیکن قوی امید ہے کہ جس نیک جذبہ اوراہم مقصد کے پیش نظر یہ مجموعہ معرض وجود میں آیا ہےوہ ان شاءَ اللّٰہ المولی القدیر بڑی حدتک اس سے حاصل ہوگا۔

رب کریم مسلمانوں کے سینے عشق رسول کے بحر بیکراں سے بھر دے اور انھیں اتباعِ حبیب واتباعِ فدایان حبیب سے دونوں جہاں میں سرفرازی وسرخروئی نصیب کرے۔انھیں جینے اورمرنے کا سلیقہ عطا کرے اور غیروں کے بجائے رسول اکرم رحمۃٌ للعالمین، خاتم النَّبِیّٖن علیہ الصلٰوۃ و التسلیم کی بارگاہ امت نواز سے ہر لمحہ وہرآن وابستہ رہنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔آمین۔

پھر کے گلی گلی تباہ ٹھوکریں سب کی کھائے کیوں
دل کو جو عقل دے خدا تیری گلی سے جائے کیوں
جان ہے عشق مصطفٰے روز فزوں کرے خدا
جس کو ہو درد کا مزہ ناز دوا اٹھائے کیوں
سنگ در حضور سے ہم کو خدا نہ صبر دے
جانا ہے سر کو جا چکے دل کو قرار آئے کیوں

محمد اکرم رضوی

جمعہ یکم جمادی الآخرہ ۱۴۰۵ھ،۲۲فروری ۱۹۸۵ء

مُقدّمہ

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم و علی اٰله وصحابه اجمعین

محمد کی محبت دین حق کی شرط اول ہے
اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے
محمد کی محبت ہے سند آزاد ہونے کی
خدا کے دامن توحید میں آباد ہونے کی

قرآن ناطق ہے:

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ِۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِىْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِىَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ (پ ۱۰،التوبة: ۲۴)

ترجمہ کنز الایمان: تم فرماؤ اگر تمھارے باپ اور تمھارے بیٹے اور تمھارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمھارا کنبہ اور تمھاری کمائی کے مال اور وہ سودا جس کے نقصان کا تمھیں ڈر ہے ، اور تمھارے پسند کے مکان یہ چیزیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں تو راستہ دیکھو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے اور اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا۔

انسان کے اندر والدین، اولاد، بھائی، بیوی، خاندان اور مال، تجارت اور مکان ان سب چیزوں سے محبت فطری چیز ہے، لیکن رب تعالیٰ اپنے بندوں کو آگاہ فرماتا ہے کہ اگر تمھارے اندر ان سب چیزوں کی محبت میری اور میرے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی محبت سے بڑھ جائے تو تم گویا خطرہ کی حد میں داخل ہو چکے ہو اور بہت جلد تم کو میرا غضب وعذاب اپنی لپیٹ میں لے لیگا۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ ایک مومن کے لئے رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم سے محبت نہ صرف یہ کہ فرض ہے بلکہ سب سے قریبی رشتہ داروں اور سب سے قیمتی متاع پر مقدم ہے۔ خود رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

لَایُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ۔

(صحیح البخاری، کتاب الایمان ، باب حب الرسول.....الخ،الحدیث:۱۵،ج۱، ص۱۷)

یعنی تم میں کا کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اسکے نزدیک اس کے والد اولاد اور تمام لوگوں سے محبوب نہ ہو جاؤں۔

ایک روز حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ! عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم آپ میری جان کے علاوہ ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں تو نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا: ''اس کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے تم میں سے کوئی (کامل) مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں اسکے نزدیک اسکی جان سے بھی زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں''۔ یہ سنکر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اس ذات کی قسم! جس نے آپ پر کتاب نازل فرمائی آپ میری جان

سے بھی زیادہ محبوب ہیں اس پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: ہاں اب! اے عمر!

(صحیح البخاری ، کتاب الایمان والنذور، باب کیف کانت .....الخ، الحدیث: ٦٦٣٢، ج ٤، ص ٢٨٣)

جنگ احد میں ایک صحابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے باپ بھائی اور شوہر پروانہ وار لڑتے لڑتے شہید ہوگئے۔ انھیں جب یہ معلوم ہوا تو اسکا کچھ غم نہ کیا بس یہ پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کیسے ہیں؟ جب ان کو بتایا گیا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم بخیر و سلامت ہیں تو بولیں کہ مجھے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو دکھادو، آپ کو دیکھ کر (اور ایک روایت میں ہے کہ بے تابانہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا کپڑا پکڑ کر) کہنے لگیں: "کُلُّ مُصِیْبَۃٍ بَعْدَکَ جَلَلٌ" یعنی آپ کے ہوتے ہوئے ہر مصیبت ہیچ ہے۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام، غزوۃ احد، شأن المرأۃ الدیناریۃ، ج ٣، ص ٨٦)

یہ تھا محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا جذبہ صادق! کیا اسکی نظیر مل سکتی ہے؟

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا۔ یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم آپ یقیناً میرے نزدیک میری جان اور میری اولاد سے بھی زیادہ محبوب ہیں لیکن جس وقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم یاد آجاتے ہیں تو جب تک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر آپ کو دیکھ نہ لوں قرار نہیں آتا، لیکن اس دنیا سے رخصت ہونے کے بعد جنت میں داخل ہوکر آپ انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ بلند مقام میں ہونگے اور میں نیچے درجے میں ہونے کے سبب اندیشہ کرتا ہوں کہ کہیں آپ کو نہ دیکھ سکوں۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم خاموش رہے اتنے میں حضرت

جبرائیل علیہ السلام یہ آیت لے کر حاضر ہوئے:

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ج وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًاo (پ ۵،النساء:۶۹)

ترجمہ کنزالایمان : اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے تو اسے ان کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیاء اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔

(حلية الاولياء، الحديث:۵۵۱۶، ج۴،ص ۲۶۷)

اسی لئے صحابہ کرام علیھم الرضوان ایک لمحہ کے لئے بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو بے چین دیکھنا گوارا نہ کرتے۔ فتح مکہ سے پہلے مشہور صحابی حضرت زید رضی اللہ عنہ دشمنان اسلام کے نرغے میں آگئے، صفوان بن امیہ نے ان کو قتل کرنے کے لئے اپنے غلام نِسطاس کے ساتھ تنعیم بھیجا۔ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حدودِ حرم سے باہر لے جایا گیا تو ابوسفیان نے (جو ابھی اسلام نہ لائے تھے) ان سے پوچھا: زید! میں تم کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تم پسند کرسکتے ہو کہ اس وقت ہمارے پاس تمہاری جگہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) ہوں اور ہم ان کو قتل کریں اور تم آرام وسکون سے اپنے اہل میں رہو۔ حضرت زید نے جواب دیا: اللہ کی قسم! میں تو یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ اس وقت میرے حضور جہاں کہیں بھی ہوں ان کو ایک کانٹا بھی چبھے اور میں آرام وسکون سے اپنے اہل میں رہوں۔ یہ سن کر ابوسفیان نے کہا میں نے ایسا کہیں نہیں دیکھا کہ کسی سے ایسی محبت کی جاتی ہو جیسی محبت محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) سے ان کے اصحاب کرتے ہیں، اس کے بعد حضرت زید رضی اللہ عنہ کو شہید کردیا گیا۔

(شرح الشفاء للقاضی عیاض،باب الثانی ، فصل فيما روى عن السلف، ج۲،ص ۴۴)

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کی صحبت میں پہنچنے کے بعد آپ کے لئے اپنا چین چین نہ سمجھا اپنی راحت، راحت نہ سمجھی اپنی جان، جان نہ سمجھی، بلکہ یہ سب کچھ آپ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم پر قربان کر دیا تھا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم سفر میں ہوتے تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ آپ کو ہر طرح کا آرام پہنچانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کرتے۔ دھوپ کا وقت ہوتا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کے لئے سایہ کا انتظام کرتے، پڑاؤ ڈالا جاتا تو خیمہ نصب کرتے، معرکوں میں ہوتے تو یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کے محافظ ہوتے۔ جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے انتقال کا وقت آ گیا تو انکی زوجہ نے کہا وَاحُزْنَاہُ (ہائے غم) حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: نہیں بلکہ "وَاطَرَبَاہُ اَلْقٰی غَدًا الاَحِبَّہ مُحَمَّدًا وَّ صَحُبَہ"

(شرح الشفاء للقاضی عیاض، باب الثانی، فصل فیما روی عن السلف، ج ۲، ص ۴۳)

واہ خوشی! کل ہم محمد اور ان کے اصحاب سے ملیں گے (صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم ورضی اللہ تعالیٰ عنہم)

اور جس سے محبت ہوتی ہے اس کی ہر چیز سے محبت ہوتی ہے اس کی ہر ادا سے محبت، اس کی رفتار سے محبت، اسکی گفتار سے محبت، اس کے لباس وطعام سے محبت، غرض اس کی ہر چیز سے محبت ہوتی ہے۔

حضرت عبید بن جریج نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: میں نے دیکھا آپ بیل کے دباغت کیئے ہوئے چمڑے کا بے بال جوتا پہنتے ہیں۔ حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ ایسا ہی جوتا پہنا کرتے تھے جس میں بال نہ ہوں اسی لئے میں بھی ایسا ہی جوتا پہننا پسند کرتا ہوں۔

(صحیح البخاری، کتاب الوضوء، باب غسل الرجلین.....الخ، الحدیث ۱۶۶، ج ۱، ص ۸۰)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک درزی نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کی کھانے کی دعوت کی میں بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کے ساتھ گیا، جو کی روٹی اور شوربا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کے سامنے لایا گیا جس میں کدو اور خشک کیا ہوا نمکین گوشت تھا، کھانے کے دوران میں نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو دیکھا کہ پیالے کے کناروں سے کدو کی قاشیں تلاش کر رہے ہیں اسی لئے میں اس دن سے کدو پسند کرنے لگا۔

(صحیح البخاری ، کتاب الاطعمة، باب الدباء، الحدیث٥٤٣٣، ج٣،ص٥٣٦)

امام ابو یوسف (شاگرد امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کے سامنے اس روایت کا ذکر آیا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کدو پسند فرماتے تھے مجلس کے ایک شخص نے کہا: لیکن مجھے پسند نہیں یہ سن کر امام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تلوار کھینچ لی اور فرمایا: جَدِّدِ الْاِیْمَانَ وَ اِلَّا لَاَقْتُلَنَّکَ تجدید ایمان کر، ورنہ تم کو قتل کئے بغیر نہ چھوڑوں گا۔

(الشفاللقاضی، باب الثانی ،فصل فی علامة صحبته صلی الله علیه وسلم ، ج٢،ص٥١)

تعظیم رسول اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم

جس بڑے سے محبت ہوتی ہے اس کی عظمت دل و دماغ پر چھا جاتی ہے، پھر یہ چاہنے والا اپنے محبوب کی تعظیم اور اس کی عظمت کا کلمہ پڑھنے لگتا ہے، اسلام نے تو ہر بڑے کی تعظیم کا درس دیا ہے۔

مَنْ لَمْ یَرْحَمْ صَغِیْرَنَا وَلَمْ یُوَقِّرْ کَبِیْرَ نَا فَلَیْسَ مِنَّا

(سنن الترمذی، کتاب البروالصلة، باب ماجاء فی رحمة الصبیان، الحدیث١٩٢٦، ج٣،ص٣٦٩)

جو ہمارے چھوٹے پر شفقت نہ کرے اور ہمارے بڑے کی تعظیم نہ کرے تو وہ

ہم میں سے نہیں۔

اور نبی آخر الزماں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم تو سارے بڑوں میں سب سے بڑے ہیں اور اتنے بڑے ہیں کہ آج تک اتنا بڑا پیدا نہ ہوا، اور نہ ہی پیدا ہوگا، اس لئے آپ کی تعظیم بھی سب سے بڑھ کر ہونی چاہئے۔قرآن ناطق ہے۔

اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًاo لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَتُعَزِّرُوْہُ وَتُوَقِّرُوْہُ ط وَتُسَبِّحُوْہُ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًاo

ترجمہ کنزالایمان: بیشک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر وناظر اور خوشی اور ڈر سناتا تا کہ اے لوگو تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو اور صبح و شام اللہ کی پاکی بولو۔

(پ ۲٦ ،الفتح :۸،۹)

آپ غور کریں اس آیت میں پہلے ایمان باللہ اور ایمان بالرسول کا مطالبہ کیا گیا ہے، اور اس کے معاً بعد رسول معظم ومکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی تعظیم وتوقیر کا حکم دیا گیا ہے اور پھر اللہ عزوجل نے اپنی تسبیح کا حکم ارشاد فرمایا ہے۔رب تعالیٰ نے اپنی تسبیح پر اپنے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی تعظیم وتوقیر کو مقدم کر کے تعظیم حبیب کی اہمیت وعظمت میں کس قدر اضافہ کر دیا ہے۔ گویا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کو شاہد مبشر اور نذیر بنا کر اسی لئے بھیجا گیا ہے کہ لوگ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم پر ایمان لائیں، اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی تعظیم کریں اور پھر رب عزوجل کی تسبیح کریں۔

ایک مقام پر قرآن حکیم نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی تعظیم کرنے والوں کی کامرانی کا اس طرح اعلان کر رہا ہے:

فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَ نَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْۤ اُنْزِلَ مَعَهٗۤ ۙ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۠

ترجمہ کنزالایمان: تو وہ جو اس پر ایمان لائیں اور اس کی تعظیم کریں اور اسے مدد دیں اور اس نور کی پیروی کریں جو اس کے ساتھ اُترا وہی بامراد ہوئے۔

(پ ۹، الاعراف: ۱۵۷)

اس آیت کریمہ میں بھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کی تعظیم و نصرت کرنے والوں کو کامیابی کی ضمانت دی گئی ہے۔

یہ ارشادات ربانی صحابہ کرام علیہم الرضوان کے پیش نظر تھے، اس لئے انہوں نے اپنے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کی ایسی تعظیم کی کہ دنیا کے کسی شہنشاہ کی بھی اس طرح تعظیم نہ کی جاسکی۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان کی تعظیم و توقیر کا حال دیکھ کر صلح حدیبیہ کے موقع پر قریش کے نمائندہ عروہ بن مسعود نے جو ابھی ایمان نہ لائے تھے، یہ تأثر پیش کیا تھا، گویا یہ اپنے کا نہیں غیر کا تأثر ہے۔ آپ نے کہا:

''اے لوگو! خدا کی قسم میں بادشاہوں کے درباروں میں بھی پہنچا ہوں قیصر و کسریٰ اور نجاشی کی ڈیوڑھیوں پر بھی حاضری دے چکا ہوں۔ خدا کی قسم کسی بادشاہ کی اتنی تعظیم ہوتے نہیں دیکھی، جتنی تعظیم محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم) کی ان کے اصحاب علیہم الرضوان کرتے ہیں۔ جب کبھی بھی ان کے دہن اقدس سے لعاب مبارک نکلا وہ کسی نہ کسی شیدائی کے ہاتھ میں پڑا جسے اس نے اپنے چہرے اور جسم پر مل لیا، اور جب وہ اپنے اصحاب کو کسی بات کا حکم دیتے ہیں تو وہ اس کی تعمیل میں دوڑ پڑتے ہیں، اور جب وہ وضو کرتے ہیں تو وضو کے پانی کے لئے ایک دوسرے پر پیش قدمی کرتے ہیں، اور

جب وہ گفتگو فرماتے ہیں تو وہ لوگ خاموش اور پرسکون رہتے ہیں اور تعظیم وتوقیر میں ان کی طرف نظر بھر کر دیکھتے تک نہیں''۔

(السیرۃ النبویۃ لابن هشام، ج۳،ص۲٦۸)

یہ تھا صحابہ کرام علیھم الرضوان کا انداز تعظیم وتوقیر کا اجمالی خاکہ جسے رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کے ایک بیگانے نے پیش کیا تھا، خود صحابہ کرام علیھم الرضوان نے واقعات کی دنیا میں تعظیم وتوقیر رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی کیسی کیسی مثالیں پیش کی ہیں انہیں تو آپ اصل کتاب میں ملاحظہ کریں گے یہاں پر بس بعض مثالوں پر اکتفا کیا جائیگا۔

﴿ ۱ ﴾ غزوہ خیبر کی واپسی میں مقام صہبا پر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے نماز عصر پڑھ کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے زانو پر سر مبارک رکھ کر آرام فرمایا، حضرت علی نے نماز عصر نہ پڑھی تھی اپنی آنکھ سے دیکھ رہے تھے کہ وقت جارہا ہے، مگر اس خیال سے کہ زانو سرکاتا ہوں تو مبادا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کے خواب مبارک میں خلل آجائے، زانو نہ ہٹایا، یہاں تک کہ آفتاب غروب ہوگیا جب چشم مبارک کھلی تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنی نماز کا حال عرض کیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے دعا فرمائی آفتاب پلٹ آیا حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے نماز عصر ادا کی پھر سورج ڈوب گیا۔

(الشفاء، ج ۱،ص ٥٩٤،شواھد النبوۃ، رکن سادس،ص ۲۲۰)

تعظیمِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی خاطر افضل العبادات نماز اور وہ بھی صلوۃ وسطی (نماز عصر) مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے قربان کردی چشم فلک نے ایسا منظر کبھی نہ دیکھا ہوگا رب تعالیٰ کے ایک بندہ کی درخواست پر اس کے ایک فدائی کے لئے سورج کو پلٹایا گیا ہو، اور ایک فدائی نے محض تعظیم وتوقیر رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کے پیش نظر اتنی

عظیم قربانی دی ہو۔اسی کو امام اہلسنت قدس سرہ اس طرح بیان فرماتے ہیں:

مولیٰ علی نے واری تری نیند پر نماز

اور وہ بھی عصر سب سے جو اعلیٰ خطر کی ہے

﴿۲﴾ ہجرت کے موقع پر یارِ غار حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جو جاں نثاری کی مثال قائم کی ہے وہ بھی اپنی جگہ بے مثال ہے کہ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ دونوں غار کے قریب پہنچے تو پہلے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اترے صفائی کی، غار کے تمام سوراخوں کو بند کیا، ایک سوراخ کو بند کرنے کے لئے کوئی چیز نہ ملی تو آپ نے اپنے پاؤں کا انگوٹھا ڈال کر اسکو بند کیا، پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کو بلایا اور حضور تشریف لے گئے اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے زانو پر سر رکھ کر آرام فرمانے لگے، اتنے میں سانپ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاؤں کو کاٹ لیا، مگر صدیق اکبر، شدتِ الم کے باوجود محض اس خیال سے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کے آرام میں خلل نہ واقع ہو، بدستور ساکن وصامت رہے، آخر جب پیمانہ صبر لبریز ہو گیا تو آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، جب آنسو کے قطرے چہرہ اقدس پر گرے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم بیدار ہوئے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے واقعہ عرض کیا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم نے ڈسے ہوئے حصے پر اپنا لعاب دہن لگا دیا فوراً آرام مل گیا۔ایک روایت میں ہے کہ سانپ کا یہ زہر ہر سال عود کرتا بارہ سال تک حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اس میں مبتلا رہے پھر آخر اس زہر کے اثر سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت ہوئی۔ (مدارج النبوت، ج ۲، ص ۵۸)

﴿۳﴾ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم ذو القعدہ ۶ھ میں صحابہ کے ساتھ عمرہ

کے ارادے سے مکہ مکرمہ کے لئے روانہ ہوئے۔ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم حدیبیہ پہنچے تو قریش پر خوف وہراس طاری ہوا اس لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو مکہ بھیجا اور ان کو یہ ہدایات دیں کہ تم قریش کو یہ بتانا کہ ہم جنگ کے لئے نہیں عمرہ کی ادائیگی کیلئے آئے ہیں اور ان کو اسلام کی دعوت بھی دینا اور وہ مسلمان مرد وعورت جو مکہ میں ہیں انکو فتح کی خوشخبری سنانا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مکہ کی طرف بڑھ رہے تھے کہ ان سے حضرت ابان بن سعد اموی ملے جو ابھی ایمان نہ لائے تھے انھوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اپنی پناہ وضمانت دی اور اپنے گھوڑے پر سوار کر کے ان کو مکہ مکرمہ لائے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے لوگوں تک رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کا پیغام پہنچایا۔ ادھر حدیبیہ میں صحابہ علیہم الرضوان کہنے لگے کہ عثمان خوش نصیب ہیں کہ ان کو طواف بیت اللہ نصیب ہو چکا ہوگا۔ یہ سن کر رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم نے فرمایا: میرا خیال ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ میرے بغیر طواف نہ کریں گے۔ اس دوران یہ افواہ اڑ گئی کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ مکہ میں قتل کر دیئے گئے اسلئے رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم نے صحابہ کرام علیہم الرضوان سے بیعت لی، جو بیعت رضوان کے نام سے مشہور ہے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ چونکہ اس وقت مکہ میں تھے اس لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم نے خود اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ کر ان کو بیعت کے شرف میں داخل کیا۔ اس طرح رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کا ہاتھ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ قرار پایا۔

بیعت رضوان کے بعد جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ واپس تشریف لائے تو مسلمانوں نے ان سے کہا آپ خوش نصیب ہیں کہ آپ نے طواف بیت اللہ کر لیا۔

آپ نے جواب دیا تم نے یہ میرے بارے میں درست اندازہ نہ لگایا، اس کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اگر میں مکہ میں ایک سال تک بھی پڑا رہتا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم حدیبیہ میں ہوتے تب بھی میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کے بغیر طواف نہ کرتا۔ قریش نے مجھ سے طواف کرنے کیلئے کہا تھا مگر میں نے انکار کر دیا۔

(مدارج النبوت، ذکر سال ششم آنحضرت صلی الله علیه وسلم، فرضیت حج، ج۲، ص۲۰۹)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے اندر رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کی تعظیم و ادب کا یہ پاس قابل ملاحظہ ہے کہ کفار آپ سے پیشکش کر رہے ہیں کہ طواف تنہا کر لو مگر آپ جواب دیتے ہیں مجھ سے ایسا ہر گز نہیں ہو سکتا کہ میں اپنے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کے بغیر طواف کر لوں۔ ادھر مسلمانوں کا یہ تاثر کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ خوش نصیب ہیں کہ ان کو طواف کعبہ نصیب ہو گیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم نے سن کر فرمایا عثمان ہمارے بغیر ایسا نہیں کر سکتے۔ گویا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کو بھی اپنے فدائی پر پورا اعتماد تھا۔ آقا ہو تو ایسا اور غلام ہو تو ایسا۔

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کی اس قسم کی تعظیم اور اس طرح کا ادب صحابہ کرام علیہم الرضوان کا اپنا کوئی ایجاد کردہ یا اختراعی نہ تھا بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کی تعظیم اور مجلس کے آداب خود بیان فرمائے ہیں۔ دنیا کا شہنشاہ آتا ہے تو اپنے دربار کے آداب خود بناتا ہے اور جب جاتا ہے تو اپنے نظام آداب کو بھی لے جاتا ہے۔ مگر شہنشاہ اسلام حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کے دربار کا عالم ہی نرالا ہے، جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم تشریف لاتے ہیں تو خالق کائنات عزوجل آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کے دربار کا ادب نازل فرماتا ہے اور کسی خاص وقت تک

کیلئے نہیں بلکہ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ادب کے قوانین مقرر فرماتا ہے۔ارشاد ہوتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ

ترجمہ کنزالایمان: اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو، اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ سنتا جانتا ہے۔

(پ ۲٦ ،الحجرات: ۱)

بعض صحابہ کرام علیہم الرضوان نے بقرہ عید سے پہلے ہی قربانی کر لی تھی، یا کچھ حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان نے رمضان المبارک کے روزے ایک دن پہلے ہی سے شروع کر دیئے ان کو ہدایت کی گئی کہ ایسا نہ کریں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم سے آگے بڑھنے کی کوشش نہ کریں، ایسا کرنا خطرناک ہے۔آیت پر غور کرنے سے ایک بات یہ بھی نکلتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی بے ادبی اللہ عزوجل کی بے ادبی ہے، جن لوگوں نے پیش قدمی کی تھی انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم پر کی تھی، لیکن حکم اترا تو یہ کہ تم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم پر پیش قدمی نہ کرو۔دوسرے یہ کہ کسی قول، کسی فعل میں پیش قدمی منع ہے کیونکہ آیت میں یہ حکم بلا قید ہے۔اسی طرح جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کسی جگہ کے لئے تشریف لے جائیں تو بغیر کسی خاص مصلحت کے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم سے آگے چلنا بھی منع ہے۔اگر کوئی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی مجلس میں سوال کرے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم سے پہلے کسی اور کو اس کا جواب بھی نہ دینا چاہیئے، اسی طرح جب کھانا حاضر ہو تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم سے پہلے کھانا شروع نہ کیا جائے۔

پھر یہ بھی دیکھئے کہ جن صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم نے پیش قدمی کی تھی اللہ

عزوجل کی عبادت میں کی تھی روزہ رکھنے یا قربانی کرنے میں کی تھی، ایسا کرنا بظاہر کوئی جرم نہیں معلوم ہوتا، مگر آسمان سے تنبیہ اتر رہی ہے کہ اے ایمان والو! جلیل القدر عبادتوں میں بھی تم میرے نبی سے آگے نہ بڑھنا، اوراس معاملے میں اللہ عزوجل سے ڈرتے رہنا یقیناً اللہ عزوجل تمہاری ہر نقل وحرکت اور نشست و برخاست کو سنتا جانتا ہے۔اسی سورہ میں آگے اللہ عزوجل اس طرح اپنے نبی کی تعظیم کی تعلیم دے رہا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ۝ (پ۲٦،الحجرات:۲)

ترجمہ کنزالایمان: اے ایمان والو! اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس غیب بتانے والے (نبی) کی آواز سے اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ کہیں تمہارے عمل اکارت نہ ہوجائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔

اس آیت کریمہ میں بھی اللہ عزوجل نے اہل ایمان کو اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا ایک عظیم ادب سکھایا ہے کہ تم میرے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے سامنے بولنے میں بھی باادب رہو، ان کے حضور ہلکی آواز میں باتیں کرو، اگر تم نے زور زور سے چیخ کر ان کے حضور بات کی تو تمہارے عمل رائیگاں کردیئے جائیں گے۔غور کریں بڑے سے بڑے جرم کا ارتکاب عنداللہ معاف ہوسکتا ہے مگر رب تعالیٰ اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی بے ادبی اور گستاخی معاف نہ فرمائے گا۔

ادب گاہیست زیرِ آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلند آواز تھے اس آیت کے بعد انہیں حکم ہوا کہ اس بارگاہ میں اپنی آواز پست کریں وہ انتہائی ادب اور خوف کی وجہ سے خانہ نشین ہو گئے، بارگاہ نبوی میں جب حاضر نہ ہوئے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی غیر حاضری کا سبب حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا، یہ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کے پڑوسی تھے انہوں نے جا کر حضرت ثابت رضی اللہ عنہ سے پوچھا تو کہا میں تو دوزخی ہو گیا میری ہی آواز رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کے سامنے سب سے زیادہ بلند ہوتی تھی۔ حضرت سعد نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کے سامنے ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول نقل کر دیا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا: نہیں، ان سے کہہ دو وہ جنتی ہیں۔

اللہ عزوجل ان لوگوں کو سراہ رہا ہے جو رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کے سامنے اپنی آوازیں پست رکھتے ہیں۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَھُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى ط لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ عَظِیْمٌ ٥

(پ٢٦، الحجرات:٣)

ترجمہ کنزالایمان: بے شک وہ جو اپنی آوازیں پست کرتے ہیں رسول اللہ کے پاس وہ ہیں جن کا دل اللہ نے پرہیزگاری کے لیے پرکھ لیا ہے ان کے لیے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔

آیت کریمہ ”لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ“ کے نازل ہونے کے بعد حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ کرام علیہم الرضوان اس قدر دھیمی آواز سے باتیں کرتے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کو دوبارہ دریافت کرنے کی ضرورت پیش آتی۔ حضرت

صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے تو قسم کھالی تھی کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم سے اس طرح باتیں کروں گا جیسے سرگوشی کی جاتی ہے۔ ان حضرات کے بارے میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور ان کو سراہا گیا جو باادب ہیں اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی بارگاہ میں آوازیں پست رکھتے ہیں۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی جناب پاک میں کس قدر باادب رہتے تھے۔ حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کا نقشہ کھینچتے ہوئے فرماتے ہیں: جس وقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم گفتگو شروع فرماتے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کے اصحاب اس طرح سر جھکا لیتے جیسے ان کے سروں پر پرندے ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کو " **یا محمد ! ، یا محمد !** " کہہ کر پکارنے والوں کی رب تعالیٰ مذمت کرتے ہوئے فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِیۡنَ یُنَادُوۡنَکَ مِنۡ وَّرَآءِ الۡحُجُرٰتِ اَکۡثَرُہُمۡ لَا یَعۡقِلُوۡنَ ۝ وَلَوۡ اَنَّہُمۡ صَبَرُوۡا حَتّٰی تَخۡرُجَ اِلَیۡہِمۡ لَکَانَ خَیۡرًا لَّہُمۡ ؕ وَاللّٰہُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ۝ (پ ۲٦ ،الحجرات:۵)	ترجمہ کنزالایمان: بے شک وہ جو تمہیں حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں اکثر بے عقل ہیں اور اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ تم آپ ان کے پاس تشریف لاتے تو یہ ان کے لیے بہتر تھا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

قبیلہ بنی تمیم کا ایک وفد عین دوپہر کے وقت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم سے ملنے پہنچا ، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم مکان شریف کے اندر آرام فرمارہے تھے، انھوں نے حجروں کے باہر سے " **یا محمد ! ، یا محمد !** " کہہ کہ پکارنا شروع

کر دیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم باہر تشریف لائے۔ مگر خدائے تعالیٰ نے اپنے محبوب کی ایسی بے ادبی گوارا نہ فرمائی اور ایسا سخت حکم نازل فرمایا کہ ایسا کرنے والے بے عقل ہیں اور پھر ادب کی تعلیم دی کہ جب لوگ در دولت پر پہنچیں تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو آواز نہ دیں، اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے باہر تشریف لانے کا انتظار کریں۔ رب تعالیٰ ایک مقام پر اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا ادب اس طرح ارشاد فرما رہا ہے:

لَا تَجۡعَلُوۡا دُعَآءَ الرَّسُوۡلِ بَیۡنَکُمۡ کَدُعَآءِ بَعۡضِکُمۡ بَعۡضًا

ترجمہ کنز الایمان: رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرالو جیسا تم میں ایک دوسرے کو پکارتا ہے۔ (پ۱۸، النور:٦٣)

اس آیت کریمہ کے دو پہلو ہیں ایک تو یہ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم تم کو بلائیں تو ان کے بلانے کو کوئی معمولی بلانا نہ سمجھ بیٹھنا بلکہ میرے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے بلانے کی شان تو یہ ہے کہ اگر وہ کسی کو عین نماز میں بھی آواز دیں فوراً نماز ہی کی حالت میں حاضر ہونا فرض ہے جیسا کہ بخاری شریف کی حدیث میں ہے کہ حضرت ابوسعید بن مُعَلّٰی رضی اللہ عنہ نے کہا: میں مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے آواز دی میں چونکہ نماز پڑھ رہا تھا اس لئے جواب نہ دیا پھر نماز سے فارغ ہو کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں آ کر عرض کیا یارسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم میں نماز پڑھ رہا تھا (اس لئے حاضر نہ ہوسکا) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کیا اللہ تعالیٰ کا یہ حکم نہیں سنا ہے!

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا یُحْیِیْكُمْ ۚ (پ ۹،الانفال: ۲۴)

ترجمہ کنز الایمان: اے ایمان والو اللہ اور رسول کے بلانے پر حاضر ہو جب رسول تمہیں اُس چیز کے لئے بلائیں جو تمہیں زندگی بخشے گی۔

(صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب ما جاء فی فاتحۃ الکتاب، الحدیث: ٤٤٧٤، ج ٣، ص ١٦٣)

اس قسم کا واقعہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں بھی مروی ہے۔ یہ ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے بلانے کی عظمت کہ نماز جیسا عظیم فریضہ بھی ترک کر کے تعمیل حکم کو پہنچنا فرض قرار دیا گیا۔

آیت کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ تم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کو اس طرح نہ پکارنا جس طرح باہم ایک دوسرے کو نام لیکر پکارتے ہو۔ ان کو یَا رَسُوْلَ اللّٰه، یَا نَبِیَّ اللّٰه، یَا خَیْرَ خَلْقِ اللّٰه وغیرہ صفاتی ناموں سے پکار سکتے ہو۔ اللہ عزوجل اہل ایمان کو ایسا حکم کیوں نہ دیتا کہ اس نے خود اپنے پورے کلام عظیم میں کہیں بھی یا محمد کہہ کر نہیں پکارا ہے جب کہ دوسرے انبیائے کرام علٰی نبینا وعلیہم الصلوۃ والسلام کو ان کے ذاتی ناموں سے خطاب فرمایا ہے۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان کے پیش نظر رب العالمین کے مذکورہ بالا ارشادات و فرامین تھے۔ انہوں نے ان احکام کو خوب سمجھ لیا تھا اور ادھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی شخصیت کو اپنے سر کی آنکھوں سے اور بہت قریب سے دیکھا تھا، اس لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی عظمت و جلالت فطری طور پر ان کے قلوب و اذہان میں رچ بس گئی تھی اس لئے انھوں نے عقیدت و محبت اور احترام و ادب کے ایسے ایسے نمونے پیش کئے جن کی مثال ملنی مشکل ہے۔ آپ اس کتاب میں اس قسم کے واقعات پڑھیں گے جن سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی بارگاہ میں صحابہ

کرام علیہم الرضوان کا غایت درجہ احترام وادب واضح ہوگا اور پھر آپ کے قلوب بھی محبت رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلم سے محظوظ ہوئے بغیر نہ رہیں گے اور یہی اس کتاب کا مقصد اصلی ہے۔

مؤلف صاحب متعدد انفرادی خصوصیات وامتیازات کے مالک ہیں ان کے اوپر اللہ عزوجل کا فضل عظیم ہے۔ دینی اور دنیوی دونوں قسم کی تعلیم سے بہرہ ور ہیں۔ پنجابی ان کی مادری زبان ہے مگر اردو، انگریزی، عربی اور فارسی میں بھی مہارت رکھتے ہیں، خدمت اسلام کا بھی جذبہ بیکراں پایا ہے۔ اکثر اوقات اشاعت اسلام کی فکر میں سرگرداں رہتے ہیں۔ گزشتہ موسم حج (۱۴۰۳ھ) میں صوفی صاحب نے تبلیغ دین کے لئے یورپ کا سفر کیا تھا آپ کا یہ تبلیغی دورہ مصر، انگلینڈ، ہالینڈ، ترکی اور جرمنی پر مشتمل تھا۔ وہاں کے اسلامی مراکز کے افراد سے ملاقات اور تبادلہ خیالات کے علاوہ بعض نئے مراکز کی بھی دریافت ہوئی اور خدمت اسلام کی راہیں ہموار ہوئیں۔

انجمن خدام احمد رضا لاہور کے آپ صدر ہیں جس نے تھوڑے عرصے میں متعدد مفید کارآمد کتابیں شائع کرنے کا ایک ریکارڈ قائم کردیا ہے۔

ادھر دو سال سے مقابلہ مقالہ نگاری، امام احمد رضا ایوارڈ اور تقسیم انعامات کا بھی صوفی صاحب اہتمام کرتے ہیں۔ جو ہندو پاک اور بنگلہ دیش سطح پر منعقد ہوتا ہے۔ مفید اور اہم کتابوں کی اشاعت میں بھی آپ خصوصی دلچسپی کا ثبوت دیتے ہیں۔ ترجمہ ''انوار الحق فی الصلوۃ علی سید الخلق'' اور ''تعارف امام احمد رضا'' آپ ہی کے جذبہ دین پروری کا ثمرہ ہے۔ اول الذکر علامہ یوسف اسمٰعیل نبہانی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی عربی تصنیف کا ترجمہ ہے جو درود وسلام کے موضوع پر ایک شاندار کتاب ہے۔ جبکہ

دوسری کتاب اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کے حالات پر ایک مختصر مگر جامع کتاب ہے جس کے مرتب بھی خود صوفی صاحب ہیں۔

زیرِ نظر کتاب ''صحابہ کا عشقِ رسول'' صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم بھی آپ کے ذوق تصنیف کا ایک اعلیٰ نمونہ ہے جو آپ کے سوز پنہاں اور عشق رسالت کا پتا دیتی ہے۔ یہ کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے اس کو پڑھیں اور لطف اندوز ہوں۔ اور مؤلف اور متعلقین کو دعائیں دیں۔

رب تعالیٰ صوفی صاحب کی یہ خدمت قبول فرمائے اور مزید اس قسم کی خدمات کی توفیق بخشے اور فلاح دارین سے نوازے۔ آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین علیہ الصلاۃ والتسلیم

افتخار احمد قادری (ریاض)

رکن المجمع الاسلامی مبارکپور (ہند)

۸ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۴ھ ۹ فروری ۱۹۸۴ء

تعظیم و ادب

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی محبت کے بغیر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم پر ایمان لانا متصور نہیں ہے، مومن کیلئے ضروری ہے کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کو اپنی جان، باپ، بیٹے اور مخلوق سے زیادہ محبوب رکھے، جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اَلنَّبِیُّ اَوۡلٰی بِالۡمُؤۡمِنِیۡنَ مِنۡ اَنۡفُسِہِمۡ (پ ۲۱، الاحزاب: ٦)

ترجمہ کنزالایمان: یہ نبی مسلمانوں کا ان کی جان سے زیادہ مالک ہے۔

اور سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم فرماتے ہیں: تم میں سے کوئی ایک ہرگز (کامل) ایماندار نہیں ہوگا جب تک کہ میں اسے اسکی جان سے زیادہ محبوب نہ ہوں۔''

(المسند لامام احمد بن حنبل، حدیث عبداللّٰہ بن ربیعة السلمی، الحدیث ۱۸۹۸۳، ج۷، ص۹)

یہ بھی فرمایا: ''تم میں سے کوئی (کامل) ایماندار نہیں ہوگا جب تک میں اسے باپ، بیٹے اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوں۔''

(صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب حب الرسول من الایمان، الحدیث ۱۵، ج۱، ص۱۷)

علاماتِ محبت

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم سے محبت کی بہت سی علامتیں اور آثار ہیں جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی محبت کے امتحان کے لئے کسوٹی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان میں سے ایک علامت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کا بکثرت ذکر کرنا ہے۔ حدیث شریف میں ہے: ''مَنۡ اَحَبَّ شَیۡأً اَکۡثَرَ ذِکۡرَہٗ'' جو شخص کسی سے محبت رکھتا ہے، اس کا ذکر بکثرت کرتا ہے۔

(کنزالعمال، کتاب الاذکار، الباب الاول، الحدیث ۱۸۲۵، ج۱، ص۲۱۷)

تعظیم

کثرت ذکر کے ساتھ ساتھ ایک علامت یہ بھی ہے کہ تعظیم و تکریم کا کوئی دقیقہ

فروگزاشت نہ کیا جائے اور حضور سید الانام صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا نام پاک کمال تعظیم وتکریم اور صلوٰۃ وسلام کے ساتھ لے اور نام پاک لیتے وقت خوف وخشیت عجز وانکساری اور خشوع وخضوع کا اظہار کرے۔

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا (پ۱۸،النور:۶۳)

ترجمہ کنز الایمان: رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرالو جیسا تم میں ایک دوسرے کو پکارتا ہے

تفسیر کبیر میں ہے:

لاتنادوہ کما ینادی بعضکم بعضا لا تقولوا یامحمد یا اباالقاسم ولکن قولوا یا رسول اللّٰہ یا نبی اللّٰہ ۔(التفسیرالکبیر،ج۸،ص۴۲۵،پ۱۸،النور:۶۳)

''نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو اس طرح نہ پکارو جیسے تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔ یوں نہ کہو: یا محمد! یا، ابا القاسم! بلکہ عرض کرو: یارسول اللہ!، یا نبی اللہ!''

(یعنی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو نام یا کنیت سے نہ پکارو بلکہ اوصاف اور القاب سے یاد کرو)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ (پ۲۶،الحجرات:۲)

ترجمہ کنزالایمان: اے ایمان والو! اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس غیب بتانے والے (نبی) کی آواز سے اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ کہیں تمہارے عمل اکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔

ابو محمد مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ای لاتسابقوہ بالکلام ولاتغلظوالہ بالخطاب ولاتنادوہ باسمہ نداء

بعضکم بعضا ولکن عظموه ووقروه ونادوه باشرف مایحب ان ینادی به یارسول اللّٰه! یا نبی اللّٰه۔ (الشفاء،الباب الثالث، ج۲،ص٦٥)

''یعنی کلام میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم سے سبقت نہ کرو اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم سے ہم کلام ہوتے ہوئے سختی سے بات نہ کرو اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کا نام لیکر نہ پکارو جس طرح تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو بلکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی تعظیم وتوقیر کرو اور اشرف ترین اوصاف سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کو نداء کرو جن سے نداء کئے جانے کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم پسند فرمائیں اور یوں کہو یارسول اللہ! یا نبی اللہ!۔'' (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم)

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی بے ادبی کفر ہے

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کے لیے آواز بلند کرنے اور تعظیم وتوقیر کے بغیر بلانے سے منع فرمایا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی اس بے ادبی کو روا نہیں رکھا اور اس عظیم جرم کے مرتکب کو اعمال کے برباد ہو جانے کی وعید سنائی، معلوم ہوا کہ بارگاہ رسالت کی بے ادبی اعمال کے ضائع ہو جانے کا سبب ہے اور تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ کفر کے سوا کوئی گناہ اعمال کے ضائع ہونے کا سبب نہیں ہے اور جو چیز اعمال کے ضیاع کا سبب ہو، کفر ہے۔

اب غور کرنا چاہیے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی بے ادبی اعمال کے ضائع ہو جانے کا سبب ہے اور جو ضیاع اعمال کا سبب ہو کفر ہے، نتیجہ یہ ہوا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی بے ادبی کفر ہے۔ یہ بھی پیش نظر رہے کہ حیات ظاہری میں اور وصال کے

بعد نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کی شان تعظیم وتکریم کے سلسلے میں یکساں ہے۔

امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ابوجعفر منصور سے مکالمہ

ابوجعفر منصور بادشاہ مسجد نبوی علی صاحبہ الصلوۃ والسلام میں حضرت امام مالک علیہ الرحمۃ سے ایک مسئلہ میں گفتگو کررہا تھا، امام مالک علیہ الرحمۃ نے اس سے فرمایا:

یـا امیرالمؤمنین لاترفع صوتك فی هذا المسجد فان اللّٰه عزوجل ادب قوما فقال: **لَا تَرْفَعُوْآ اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ**... الآية و مدح قوما فقال:**اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ**...الآية وذم قوما فقال:**اِنَّ الَّـذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرَاتِ** ... الآية وان حـرمته ميتا كحرمته حيـا فاستكان لها ابو جعفر وقال يا اباعبدالله استقبل القبلة وادعو ام استقبل رسول الله؟ فقال ولم تصرف وجهك عنه وهو وسيلتك ووسيلة ابيك آدم عليه السلام الى اللّٰه تعالى يوم القيامة بل استقبله واستشفع به فيشفعه اللّٰه.

(شرح الشفاء ،الباب الثالث، ج۲،ص۷۲)

''اے مسلمانوں کے امیر! اس مسجد میں آواز بلند نہ کریں کہ اللہ تعالیٰ نے ایک جماعت کو ادب سکھایا اور فرمایا:

لَا تَرْفَعُوْآ اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ(پ۲۶،الحجرات:۲)

ترجمہ کنزالایمان: اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس غیب بتانے والے (نبی) کی آواز سے۔

اور ایک جماعت کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا:

اِنَّ الَّذِیۡنَ یَغُضُّوۡنَ اَصۡوَاتَہُمۡ عِنۡدَ رَسُوۡلِ اللّٰہِ اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ امۡتَحَنَ اللّٰہُ قُلُوۡبَہُمۡ لِلتَّقۡوٰی ؕ لَہُمۡ مَّغۡفِرَۃٌ وَّاَجۡرٌ عَظِیۡمٌ ○
(پ٢٦،الحجرات:٣)

ترجمہ کنزالایمان: بے شک وہ جو اپنی آوازیں پست کرتے ہیں رسول اللہ کے پاس وہ ہیں جن کا دل اللہ نے پرہیز گاری کے لیے پرکھ لیا ہے ان کے لیے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔

اور ایک جماعت کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا:

اِنَّ الَّذِیۡنَ یُنَادُوۡنَکَ مِنۡ وَّرَآءِ الۡحُجُرٰتِ اَکۡثَرُہُمۡ لَا یَعۡقِلُوۡنَ ○
(پ٢٦،الحجرات:٤)

ترجمہ کنزالایمان: بے شک وہ جو تمہیں حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں اکثر بے عقل ہیں۔

بے شک بعد از وصال حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی عزت ایسی ہے جیسی آپ کی حیات ظاہری میں تھی۔ (یہ سن کر) ابو جعفر نے فروتنی کا اظہار کیا اور کہا اے ابوعبداللہ (امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کنیت) قبلہ رو ہو کر دعا کروں، یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی طرف رخ کروں؟ امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم سے کیوں رخ پھیرتا ہے حالانکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم قیامت کے دن بارگاہ الٰہی میں تیرے اور تیرے جدامجد آدم علیہ السلام کے وسیلہ ہیں تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی طرف رخ کر اور شفاعت کی درخواست کر، اللہ تعالیٰ تیرے لئے شفاعت قبول فرمائیگا۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور تعظیم رسول

عروہ بن مسعود کہتے ہیں کہ جب قریش نے انھیں صلح حدیبیہ کے سال نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی خدمت میں بھیجا، انھوں نے صحابہ کرام علیہم الرضوان سے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی بے پناہ تعظیم دیکھی، انھوں نے دیکھا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ

واٰلہٖ وسلم جب بھی وضوفرماتے تو صحابہ کرام علیہم الرضوان وضوکا پانی حاصل کرنے کے لئے بے حدکوشش کرتے حتی کہ قریب تھا کہ وضوکا پانی نہ ملنے کے سبب لڑ پڑیں۔انہوں نے دیکھا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم دہن مبارک یا بینی مبارک کا پانی ڈالتے تو صحابہ کرام علیہم الرضوان اسے ہاتھوں میں لیتے ، اپنے چہرے اور جسم پر ملتے اور آبرو پاتے ، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کا کوئی بال جسد اطہر سے جدا نہیں ہوتا تھا مگر اس کے حصول کے لئے جلدی کرتے ، جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم انھیں کوئی حکم دیتے تو فوراً تعمیل کرتے اور جب نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم گفتگوفرماتے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کے سامنے خاموش رہتے اور ازراہ تعظیم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھتے۔ (الشفاء ،الباب الثالث، ج ۲ ،ص ۶۹)

جب عروہ بن مسعود قریش کے پاس واپس گئے تو انھیں کہا اے قوم قریش! میں کسریٰ ، قیصر اور نجاشی یعنی شاہ فارس، شاہ روم اور شاہ حبشہ کے پاس ان کی حکومت میں گیا ہوں ، بخدا میں نے ہرگز کوئی بادشاہ اپنی قوم میں اتنا محترم نہیں دیکھا جس قدر محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم) اپنے اصحاب میں معزز ہیں ۔ایک روایت میں ہے ''میں نے کبھی ایسا بادشاہ نہیں دیکھا کہ اس کے رفیق اس کی اس قدر تعظیم کرتے ہوں جتنی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کے اصحاب علیہم الرضوان آپ کی تعظیم کرتے ہیں۔ تحقیق کہ میں نے ایسی قوم دیکھی ہے جو کبھی بھی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کو نہیں چھوڑے گی اور ہمیشہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی تعظیم کرتی رہے گی۔''

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں چاہتا تھا کہ کسی امر کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم سے سوال کروں لیکن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی ہیبت کے سبب دوسال تک مؤخر کرتا رہا۔'' (الشفاء ،الباب الثالث، ج ۲ ،ص ۷۱)

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم سے زیادہ نہ تو کوئی محبوب تھا اور نہ میری نگاہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم سے زیادہ کوئی محترم تھا اس کے باوجود آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کے احترام کے سبب میں آنکھ بھر کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کے جمال کی زیارت نہ کرسکتا تھا۔ اگر مجھ سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کی صفت پوچھی جائے تو میں بیان نہیں کرسکوں گا کیونکہ میں آنکھ بھر کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کے جمال سے بہرہ نہیں ہوسکتا تھا۔''

(الشفاء، الباب الثالث، ج ۲، ص ٦٨)

حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بارگاہ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم میں اس حال میں حاضر ہوا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کے گرد اس طرح بیٹھے ہوئے تھے گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہیں۔

(الشفاء، الباب الثالث، ج ۲، ص ٦٩)

(یعنی وہ اپنے سروں کو حرکت نہیں دے رہے تھے کیونکہ پرندہ اس جگہ بیٹھتا ہے جو ساکن ہو۔)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اطلاع ملی کہ کابس بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کے (صورۃً) مشابہ ہیں جب حضرت کابس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر کے دروازے سے داخل ہوئے تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے تخت سے اٹھ کھڑے ہوئے ان کا استقبال کیا، ان کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور انھیں مرغَب (ایک مقام) عنایت فرمایا (یہ سب کچھ اس لئے تھا کہ) ان کی صورت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم سے ملتی جلتی تھی۔

(الشفاء، الباب الثالث، ج ۲، ص ۸۸)

اگر اجلہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کی تعظیم اور اس بابرکت بارگاہ کے احترام میں مبالغہ کرنے اور ہر باب میں آداب کی رعایت کرنے کی روایات کا احاطہ کیا جائے تو کلام طویل ہو جائیگا۔ تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان اس ذات کریم کو بہترین القاب، کمالِ تواضع اور مرتبہ و مقام کی انتہائی رعایت سے خطاب کرتے تھے اور ابتداءِ کلام میں صلوٰۃ کے بعد " فَدَیْتُکَ بِاَبِیْ وَ اُمِّیْ " میرے والدین بھی آپ پر فدا ہوں، یا " بِنَفْسِیْ اَنْتَ یَارَسُوْل! " میری جان آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم پر نثار ہے، جیسے کلمات استعمال کرتے تھے اور فیض صحبت کی فراوانی کے باوجود، محبت کی شدت کے تقاضے کی بنا پر، تعظیم و توقیر میں کوتاہی اور تقصیر کے مرتکب نہیں ہوتے تھے بلکہ ہمیشہ حضور سید الانام صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی تعظیم و اجلال میں اضافہ کرتے تھے۔

تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور تعظیمِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم

اسی طرح تابعین اور تبع تابعین بھی صحابہ کرام علیہم الرضوان کی تعظیم آثار کے معاملہ میں انھیں کے نقش قدم پر تھے۔ حضرت مصعب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا ذکر کیا جاتا تو ان کے چہرے کا رنگ متغیر ہو جاتا ان کی پشت جھک جاتی یہاں تک کہ یہ امر ان کے ہمنشینوں پر گراں گزرتا۔

ایک دن حاضرین نے امام مالک رضی اللہ عنہ سے ان کی اس کیفیت کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا: جو کچھ میں نے دیکھا ہے، تم دیکھتے تو مجھ پر اعتراض نہ کرتے۔ میں نے قاریوں کے سردار حضرت محمد بن منکدر کو دیکھا کہ میں نے جب بھی

ان سے کوئی حدیث پوچھی تو وہ رو دیتے یہاں تک کہ مجھے ان کے حال پر رحم آتا تھا۔

(الشفاء، الباب الثالث، ج ۲، ص ۷۳)

واقعاتِ تعظیم

۵ ھ میں غزوہ بنی المصطلق سے واپسی کے وقت قافلہ قریب مدینہ ایک پڑاؤ پر ٹھہرا تو ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ضرورت کے لئے کسی گوشہ میں تشریف لے گئیں، وہاں آپ کا ہار ٹوٹ گیا اسکی تلاش میں مشغول ہوگئیں ادھر قافلہ نے کوچ کیا اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا محمل شریف اونٹ پر کس دیا اور انھیں یہی خیال رہا کہ ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس میں ہیں اور قافلہ چل دیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آکر قافلہ کی جگہ بیٹھ گئیں اور آپ نے خیال کیا کہ میری تلاش میں قافلہ ضرور واپس ہوگا۔

قافلے کے پیچھے گری پڑی چیز اٹھانے کے لئے ایک صاحب رہا کرتے تھے۔ اس موقع پر حضرت صفوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کام پر تھے جب وہ آئے اور انھوں نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دیکھا تو بلند آواز سے " اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ " پکارا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کپڑے سے پردہ کرلیا انھوں نے اپنی اونٹنی بٹھائی، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس پر سوار ہو کر لشکر میں پہنچیں۔ منافقین سیاہ باطن نے اوہامِ فاسدہ پھیلائے اور آپ رضی اللہ عنہا کی شان میں بدگوئی شروع کی بعض مسلمان بھی اُن کے فریب میں آگئے اور انکی زبان سے بھی کوئی کلمۂ بے جا سرزد ہوا۔ ام المومنین رضی اللہ عنہا بیمار ہوگئیں اور ایک ماہ تک بیمار رہیں اس زمانہ میں انھیں اطلاع نہ ہوئی کہ منافقین ان کی نسبت کیا بک رہے ہیں۔

ایک روز ام مسطح سے انھیں یہ خبر معلوم ہوئی اس سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مرض اور بڑھ گیا اور اس صدمہ میں اس قدر روئیں کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے آنسو نہ تھمتے تھے اور نہ ایک لمحہ کیلئے نیند آتی تھی۔ اس حال میں سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم پر وحی نازل ہوئی اور حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طہارت میں آیات قرآنی نازل ہوئیں جن سے آپ کا شرف و مرتبہ بڑھایا گیا اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طہارت و فضیلت ازحد بیان ہوئی۔

سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے برسرِ منبر بقسم فرمادیا تھا کہ مجھے اپنے اہل کی پاکی و خوبی بالیقین معلوم ہے تو جس شخص نے ان کے حق میں بدگوئی کی ہے اس کی طرف سے میرے پاس کون معذرت پیش کرسکتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: منافقین بالیقین جھوٹے ہیں ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا بالیقین پاک ہیں، اللہ تعالیٰ نے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے جسم پاک کو مکھی کے بیٹھنے سے محفوظ رکھا کہ وہ نجاستوں پر بیٹھتی ہے، کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو بدعورت کی صحبت سے محفوظ نہ رکھے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اسی طرح آپ رضی اللہ عنہا کی طہارت بیان کی اور عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا سایہ زمین پر نہ پڑنے دیا تا کہ اس سایہ پر کسی کا قدم نہ پڑے تو جو پروردگار عزوجل آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے سایہ کو محفوظ رکھتا ہے کس طرح ممکن ہے کہ وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے اہل کو محفوظ نہ فرمائے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے عرض کیا: کہ ایک جوں کا خون لگنے سے پروردگارِ عالم عزوجل نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو نعلین اتار دینے کا حکم دیا، جو پروردگار عزوجل آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے نعلین کی اتنی سی بات رَوا، نہ فرمائے ممکن نہیں کہ وہ آپ صلی

اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے اہل کی آلودگی گوارا کرے۔ اسی طرح بہت سے صحابہ علیہم الرضوان اور صحابیات رضی اللہ عنھن نے قسمیں کھائیں۔

(مدارج النبوت، قسم سوئم، باب پنجم، ازھجرت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ج ۲، ص ۱۵۹)

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایت ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے حدیبیہ کے موقع پر آپ رضی اللہ عنہ کو قریش کے پاس بھیجا تو قریش نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو طواف کعبہ کی اجازت دے دی لیکن حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ کہہ کرانکار کر دیا کہ: مَا كُنْتُ لِاَفْعَلَ حَتّٰی يَطُوْفَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ میں اس وقت تک طواف نہیں کرسکتا جب تک کہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم طواف نہیں کرتے۔ (الشفاء، الباب الثالث، ج ۲، ص ۷۰)

بے نظیر ضیافت

ایک مرتبہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی ضیافت کی اور عرض کیا: یا رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم! میرے غریب خانہ پر اپنے دوستوں سمیت تشریف لائیں اور ماحضر تناول فرمائیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے یہ دعوت قبول فرمالی اور وقت پر مع صحابہ کرام علیہم الرضوان کے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر تشریف لے چلے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے پیچھے چلنے لگے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کا ایک ایک قدم مبارک جوان کے گھر کی طرف چلتے ہوئے زمین پر پڑ رہا تھا گننے لگے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے دریافت فرمایا: اے عثمان! یہ میرے قدم کیوں گن رہے ہو؟ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا:

یارسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، میں چاہتا ہوں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے ایک ایک قدم کے عوض میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی تعظیم وتوقیر کی خاطر ایک ایک غلام آزاد کروں چنانچہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے گھر تک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے جس قدر قدم پڑے اسی قدر غلام حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آزاد کئے۔ (جامع المعجزات، ص ۲۵۷)

شاہکار تعظیم

غزوہ خیبر سے واپسی میں منزل صہبا پر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے نماز عصر پڑھ کر مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے زانو پر سر مبارک رکھ کر آرام فرمایا: مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے نماز عصر نہ پڑھی تھی، آنکھ سے دیکھ رہے تھے کہ وقت جارہا ہے مگر اس خیال سے کہ زانو سرکاؤں تو شاید خواب مبارک میں خلل آئے زانو نہ ہٹایا یہاں تک کہ آفتاب غروب ہوگیا۔ جب چشم اقدس کھلی مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اپنی نماز کا حال عرض کیا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے دعا کی، ڈوبا ہوا سورج پلٹ آیا، مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے نماز عصر ادا کی، پھر ڈوب گیا اس سے ثابت ہوا کہ افضل العبادات نماز، وہ بھی نماز وسطیٰ یعنی عصر مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی نیند پر قربان کردی کہ عبادتیں بھی ہمیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ہی کے صدقہ میں ملیں۔

(الشفاء، ج ۱، ص ۵۹٤ـ شواھد النبوۃ، رکن سادس، ص ۲۲۰)

بوقت ہجرت غار ثور میں پہلے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ گئے اپنے کپڑے پھاڑ پھاڑ کر اس کے سوراخ بند کئے ایک سوراخ باقی رہ گیا اس میں پاؤں کا انگوٹھا رکھ دیا، پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو بلایا تشریف لے گئے اور انکے زانو پر سر اقدس

رکھ کر آرام فرمایا اس غار میں ایک سانپ مشتاقِ زیارت رہتا تھا، اس نے اپنا سر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاؤں پر ملا انھوں نے اس خیال سے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی نیند میں فرق نہ آئے پاؤں نہ ہٹایا۔ آخر اس نے پاؤں میں کاٹ لیا جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے آنسو چہرہ انور پر گرے چشم مبارک کھلی، عرض حال کیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے لعاب دہن لگا دیا فوراً آرام ہو گیا۔ ہر سال وہ زہر عود کرتا، بارہ برس بعد اسی سے شہادت پائی۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جان بھی سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی نیند پر قربان کی۔ (مدارج النبوت، ج ۲، ص ۵۸)

ان ہی نکات کو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے اپنے ان اشعار میں بیان فرمایا ہے:

مولا علی نے واری تری نیند پر نماز
اور وہ بھی عصر سب سے جو اعلیٰ خطر کی ہے

صدیق بلکہ غار میں جاں اس پہ دے چکے
اور حفظ جاں تو جان فروض غرر کی ہے

ہاں تو نے ان کو جان انھیں پھیر دی نماز
پر وہ تو کر چکے تھے جو کرنی بشر کی ہے

ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فروع ہیں
اصل الاصول بندگی اس تاجور کی ہے

(حدائق بخشش)

ادبِ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم

صحیح بخاری میں سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم قبیلہ بنی عمرو بن عوف میں صلح کرانے کے واسطے تشریف لے گئے۔ جب نماز کا وقت ہوا مؤذن نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کیا آپ لوگوں کو نماز پڑھائیں گے تاکہ میں اقامت کہوں، فرمایا: ہاں! اور انھوں نے امامت کی، اس عرصہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم بھی تشریف لے آئے اور صف میں قیام فرمایا، جب نمازیوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو دیکھا تو تصفیق کی (بائیں ہاتھ کی پشت پر دائیں ہاتھ کی انگلیاں اس طرح مارنا کہ آواز پیدا ہو، تصفیق کہلاتا ہے۔) اس غرض سے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خبردار ہو جائیں کیونکہ ان کی عادت تھی کہ نماز میں کسی طرف توجہ نہ کرتے تھے جب صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تصفیق کی آواز سنی تو گوشۂ چشم سے دیکھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم تشریف فرما ہیں، لہذا پیچھے ہٹنے کا قصد کیا اس پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اشارہ سے فرمایا کہ اپنی ہی جگہ پر قائم رہو، صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دونوں ہاتھ اٹھائے اس نوازش پر کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے مجھے امامت کا حکم فرمایا، اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور پیچھے ہٹ کر صف میں کھڑے ہو گئے اور رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم آگے بڑھے۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ ابوبکر! جب میں خود تمھیں حکم کر چکا تھا تو تم کو اپنی جگہ پر کھڑے رہنے سے کون سی چیز مانع تھی عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم! ابو قحافہ کا بیٹا اس لائق نہیں کہ رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے آگے بڑھ کر نماز پڑھائے۔

(صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب من دخل لیؤم الناس ....الخ، الحدیث ٦٨٤، ج ١، ص ٢٤٤)

عزتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کیلئے مر مٹنے کا جذبہ

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشہور اور بڑے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے ہیں۔فرماتے ہیں کہ میں بدر کی لڑائی میں میدان میں لڑنے والوں کی صف میں کھڑا تھا۔میں نے دیکھا کہ میرے دائیں اور بائیں جانب انصار کے دوکم عمر لڑکے ہیں۔ مجھے خیال ہوا کہ میں اگر قوی اور مضبوط لوگوں کے درمیان ہوتا تو اچھا تھا کہ ضرورت کے وقت ایک دوسرے کی مدد کرسکتے میرے دونوں جانب بچے ہیں یہ کیا مدد کرسکیں گے۔اتنے میں ان دونوں لڑکوں میں سے ایک نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا، چچا جان تم ابوجہل کو پہچانتے ہو میں نے کہا ہاں پہچانتا ہوں تمہاری کیا غرض ہے؟ اس نے کہا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کی شان میں گالیاں بکتا ہے۔اُس ذات پاک کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر میں اسکو دیکھ لوں تو میں اس سے جدا نہیں ہوں گا یہاں تک کہ وہ مرجائے یا میں مرجاؤں مجھے اس کے سوال اور جواب پر تعجب ہوا۔اتنے میں دوسرے نے یہی سوال کیا اور جو پہلے نے کہا تھا وہی اس نے بھی کہا اتفاقاً ابوجہل میدان میں مجھے دوڑتا ہوا نظر آ گیا میں نے ان دونوں سے کہا کہ تمہارا مطلوب جس کے بارے میں تم مجھ سے سوال کررہے تھے وہ جارہا ہے۔دونوں یہ سنکر تلواریں ہاتھ میں لئے ہوئے ایک دم بھاگے چلے گئے اور جا کر اس پر تلوار چلانی شروع کردی یہاں تک کہ اس کو گرادیا۔

(صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب ۱۰، الحدیث ۳۹۸۸، ج۳، ص ۱۴)

گستاخی کی سزا

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کی ایک بیٹی حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں جو اپنی بہن حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے تین برس بعد پیدا ہوئیں جبکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کی عمر شریف ۳۳ برس تھی۔ اور بعض نے حضرت رقیہ کو حضرت زینب سے بڑی بتایا ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ لیکن صحیح یہی ہے کہ وہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے چھوٹی تھیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کے چچا ابولہب کے بیٹے عتبہ سے نکاح ہوا تھا۔ جب سورۂ تبت نازل ہوئی تو ابولہب نے اس سے اور اس کے دوسرے بھائی عتیبہ، جس کے نکاح میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کی تیسری شہزادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں، سے یہ کہا کہ میری ملاقات تم سے حرام ہے اگر تم محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم) کی بیٹیوں کو طلاق نہ دیدو، اس پر دونوں نے طلاق دیدی۔ یہ دونوں نکاح بچپن میں ہوئے تھے رخصتی کی نوبت بھی نہیں آئی تھی۔ اسکے بعد فتح مکہ پر حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے خاوند مسلمان ہوگئے تھے مگر بیوی کو پہلے ہی طلاق دے چکے تھے حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرصہ ہوا ہو چکا تھا اور حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دونوں مرتبہ حبشہ کی ہجرت کی۔

(المواھب اللدنیۃ،المقصد الثانی،الفصل الثانی فی ذکر اولادہ الکرام، ج۲،ص ۶۱)

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کی تیسری شہزادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں اس میں اختلاف ہے کہ ان میں اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما میں سے کون بڑی تھیں اکثر کی رائے یہ ہے ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا بڑی تھیں۔ اول عتیبہ بن ابی لہب

سے نکاح ہوا مگر رخصتی نہیں ہوئی تھی کہ سورۂ تبّت کے نازل ہونے پر طلاق کی نوبت آئی جیسا کہ حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بیان میں گزرا لیکن ان کے خاوند تو مسلمان ہوگئے تھے جیسا کہ گزر چکا اور ان کے خاوند عتیبہ نے طلاق دی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی خدمت اقدس میں آ کر نہایت گستاخی و بے ادبی سے پیش آیا اور نامناسب الفاظ بھی زبان سے نکالے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے دعائے ضرر، دی کہ یا اللہ! عزوجل اپنے کتوں میں سے ایک کتا اس پر مسلط فرما، ابو طالب اس وقت موجود تھا باوجود مسلمان نہ ہونے کے سہم گیا اور کہا کہ اس دعائے ضرر سے تجھے خلاصی نہیں۔ چنانچہ عتیبہ ایک مرتبہ شام کے سفر میں جارہا تھا اس کا باپ ابولہب باوجود ساری عداوت اور دشمنی کے کہنے لگا کہ محمد کی دعائے ضرر کی فکر ہے، قافلے کے سب لوگ ہماری خبر رکھیں۔ ایک منزل پر پہنچے وہاں شیر زیادہ تھے، رات کو تمام قافلے کا سامان ایک جگہ جمع کیا اور اس کا ٹیلا سا بنا کر اس پر عتیبہ کو سلایا اور قافلے کے تمام آدمی چاروں طرف سوئے۔ رات کو ایک شیر آیا اور سب کے منہ سونگھے اسکے بعد ایک جست لگائی اور اس ٹیلے پر پہنچ کر عتیبہ کا سر بدن سے جدا کر دیا، اس نے ایک آواز دی مگر ساتھ ہی کام تمام ہو چکا تھا۔ بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ یہ مسلمان ہو چکا تھا اور یہ قصہ پہلے بھائی کے ساتھ پیش آیا۔ بہر حال حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پہلے شوہروں میں سے ایک مسلمان ہوئے دوسرے کے ساتھ یہ عبرت کا واقعہ پیش آیا۔

(المرجع السابق، ص ٦٢)

تعظیمِ ارشادِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم

﴿1﴾ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم نے ایک شخص کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی دیکھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم نے اس کو نکال کر پھینک دیا اور فرمایا: کیا تم میں کوئی چاہتا ہے کہ آگ کا انگارا اپنے ہاتھ میں ڈالے۔ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کے تشریف لے جانے کے بعد کسی نے اس شخص سے کہا تو اپنی انگوٹھی اٹھا اور بیچ کر اس سے فائدہ اٹھا، اس نے جواب دیا نہیں اللہ عزوجل کی قسم میں اسے کبھی نہیں لونگا جب رسول خدا عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم نے اسے پھینک دیا ہے تو میں اسے کیسے لے سکتا ہوں؟

(مشکوٰۃ، کتاب اللباس، باب الخاتم، الفصل الاول، الحدیث ٤٣٨٥، ج ٢، ص ٤٨١)

﴿2﴾ حضرت عمرو بن شعیب کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ سفر میں ہم لوگ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کے ساتھ تھے۔ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میرے اوپر ایک چادر تھی جو کسم کے رنگ میں ہلکی سی رنگی ہوئی تھی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم نے دیکھ کر فرمایا: یہ کیا اوڑھ رکھا ہے؟ مجھے اس سوال سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کی ناگواری کے آثار معلوم ہوئے۔ گھر والوں کے پاس واپس ہوا تو انہوں نے چولھا جلا رکھا تھا میں نے وہ چادر اس میں ڈال دی۔ دوسرے روز جب حاضر ہوا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم نے فرمایا کہ وہ چادر کیا ہوئی۔ میں نے قصہ سنا دیا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عورتوں میں سے کسی کو کیوں نہ پہنا دی عورتوں کے پہننے میں تو کوئی مضایقہ نہ تھا۔

(سنن ابی داود، کتاب اللباس، باب فی الحمرۃ، الحدیث ٤٠٦٦، ج ٤، ص ٧٣)

﴿۳﴾ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم ایک مرتبہ دولت کدے سے باہر تشریف لے جارہے تھے راستے میں ایک قبہ (گنبددار حجرہ) دیکھا جو اوپر بنا ہوا تھا۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے دریافت کیا، یہ کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا: فلاں انصاری نے قبہ بنایا ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم سن کر خاموش رہے کسی دوسرے وقت وہ انصاری حاضر خدمت ہوئے۔ سلام عرض کیا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے اعراض فرمایا، سلام کا جواب بھی نہ دیا انہوں نے اس خیال سے کہ شاید خیال نہ ہوا ہو دوبارہ سلام عرض کیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے پھر اعراض فرمایا اور جواب نہیں دیا وہ اس کے کیسے متحمل ہوسکتے تھے صحابہ کرام علیہم الرضوان سے جو وہاں موجود تھے کہا: خدا عزوجل کی قسم! سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم تو مجھے ناپسند فرمارہے ہیں۔ انھوں نے کہا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم باہر تشریف لے گئے تھے راستہ میں تمہارا قبہ دیکھا تھا اور دریافت فرمایا تھا کہ کس کا ہے؟

یہ سن کر وہ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوراً گئے اور اس کو توڑ کر ایسا زمین کے برابر کردیا کہ نام ونشان بھی نہ رہا اور پھر آکر عرض بھی نہیں کیا۔ اتفاقاً حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم ہی کا اس جگہ کسی دوسرے موقع پر گزر ہوا تو دیکھا کہ وہ قبہ وہاں نہیں ہے، دریافت فرمایا صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا انصاری نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کے اعراض کو، کئی روز ہوئے ذکر کیا تھا، تو ہم نے کہہ دیا تھا تمھارا قبہ دیکھا ہے انھوں نے آکر اس کو بالکل توڑ دیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر تعمیر آدمی پر وبال ہے مگر وہ تعمیر جو سخت ضرورت اور مجبوری کی ہو۔

(سنن ابی داود، کتاب الادب، باب ماجاء فی البناء، الحدیث ۵۲۳۷، ج ٤، ص ٤٦٠)

﴿۴﴾ حضرت رافع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ایک مرتبہ ہم لوگ ایک سفر میں حضور صلی اللہ تعالیٰ

علیہ والہ وسلم کے ہم رکاب تھے اور ہمارے اونٹوں پر چادریں پڑی ہوئی تھیں جن میں سرخ ڈورے تھے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں دیکھتا ہوں کہ یہ سرخی تم پر غالب ہوتی جاتی ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا یہ ارشاد فرمانا تھا کہ ہم لوگ ایک دم ایسے گھبرا کے اٹھے کہ ہمارے بھاگنے سے اونٹ بھی ادھر ادھر بھاگنے لگے اور ہم نے فوراً سب چادریں اونٹوں سے اتارلیں۔

(سنن ابی داود، کتاب اللباس، باب فی الحمرة، الحدیث ٤٠٧٠، ج ٤، ص ٧٤)

﴿٥﴾ وائل بن حجر کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حاضر خدمت ہوا میرے سر کے بال بہت بڑھے ہوئے تھے میں سامنے آیا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''ذباب، ذباب'' میں یہ سمجھا کہ میرے بالوں کو ارشاد فرمایا واپس گیا، اور ان کو کٹوا دیا۔ جب دوسرے دن خدمت میں حاضر ہوا تو ارشاد فرمایا: میں نے تجھے نہیں کہا تھا لیکن یہ اچھا کیا۔ (سنن ابی داود، کتاب الترجل، باب فی تطویل الجمة، الحدیث ٤١٩٠، ج ٤، ص ١١٢)

﴿٦﴾ عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کا ایک نوعمر بھتیجا خذف سے کھیل رہا تھا انھوں نے دیکھا اور فرمایا برادر زادہ ایسا نہ کرو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس سے فائدہ کچھ نہیں نہ شکار ہوسکتا ہے نہ دشمن کو نقصان پہنچایا جاسکتا ہے اور اتفاقاً کسی کو لگ جائے تو آنکھ پھوٹ جائے، دانت ٹوٹ جائے۔ بھتیجا کم عمر تھا اس لئے جب چچا کو غافل دیکھا تو پھر کھیلنے لگا۔ انھوں نے دیکھ لیا فرمایا کہ میں تجھے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا ارشاد سناتا ہوں کہ اس سے انہوں نے منع فرمایا ہے اور تو پھر اس کام کو کرتا ہے خدا عزوجل کی قسم تجھ سے کبھی بات نہیں کروں گا۔ ایک دوسرے قصہ میں اس کے بعد ہے کہ

خدا عزوجل کی قسم! تیرے جنازے کی نماز میں شریک نہ ہوں گا اور نہ تیری عیادت کروں گا۔

(سنن ابن ماجه، كتاب السنة، باب تعظيم حديث رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه واٰلهٖ وسلم ...الخ، الحديث ١٧، ج ١، ص ١٩)

نوٹ: خذف یہ ہے کہ انگوٹھے پر چھوٹی سی کنکری رکھ کر انگلی سے پھینکی جائے یہ بچوں کا ایک بیکار اور اندیشہ ناک کھیل ہے۔ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کے بھتیجے نے ارشادِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم سن لینے کے بعد بھی پابندی نہ کی جسے صحابی رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم و رضی اللہ تعالیٰ عنہ برداشت نہ کر سکے اور ترک کلام کی قسم کھالی۔ آج مسلمان اپنے حالات پر غور کریں کہ احادیث رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم اور ارشادات سرورکائنات علیہ الصلوات والتحیات کی پابندی ہم میں کتنی ہے؟

﴿۷﴾ حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک صحابی ہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے کچھ طلب کیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے عطا فرمایا، پھر کسی موقع پر کچھ مانگا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے پھر مرحمت فرمایا، تیسری دفعہ پھر سوال کیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے عطا فرمایا اور ارشاد فرمایا: کہ اے حکیم! یہ مال سبز باغ ہے ظاہر میں بڑی میٹھی چیز ہے مگر اس کا دستور یہ ہے کہ اگر دل کے استغناء سے ملے تو اس میں برکت ہوتی ہے اور اگر طمع اور لالچ سے حاصل ہو تو اس میں برکت نہیں ہوتی ایسا ہو جاتا ہے (جیسے جوع البقر کی بیماری ہو) کہ ہر وقت کھاتے جائے اور پیٹ نہ بھرے۔ حکیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم! آپ کے بعد اب کسی سے کچھ قبول نہیں کروں گا حتی کے دنیا سے رخصت ہو جاؤں۔ اسکے

بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں حکیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بیت المال سے کچھ عطا کرنے کا ارادہ فرمایا انھوں نے انکار کر دیا اسکے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں بار بار اصرار کیا مگر انھوں نے انکار ہی کیا۔

(صحیح البخاری، کتاب الزکاۃ، باب الاستعفاف عن المسألۃ، الحدیث ۱۴۷۲، ج ۱، ص ۴۹۷)

﴿۸﴾ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا بڑی سخی تھیں۔ اول جو کچھ خرچ کرتی تھیں اندازہ سے ناپ تول کر خرچ کرتی تھیں مگر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ باندھ باندھ کر نہ رکھا کرو اور حساب نہ لگایا کرو جتنا بھی قدرت میں ہو خرچ کیا کرو تو پھر خوب خرچ کرنے لگیں۔ اپنی بیٹیوں اور گھر کی عورتوں کو نصیحت کیا کرتی تھیں کہ اللہ عزوجل کے راستے میں خرچ کرنے اور صدقہ کرنے میں ضرورت سے زیادہ ہونے اور بچنے کا انتظار نہ کیا کرو کہ اگر ضرورت سے زیادتی کا انتظار کرتی رہو گی تو ہونے کا ہی نہیں (کہ ضرورت خود بڑھتی رہتی ہے) اور اگر صدقہ کرتی رہو گی تو صدقہ میں خرچ کر دینے سے نقصان میں نہ رہو گی۔ (الطبقات الکبریٰ، ج ۸، ص ۱۹۸)

﴿۹﴾ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے شاگرد سے فرمایا کہ میں تمھیں اپنا اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کا جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی سب سے زیادہ لاڈلی بیٹی تھیں، قصہ سناؤں! شاگرد نے عرض کیا ضرور، فرمایا کہ وہ اپنے ہاتھ سے چکی پیستی تھیں جس کی وجہ سے ہاتھوں میں نشان پڑ گئے تھے اور خود پانی کی مشک بھر کر لاتی تھیں جس کی وجہ سے سینہ پر مشک کی رسی کے نشان پڑ گئے تھے اور گھر میں جھاڑو وغیرہ خود ہی دیتی تھیں جسکی وجہ سے تمام کپڑے میلے ہو جایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کے پاس کچھ غلام باندیاں آئیں میں نے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا تم بھی جا کر حضور صلی اللہ

تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم سے ایک خدمت گار مانگ لوتا کہ تم کو کچھ مدد مل جائے۔ وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں وہاں مجمع تھا اور حیاء مزاج میں بہت زیادہ تھی اس لئے حیاء کی وجہ سے سب کے سامنے باپ سے بھی مانگتے ہوئے شرم آئی، واپس آ گئیں۔ دوسرے روز حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم خود تشریف لائے، ارشاد فرمایا کہ فاطمہ! رضی اللہ عنہا کل تم کس کام کے لئے گئی تھیں وہ حیاء کی وجہ سے چپ ہو گئیں۔ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم ان کی یہ حالت ہے کہ چکی کی وجہ سے ہاتھوں میں گٹھے پڑ گئے اور مشک کی وجہ سے سینہ پر رسی کے نشان ہو گئے، ہر وقت کے کام کاج کی وجہ سے کپڑے میلے رہتے ہیں۔ میں نے کل ان سے کہا تھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کے پاس خادم آئے ہوئے ہیں ایک یہ بھی مانگ لیں اس لئے گئی تھیں۔

بعض روایات میں آیا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ یارسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم! میرے اور علی رضی اللہ عنہ کے پاس ایک ہی بستر ہے اور وہ بھی مینڈھے کی ایک کھال ہے رات کو اسکو بچھا کر سو جاتے ہیں صبح کو اسی پر گھاس دانہ ڈال کر اونٹ کو کھلاتے ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بیٹی صبر کرو! حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی بیوی کے پاس دس برس تک ایک ہی بچھونا تھا وہ بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چوغہ تھا رات کو بچھا کر اسی پر سو جاتے تھے، تو تقویٰ حاصل کرو اور اللہ عزوجل سے ڈرو اور اپنے پروردگار عزوجل کا فریضہ ادا کرتی رہو اور گھر کے کام کاج کو انجام دیتی رہو اور جب سونے کے واسطے لیٹا کرو تو سبحان اللہ ۳۳ مرتبہ اور الحمدللہ ۳۳ مرتبہ اور اللہ اکبر ۳۴ مرتبہ پڑھ لیا کرو یہ خادم سے زیادہ اچھی چیز ہے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا میں اللہ عزوجل سے اور اس کے رسول صلی اللہ

تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم سے راضی ہوں ۔

(سنن ابی داود، کتاب الادب،باب فی التسبیح عند النوم، الحدیث٥٠٦٣، ج٤، ص٤٠٩)

﴿۱۰﴾ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھانجے تھے اور وہ ان سے بہت محبت فرماتی تھیں ۔انھوں نے ہی گویا بھانجے کو پالا تھا۔حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اس فیاضی سے پریشان ہوکر کہ خود تکلیفیں اٹھاتیں اور جو آئے فوراً خرچ کردیتیں ایک مرتبہ کہہ دیا کہ خالہ کا ہاتھ کس طرح روکنا چاہئے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بھی یہ فقرہ پہنچ گیا۔اس پر ناراض ہوگئیں کہ میرا ہاتھ روکنا چاہتا ہے اوران سے نہ بولنے کی نذر کے طور پر قسم کھائی۔حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خالہ کی ناراضگی سے بہت صدمہ ہوا، بہت لوگوں سے سفارش کرائی مگر انھوں نے اپنی قسم کا عذر فرمادیا۔

آخر جب عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت ہی پریشان ہوئے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے ننھیال کے دو حضرات کو سفارشی بنا کر ساتھ لے گئے وہ دونوں حضرات اجازت لیکر اندر گئے یہ بھی چھپ کر ساتھ ہولئے جب وہ دونوں سے پردہ کے اندر بیٹھ کر بات چیت فرمانے لگیں تو یہ جلدی سے پردہ میں چلے گئے اور جا کر خالہ سے لپٹ گئے اور بہت روئے اور خوشامد کی وہ دونوں حضرات بھی سفارش کرتے رہے اور مسلمان سے بولنا چھوڑنے کے متعلق حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے ارشادات یاد دلاتے رہے اور احادیث میں جو ممانعت اس کی آئی ہے وہ سناتے رہے جس کی وجہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان کی تاب نہ لاسکیں اور رونے لگیں آخر معاف فرمادیا اور بولنے لگیں، لیکن اپنی قسم کے کفارہ میں بار بار غلام آزاد کرتی تھیں، حتی کہ

چالیس غلام آزاد کئے اور جب بھی اس قسم کے توڑنے کا خیال آجاتا اتنا روتیں کہ دوپٹا تک آنسوؤں سے بھیگ جاتا۔

(صحیح البخاری، کتاب الادب،باب الھجرۃ،الحدیث ٦٠٧٣، ج٣،ص١١٩)

شوقِ موافقت

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی وفات سے چند گھنٹے پیشتر اپنی صاحبزادی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دریافت کیا کہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے کفن میں کتنے کپڑے تھے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی وفات شریف کس دن ہوئی، اس سوال کی وجہ یہ تھی کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آرزو تھی کہ کفن و یوم وفات میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی موافقت ہو۔ حیات میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا اتباع تھا ہی وہ ممات میں بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ہی کی اتباع چاہتے تھے۔

(صحیح البخاری، کتاب الجنائز،باب موت یوم الاثنین،الحدیث ١٣٨٧، ج١، ص٤٦٨)

اللہ اللہ یہ شوق اتباع کیوں نہ ہو صدیق اکبر تھے

تعظیمِ تبرکات

﴿۱﴾ **مہر نبوت چوم لی:** حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلام لانے سے پہلے مختلف دینی و مذہبی راہنماؤں کے پاس آتے جاتے رہے۔ ہر مذہبی رہنما انھیں وصیت کیا کرتا کہ میرے بعد فلاں کے پاس جانا، یہ بھی پوچھ لیا کرتے کہ ان کی زندگی کے بعد کس کے پاس رہنا چاہیے، جب آپ نے آخری راہب سے پوچھا کہ اب مجھے کس کی خدمت میں رہنا ہوگا، اس نے کہا: اب دنیا میں کوئی ایسا شخص نظر نہیں آتا

جس کی صحبت میں تمھیں امن وسلامتی نصیب ہو، ہاں! عنقریب نبی آخرالزمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف لا رہے ہیں جو دین ابراہیمی پر ہوں گے، ان کی ہجرت گاہ ایسا مقام ہوگا جو دو پہاڑوں کے درمیان ہوگا اور اس میں کھجور کے درخت کثرت سے پائے جائیں گے، نبی آخرالزمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت ہوگی، آپ ہدیہ قبول کریں گے صدقہ نہیں کھائیں گے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس نصیحت کو پیش نظر رکھا اور ملک عرب کی طرف رخ کیا جونہی وہ مدینہ پہنچے تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہجرت کر کے قبا تشریف لا چکے تھے۔ سلمان آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں کچھ چیزیں لیکر حاضر ہوئے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: یہ صدقہ ہے، حضور قبول فرمائیے! آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے فرمایا: تم کھالو لیکن خود نہ کھایا۔ حضرت سلمان نے دل میں کہا ایک نشانی تو پوری ہوگئی۔ سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں بعد ازاں میں صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی جماعت میں مل گیا۔ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم قبا سے مدینہ تشریف لائے تو میں کچھ چیزیں لیکر حاضر خدمت ہوا اور عرض کی! حضور یہ ہدیہ ہے قبول فرمائیے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کیساتھ مل کر کھالیا۔ میں نے اپنے آپ سے کہا دو علامتیں پوری ہوگئیں۔

اس کے بعد میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوا جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جنت البقیع میں ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جنازہ پڑھانے کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے کندھوں پر دوشالہ تھا جسے آپ چادر اور ازار کے طور پر استعمال کر رہے تھے۔ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے

پیچھے ہولیا۔ جب کپڑے کا دامن ایک طرف ہوا تو میں نے مہرِ نبوت کو ویسا ہی پایا جیسے مجھے بتایا گیا تھا، میں جذبات سے اس قدر مغلوب ہوا کہ بے اختیار مہرِ نبوت کو بڑھ کر چوم لیا اور رونے لگا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے مجھے اپنے پاس بلالیا، میں نے اپنی ساری سرگزشت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کو سنائی آپ نے اسے پسند فرمایا، صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بھی میری سرگزشت سنی۔

(شواھد النبوۃ، رکن رابع، ص ۸٤)

﴿۲﴾ **موئے مبارک:** مقام حدیبیہ میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے بال بنوا کر تمام بال مبارک ایک سبز درخت پر ڈال دیئے۔ تمام اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم اسی درخت کے نیچے جمع ہوگئے اور بالوں کو ایک دوسرے سے چھیننے لگے۔ حضرت ام عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے بھی چند بال حاصل کرلئے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کے وصالِ ظاہری کے بعد جب کوئی بیمار ہوتا تو میں ان مبارک بالوں کو پانی میں ڈبو کر پانی مریض کو پلاتی تو ربُّ العزت اسے صحت عطا کردیتا۔

(مدارج النبوت، قسم سوئم، باب ششم، ج ۲، ص ۲۱۷)

﴿۳﴾ **لعاب مبارک:** عتبہ بن فرقد رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنھوں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں موصل کو فتح کیا ان کی بیوی ام عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ عتبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں ہم چار عورتیں تھیں ہم میں سے ہر ایک خوشبو لگانے میں کوشش کرتی تھیں تاکہ دوسری سے اطیب ہو اور عتبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوئی خوشبو نہ لگاتے تھے مگر اپنے ہاتھ سے تیل مل کر داڑھی کو مل لیتے تھے اور ہم میں سب سے زیادہ خوشبودار تھے

جب وہ باہر نکلتے تو لوگ کہتے کہ ہم نے عتبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خوشبو سے بڑھ کر کوئی خوشبونہیں سونگھی۔ ایک دن میں نے ان سے پوچھا کہ ہم استعمالِ خوشبو میں کوشش کرتی ہیں اورتم ہم سے زیادہ خوشبودار ہو، اس کا سبب کیا ہے انہوں نے جواب دیا کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کے عہد مبارک میں میرے بدن پر آبلے نمودار ہوئے میں خدمت نبوی میں حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم سے اس بیماری کی شکایت کی۔ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ کپڑے اتار دو۔ میں نے ستر کے علاوہ کپڑے اتار دیئے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کے سامنے بیٹھ گیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے اپنا لعاب اپنے دست مبارک پر ڈال کر میری پیٹھ اور پیٹ پر مل دیا اس دن سے مجھ میں خوشبو پیدا ہوگئی۔ (الاستیعاب، باب حرف العین، عتبہ بن فرقد، ج۳، ص۱۴۸)

﴿۴﴾ **پسینہ مبارک :** حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کے خادم حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم ہمارے یہاں تشریف لائے اور قیلولہ فرمایا۔ حالت خواب میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کو پسینہ آیا، میری ماں ام سُلیم نے ایک شیشی لی اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کا پسینہ مبارک اس میں ڈالنے لگیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم بیدار ہوئے اور فرمانے لگے: ام سلیم تم یہ کیا کرتی ہو؟ انہوں نے عرض کیا: یہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کا پسینہ ہے ہم اس کو اپنی خوشبو میں ڈالتے ہیں اور وہ سب خوشبوؤں سے عمدہ خوشبو ہے۔

دوسری روایت مسلم میں ہے کہ ام سلیم نے یوں عرض کیا ''یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم ہم اپنے بچوں کے لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کے عرق مبارک کی برکت

کے امیدوار ہیں۔'' آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم نے فرمایا: تونے سچ کہا۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کے عرق مبارک کو چہرے اور بدن پر مل دیا کرتے تھے اور وہ تمام بلاؤں سے محفوظ رہا کرتے تھے۔ (صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب طیب عرق النبی، الحدیث: ۲۳۳۱، ص ۱۲۷۲)

﴿ ۵ ﴾ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم ! میں نے اپنی بیٹی کا نکاح کردیا ہے، میں اسے اس کے خاوند کے گھر بھیجنا چاہتا ہوں، میرے پاس کوئی خوشبو نہیں آپ کچھ عنایت فرمائیں۔ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس موجود نہیں مگر کل صبح ایک چوڑے منہ والی شیشی اور کسی درخت کی لکڑی میرے پاس لے آنا۔ دوسرے روز وہ شخص شیشی اور لکڑی لیکر حاضر خدمت ہوا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم نے اپنے دونوں بازوؤں سے اس میں اپنا پسینہ مبارک ڈالنا شروع کیا یہاں تک کہ وہ بھر گئی پھر فرمایا کہ اسے لے جا کر اپنی بیٹی سے کہہ دینا کہ اس لکڑی کو شیشی میں تر کر کے مل لیا کرے۔ پس جب وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کے پسینہ مبارک کو لگاتی تو تمام اہل مدینہ کو اس کی خوشبو پہنچتی یہاں تک کہ اس کے گھر کا نام '' بیتُ الْمُطیبِین'' (یعنی خوشبو والوں کا گھر) ہوگیا۔

(شواھد النبوۃ، رکن خامس، ص ۱۸۱)

واللہ جو مل جائے مرے گل کا پسینہ　　مانگے نہ کبھی عطر نہ پھر چاہے دلہن پھول

﴿ ۶ ﴾ **ادب و برکت اندوزی:** حدیث شریف میں مروی ہے کہ ابو محذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیشانی میں بال اس قدر دراز تھے کہ جب وہ بیٹھتے اور ان بالوں کو چھوڑ دیتے

تو زمین پر پہنچتے۔ لوگوں نے ان سے پوچھا کہ آپ نے بالوں کو اتنا کیوں بڑھایا؟ انہوں نے کہا کہ اس وجہ سے ان کو نہیں کٹواتا کہ ایک وقت ان پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا دست مبارک لگا تھا اس لئے میں نے تبرکاً ان بالوں کو چھوڑ رکھا ہے۔

(مدارج النبوت، باب نہم، واجبات حقوق آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم ...الخ، ج۱، ص۳۱۶)

﴿۷﴾ **مسح دست کا کمال:** حافظ ابونعیم متوفی (۴۳۰ ھ) نے بروایت عباد بن عبدالصمد نقل کیا ہے۔ انھوں نے کہا کہ ہم حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہاں آئے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کنیز سے کہا کہ دستر خوان لاؤ تا کہ ہم چاشت کا کھانا کھائیں، وہ لے آئی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ وہ رومال لاؤ وہ ایک میلا رومال لے آئی۔ آپ نے فرمایا کہ تنور گرم کر اس نے تنور گرم کیا پھر آپ کے حکم سے رومال اس میں ڈال دیا گیا۔ وہ ایسا سفید نکلا گویا کہ دودھ ہے۔ ہم نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ انھوں نے فرمایا کہ یہ وہ رومال ہے جس سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم اپنے روئے مبارک کو مسح فرمایا کرتے تھے۔ جب یہ میلا ہو جاتا ہے تو اسے ہم یوں صاف کر لیتے ہیں کیونکہ آگ اس شے پر اثر نہیں کرتی جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے روئے مبارک پر سے گزری ہو۔

(شواھد النبوۃ، رکن خامس، ص ۱۸۱)

ہر چہ اسباب جمال است رخ خوب ترا
ہمہ بروجہ کمال است کما لایخفی

﴿۸﴾ **قطعہ پیراہن کی تاثیر:** حضرت محمد بن جابر کے دادا سنان ابن طلق الیمامی وفد بنی حنیفہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور

ایمان لائے۔ انھوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم مجھے اپنے کرتے کا ایک ٹکڑا عنایت فرمایئے میں اس سے انس رکھتا ہوں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے انکی درخواست منظور فرما کر اپنے کرتے کا ایک ٹکڑا عنایت فرمایا۔ محمد بن جابر کا بیان ہے کہ میرے والد نے مجھ سے بیان کیا، وہ قطعہ ہمارے پاس تھا ہم اسے دھو کر بغرض شفاء اپنے بیماروں کو پلایا کرتے تھے۔

(الخصائص الکبریٰ، باب ما وقع فی وفد بنی حنیفة من الآیات، ج ۲، ص ۲۶)

﴿ ۹ ﴾ **عصائے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی برکات:** جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میرے پاس غزوہ ذات الرقاع میں ایک اونٹ تھا جس کا گھٹنا ٹوٹا ہوا تھا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم میرے پاس سے گزرے مگر اونٹ کی سست روی اس بات کی اجازت نہ دیتی تھی کہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا ساتھ دے سکوں مجھ سے پوچھا گیا تو میں نے سارا ماجرا سنایا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے عصاء لیکر اونٹ پر تین مرتبہ گھسا اور پھر پانی کا چلو بھر کر اس پر چھڑکا اور حکم دیا کہ سوار ہو جاؤ مجھے قسم ہے اس خدا عزوجل کی جس نے ہم پر ایک سچا رسول مبعوث فرمایا، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم جس قدر تیز چلاتے تھے میرا اونٹ پیچھے نہ رہتا اور میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے ہمراہ ہی رہتا تھا۔ (الخصائص الکبریٰ، کتاب ذکر معجزاته فی ضروب الحیوانات، باب قصة الجمل والناقة، ج ۲، ص ۹۷)

﴿ ۱۰ ﴾ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا ہاتھ منبر رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم پر، جہاں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم بیٹھا کرتے تھے، رکھا اور پھر فرط محبت سے اپنے چہرے پر پھیر لیا۔

﴿11﴾ مسجد نبوی (علی صاحبہ الصلوۃ والسلام) سے ملحق حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مکان تھا جس کا پرنالا بارش میں آنے جانے والے نمازیوں پر گرا کرتا تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو اُٹھوا دیا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے پاس آئے اور کہنے لگے اللہ عزوجل کی قسم اس پرنالے کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے میری گردن پر سوار ہو کر لگایا تھا یہ سنکر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ آپ میری گردن پر سوار ہو کر اسکو پھر اسی جگہ لگا دیں، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

(وفاالوفاء، الفصل الثانی عشر، باب بین عمرو العباس، ج ۱، ص ۴۸۷)



عشق و محبت

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی اس وقت تک (کامل) مومن نہ ہوگا جب تک کہ میں اسے اس کے باپ، اس کی اولاد، اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔ (صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب حب الرسول... الخ، الحدیث ۱۵، ج ۱، ص ۱۷)

اسی طرح ایک دوسری حدیث میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: تین باتیں جس میں ہوں گی وہ حلاوت ایمان پا جائے گا۔ پہلی بات تو یہ کہ اس مردمومن کے نزدیک اللہ (عزوجل) اور اس کا رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) سب سے زیادہ محبوب ہوں۔ اور دوسری بات یہ کہ وہ کسی سے محبت کرے تو صرف اللہ عزوجل کے لئے کرے۔ اور تیسری بات یہ کہ کفر سے نجات پالینے کے بعد اس کی طرف پلٹ کر آنے کو اس طرح ناپسند کرے جس طرح وہ آگ میں ڈالے جانے کو ناپسند کرتا ہو۔

(صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب حلاوۃ الایمان، الحدیث ۱۶، ج ۱، ص ۱۷)

اس حدیث میں ایمان کی بنیاد اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی محبت کو بتایا گیا۔ اور اس محبت کو ایمان کی دوسری حلاوتوں پر مقدم کر کے اسکی غیر معمولی اہمیت بھی بتا دی گئی جس سے واضح ہو جاتا ہے کہ محبت رسول جان ایمان ہے۔

《۱》ایک روز حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے

عرض کیا کہ بے شک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم سوائے میری جان کے جو میرے دو پہلوؤں میں ہے، میرے نزدیک ہر شے سے زیادہ محبوب ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی ہرگز مومن (کامل) نہیں بن سکتا جب تک میں اس کے نزدیک اس کی جان سے زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں۔'' یہ سنکر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب میں عرض کیا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم پر کتاب نازل فرمائی۔ بیشک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم میرے نزدیک میری جان سے جو میرے دونوں پہلوؤں کے درمیان ہے زیادہ محبوب ہیں۔ اس پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا: ''اَلاٰن یا عمر یعنی ہاں اب! اے عمر!۔''

(صحیح البخاری، کتاب الایمان و النذور، باب کیف کانت یمین النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم، الحدیث ٦٦٣٢، ج ٤، ص ٢٨٣)

﴿۲﴾ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کا وقت آیا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے صاحبزادے سے اپنی تین حالتیں بیان کیں۔ دوسری حالت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''کوئی شخص میرے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم سے زیادہ محبوب اور میری آنکھوں میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم سے زیادہ جلالت و ہیبت والا نہ تھا۔ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی ہیبت کے سبب سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی طرف نظر بھر کر نہ دیکھ سکتا تھا۔'' (الشفاء، الباب الثالث، ج ٢، ص ٦٨)

﴿۳﴾ جب فتح مکہ کے دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد ابوقحافہ ایمان لائے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم خوش ہوئے۔ اس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ

تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: ''قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو دین حق کے ساتھ بھیجا ہے، ان (ابوقحافہ) کے اسلام کی نسبت (آپ کے چچا) ابوطالب کا اسلام (اگر وہ اسلام لاتے) میری آنکھوں کو زیادہ ٹھنڈا کرنے والا تھا۔''

(الشفاء بتعریف حقوق المصطفی صلی اللہ علیہ وسلم، الباب الثانی، ج ۲، ص ۴۱)

﴿۴﴾ حضرت ثمامہ بن اُثال یمامی جو اہل یمامہ کے سردار تھے ایمان لاکر کہنے لگے:

''خدا عزوجل کی قسم میرے نزدیک روئے زمین پر کوئی چہرہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے چہرے سے زیادہ مبغوض نہ تھا۔ آج وہی چہرہ مجھے سب چہروں سے زیادہ محبوب ہے۔ اللہ عزوجل کی قسم میرے نزدیک کوئی دین آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے دین سے زیادہ برانہ تھا اب وہی دین میرے نزدیک سب دینوں سے زیادہ محبوب ہے۔ اللہ عزوجل کی قسم میرے نزدیک کوئی شہر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے شہر سے زیادہ مبغوض نہ تھا۔ اللہ عزوجل کی قسم اب وہی شہر میرے نزدیک سب شہروں سے زیادہ محبوب ہے۔''

(صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب وفد بنی حنیفة، الحدیث ۴۳۷۲، ج ۳، ص ۱۳۱)

﴿۵﴾ حضرت ہند بنت عتبہ (زوجہ ابوسفیان بن حرب) جو حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کلیجا چبا گئی تھیں، ایمان لاکر کہنے لگیں: ''یارسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم! روئے زمین پر کوئی اہل خیمہ میری نگاہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے اہل خیمہ سے زیادہ مبغوض نہ تھے۔ لیکن آج میری نگاہ میں روئے زمین پر کوئی اہل خیمہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے اہل خیمہ سے زیادہ محبوب نہیں۔''

(صحیح البخاری، کتاب مناقب الانصار، باب ذکر ہند بنت عتبة، الحدیث ۳۸۲۵، ج ۲، ص ۵۶۷)

﴿۶﴾ حضرت صفوان بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حنین کے دن رسول اللہ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے مجھے مال عطا فرمایا، حالانکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم میری نظر میں مبغوض ترین خلق تھے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم مجھے عطا فرماتے رہے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم میری نظر میں محبوب ترین خلق ہو گئے۔

(جامع الترمذی، کتاب الزکاۃ، باب ماجاء فی اعطاء المؤلفۃ قلوبھم، الحدیث ٦٦٦، ج ٢، ص ١٤٧)

﴿٧﴾ فتح مکہ میں حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ابوسفیان بن حرب کو جو ابھی تک ایمان نہ لائے تھے، اپنے پیچھے خچر پر سوار کر کے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی خدمت میں لائے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: اگر اجازت ہو تو اس دشمن خدا کی گردن اڑا دوں؟ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم! میں نے ابوسفیان کو پناہ دی ہے۔ حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اصرار کیا تو حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: اے ابن خطاب! اگر ابوسفیان قبیلہ بنوعدی میں سے ہوتے تو آپ ایسا نہ کہتے۔ اس پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: اے عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ! جس دن آپ اسلام لائے، آپ کا اسلام میرے نزدیک خطاب کے اسلام سے (اگر وہ اسلام لاتا) زیادہ محبوب تھا، کیونکہ آپ کا اسلام رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے نزدیک زیادہ محبوب تھا۔

(الشفاء بتعریف حقوق المصطفی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم، الباب الثانی، ج ٢، ص ٤١)

﴿٨﴾ جنگ احد میں ایک عفیفہ کے باپ بھائی اور شوہر شہید ہو گئے۔ اسے یہ خبر ملی تو کچھ پرواہ نہ کی اور پوچھا یہ بتاؤ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کیسے ہیں؟ جب اسے بتا دیا گیا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم بحمد اللہ بخیر ہیں تو بولی کہ مجھے دکھا دو۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کو دیکھ کر کہنے لگی:

كُلُّ مُصِيبَةٍ بَعْدَكَ جَلَل آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے ہوتے ہر مصیبت ہیچ ہے۔

(المرجع السابق،ص ٤٢)

بڑھ کر اس نے رخ اقدس کو جو دیکھا تو کہا
تو سلامت ہے تو پھر ہیچ ہیں سب رنج والم
میں بھی اور باپ بھی شوہر بھی برادر بھی فدا
اے شہ دیں ترے ہوتے ہوئے کیا چیز ہیں ہم

﴿ ۹ ﴾ حضرت عبدالرحمٰن بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا پاؤں سن ہو گیا۔ ان سے یہ سن کر ایک شخص نے کہا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک جو سب سے زیادہ محبوب ہے اسے یاد کیجئے یہ سن کر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: یا محمداہ! (اور آپ کا پاؤں اچھا ہو گیا)۔ (المرجع السابق،ص ٤٣)

﴿ ۱۰ ﴾ حضرت بلال بن رباح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کا وقت آیا تو ان کی زوجہ نے کہا: واحزناہ (ہائے غم) یہ سنکر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

واطرباه القى غداً الاحبة محمداً وحزبه۔ (المرجع السابق)

واہ خوشی! میں کل دوستوں یعنی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اور آپ کے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ملوں گا۔

﴿ ۱۱ ﴾ جب ۷ھ میں قبیلہ اشعریین میں سے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ مدینہ شریف کو آئے تو زیارت سے مشرف ہونے سے پہلے پکار پکار کر یوں کہنے لگے:

غداً نلقى الاحبة محمداً وصحبه (المرجع السابق،ص ٤٨)

ہم کل دوستوں یعنی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اور آپ کے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ملیں گے۔

رضائے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے لئے جذبہ ایثار

جس روز حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم عازم موضع تبوک ہوئے، حضرت عبداللہ بن خیثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے گھر آئے۔ ان کی دو حسین وجمیل بیویاں تھیں جنہوں نے اس روز خس کے پردوں کو پانی میں بسا کر ان سے نہایت عمدہ فرش تیار کئے اور پھر ان پر عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے نہایت عمدہ اور لذیذ کھانے چنے۔ جونہی عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کھانوں کو دیکھا تو کہا سبحان اللہ! وہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم جسے پروردگار عالم عزوجل نے آئندہ وگزشتہ تمام گناہوں سے منزہ پیدا فرمایا، اس شدید گرمی کے موسم میں کفار سے قتال کے لئے تشریف لے جائیں اور عبداللہ رنگا رنگ کھانوں سے سیر ہو کر ان بیویوں سے مباشرت کرے، ایسا نہیں ہو سکتا۔ خدا عزوجل کی قسم میں جب تک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں نہ پہنچوں ان بیویوں سے کلام نہیں کروں گا۔

گھر سے نکلے اور اپنے اونٹ پر سوار ہو کر ایک طرف چل دیئے۔ بیویوں نے ہر چند کلام کی کوشش کی لیکن آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ملتفت نہ ہوئے۔ جوں ہی عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مقام تبوک کے نزدیک پہنچے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو بتایا گیا کہ ایک اونٹ سوار دور سے اس طرف آتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا وہ ابن خیثمہ ہوگا۔ نزدیک پہنچے تو دیکھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے فرمان کے مطابق وہ ابن خیثمہ ہی تھے۔ انہوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں پہنچ کر سلام عرض کیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے جواباً فرمایا: اے ابن خیثمہ! رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیا ہی اچھی بات ہے تم فانی ناز ونعمت کو چھوڑ کر رضائے حق میں کھو گئے جو تمہارے لئے بہتر ہے۔ (شرح العلامة الزرقاني، باب غزوة تبوك، ج٤، ص٨٢)

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جذبہ جاں نثاری: حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم جب غزوہ تبوک کے لئے روانہ ہوئے تو میرا اونٹ بہت لاغر اور ضعیف تھا۔ میرا خیال تھا کہ چند روز مزید ٹھہر کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے جاملوں گا۔ میں نے کئی روز تک اپنے اونٹ کو چارا کھلایا بعدازاں میں عازم سفر ہوا۔ جب ایک جگہ پہنچا تو میرے اونٹ کی ٹانگ ٹوٹ گئی جس کے باعث وہ آگے نہ چل سکا میں نے اپنا مال و متاع اپنی پشت پر رکھا اور چل دیا۔ راستے میں سخت گرمی سے دوچار ہونا پڑا۔ لشکر اسلام کے پاس پہنچا تو لوگوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے عرض کیا کوئی شخص پیدل چلا آرہا ہے۔ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: ابوذر غفاری ہوں گے۔ جب میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے قیام کی حالت میں فرمایا: خوش رہو ابوذر! رضی اللہ تعالیٰ عنہ تم تنہا سفر کرتے ہو تنہا ہی اس دنیا سے جاؤ گے اور تنہا ہی بروز حشر اٹھو گے۔

کہتے ہیں جب ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ہوا تو آپ تنہا ہی تھے۔ عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بحالت وفات پایا تو کہا۔ سچ فرمایا تھا خدا کے صادق و مصدوق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے۔ صاحب مستقصی نے لکھا ہے کہ میں نے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار کی زیارت کی ہے۔ مجھے وہاں وہ کیف و جذب حاصل ہوا جو دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مزار پر نہ پاسکا۔ میں نے ان کی قبر کے پاس نماز ادا کی جونہی میں سربسجود ہوا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تربت انور سے مشک و عنبر کی خوشبو نکلی جس نے میرے مشام جاں تک کو معطر و معنبر کر دیا۔

(شواھد النبوۃ، رکن رابع، ص ۱۲۵)

شدیم خاک ولیکن زتربت ما
تواں شناخت کزیں خاک مردے خیزد

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے بعد دنیا قابل دید نہ رہی: جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے وصال ظاہری کی خبر آپ کے مؤذن عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سنی تو وہ اس قدر غمزدہ ہوئے کہ نابینا ہونے کی دعا مانگنے لگے کہ میرے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے بغیر یہ دنیا میرے لئے قابل دید نہ رہی۔ آپ اسی وقت نابینا ہوگئے۔ لوگوں نے کہا: تم نے یہ دعا کیوں مانگی؟ فرمایا: لذت نگاہ تو دیکھنے میں ہے مگر سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے بعد اب میری آنکھیں کسی کے دیدار کا ذوق ہی نہیں رکھتیں۔ (المرجع السابق، ص ۱۳۹)

اضطرابِ عشق: ایک دن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے عاشق زار حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر ہوئے تو ان کا چہرہ اترا ہوا اور رنگ اڑا ہوا دیکھ کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے وجہ پوچھی۔ تو دردمند عاشق نے عرض کیا: یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نہ کوئی جسمانی تکلیف ہے اور نہ کہیں درد۔ بات یہ ہے کہ رخ انور جب آنکھوں سے اوجھل ہوتا ہے تو دل بیتاب ہوجاتا ہے فوراً زیارت سے اس کو تسلی دیتا ہوں۔ اب رہ رہ کر مجھے یہ خیال ستا رہا ہے کہ جنت میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کا مقام بلند کہاں ہوگا اور یہ مسکین کس گوشہ میں پڑا ہوگا۔ اگر روئے تاباں کی زیارت نہ ہوئی تو میرے لئے جنت کی ساری لذتیں ختم ہوجائیں گی، فراق وہجر کا یہ جانکاہ صدمہ تو اس دل ناتواں سے برداشت نہ ہوسکے گا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم یہ ماجرا سنکر خاموش ہوگئے

یہاں تک کہ جبرئیل امین علیہ السلام یہ مژدہ لے کرتشریف لائے۔

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ج وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا(پ ٤ ،النساء:٦٩)

ترجمہ کنزالایمان: اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے تو اسے ان کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیاء اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ۔

(الجامع لاحکام القرآن،الحدیث ۲۳۰۹ ،ج ۵،ص ۲۶۱)

اطاعت گزار عشاق کو جنت میں جدائی کا صدمہ نہیں پہنچے گا بلکہ ان کو اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی معیت و رویت میسر ہوگی۔ حقیقت یہ ہے کہ عشق مصطفوی میں صرف حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کی یہ کیفیت نہ تھی بلکہ سب صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا یہی حال تھا۔

اللہ اور اس کا رسول بس: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے صدقہ کرنے کا حکم فرمایا۔ اتفاقاً اس زمانے میں میرے پاس کچھ مال موجود تھا۔ میں نے کہا آج اتفاق سے میرے پاس مال موجود ہے، اگر میں ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کبھی بڑھ سکتا ہوں تو آج بڑھ جاؤں گا۔ یہ سوچ کر میں خوشی خوشی گھر گیا اور جو کچھ گھر میں تھا اس میں سے آدھا لے آیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا کہ گھر والوں کے لئے کیا چھوڑا، میں نے عرض کیا: کہ چھوڑ آیا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا: آخر کیا چھوڑا؟ میں نے عرض کیا کہ آدھا چھوڑ آیا۔ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو رکھا تھا سب لے آئے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا: ابوبکر! گھر والوں کے لئے کیا چھوڑا۔ انہوں نے عرض کیا: ان کے لئے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کو چھوڑ آیا ہوں۔

پروانے کو چراغ ہے تو بلبل کو پھول بس
صدیق کے لئے ہے خدا کا رسول بس

یعنی اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے نام کی برکت، ان کی رضا اور خوشنودی کو چھوڑ آیا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کبھی نہیں بڑھ سکتا۔ یہ قصہ غزوہ تبوک کے لئے فراہمی مال واسباب کا ہے۔ (شرح العلامة الزرقانی، باب غزوة تبوك، ج ٤، ص ٦٩)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صحیفہ اخلاق میں حب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم اور اتباع سنت کے نہایت نمایاں ابواب ہیں انھوں نے ہوش کی آنکھیں کھولیں تو اسلام کو اپنے گھرانے پر شروع دن ہی سے پرتوفگن دیکھا۔ ان کی والدہ حضرت ام سلیم، سوتیلے والد حضرت ابوطلحہ، چچا حضرت انس بن نضر، بھائی حضرت براء بن الملک، خالہ ام حرام اور سبھی سرور دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے مخلص شیدائی تھے۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین)

خاندان میں ہر وقت ذات رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم اور آپ کی دعوت حق کا چرچا ہوتا رہتا تھا۔ اس پاکیزہ ماحول نے کمسن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل میں حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی محبت کا بیج بو دیا۔ اس کے بعد ان کو مسلسل دس برس تک رحمت دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی خدمت کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ اس دوران، ان کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے بے مثل اخلاق عالی نے اتنا متاثر کیا کہ وہ اپنے شفیق آقا و مولا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے عاشق صادق بن گئے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے جب وصال فرمایا، تو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دنیا اندھیر ہوگئی۔ رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی یاد ان کو ہر وقت تڑپاتی رہتی تھی۔ ان کی کوئی محفل ایسی نہ ہوتی تھی جس میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کا ذکر خیر نہ ہو۔ عہد رسالت کا کوئی واقعہ کسی سے سنتے یا خود بیان کرتے تو آنکھیں نم ہوجاتیں اور شدت تاثر سے آواز بھرا جاتی۔ کئی دفعہ ایسا ہوتا کہ اپنے آپ پر قابو نہ رہتا اور سخت بے چینی کے عالم میں محفل سے اٹھ کھڑے ہوتے اور جب تک گھر پہنچ کر تبرکات نبوی کی زیارت نہ کر لیتے کل نہ پڑتی تھی۔

ایک دن سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کا حلیہ بیان کر رہے تھے کہ: ''میں نے کبھی کوئی ریشم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی ہتھیلی سے زیادہ نرم نہیں چھوا، اور نہ کبھی کوئی خوشبو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے بدن مبارک سے زیادہ خوشبودار سونگھی''

(صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب صفة النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم، الحدیث ٣٥٦١، ج٢، ص٤٨٩)

اسی طرح بیان کرتے کرتے فرط محبت سے اتنے بے قرار ہوگئے کہ گریہ طاری ہوگیا اور زبان پر بے اختیار یہ الفاظ آگئے۔

''قیامت کے دن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی زیارت نصیب ہوگی تو عرض کروں گا یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم آپ کا ادنیٰ غلام انس حاضر ہے''۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم سے بے پناہ محبت اور عقیدت کا یہ اثر تھا کہ انھیں اکثر خواب میں سید الانام صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی زیارت نصیب ہوجاتی تھی۔ اللہ اور اس کا رسول عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم ان کو دنیا کی ہر شے سے محبوب تر تھے۔

(المسند لامام احمد بن حنبل، مسندانس بن مالك بن النضر، الحدیث ١٣٣١٥، ج٤، ص٤٤٢)

صحیح بخاری میں خود ان سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ تین باتیں ایسی ہیں جو کسی شخص میں پائی جائیں تو گویا اس نے ایمان کی حلاوت پالی۔ ایک یہ کہ اللہ اور اللہ کا رسول عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اس کو ساری دنیا سے عزیز تر ہوں، دوسرے یہ کہ جس سے محبت کرے اللہ عزوجل کی خاطر کرے، تیسرے یہ کہ اسلام لانے کے بعد کفر کی طرف لوٹ جانے کو ایسا ناپسند کرے جیسا کہ آگ میں پڑجانے کو کرتا ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب حلاوۃ الایمان، الحدیث ۱۶، ج ۱، ص ۱۷)

حضرت زاہر رضی اللہ تعالیٰ عنہ: ایک بدوی صحابی زاہر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو بظاہر حسین نہ تھے، جنگل کے پھل سبزی وغیرہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں بطور ہدیہ لایا کرتے تھے۔ جب وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے رخصت ہوتے تو آپ شہر کی چیزیں کپڑا وغیرہ ان کو دے دیا کرتے تھے۔ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو ان سے محبت تھی اور فرمایا کرتے تھے کہ زاہر ہمارا روستائی ہے اور ہم اس کے شہری ہیں۔

ایک روز آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم بازار کی طرف نکلے تو دیکھا کہ زاہر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی متاع بیچ رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے پیٹھ کی طرف جا کر ان کی آنکھوں پر اپنا دست مبارک رکھا اور ان کو گود میں لے لیا وہ بولے کون ہے؟ مجھے چھوڑ دو۔ انہوں نے مڑ کر دیکھا تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم تھے۔ اپنی پیٹھ (بقصد برکت) اور بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے سینے سے لپٹانے لگے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کوئی ہے جو ایسے غلام کو خریدے وہ بولے یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اگر آپ بیچتے ہیں تو مجھے کم قیمت پائیں گے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ

وسلم نے فرمایا: ''تو خدا کے نزدیک گراں قدر ہے۔''

(جامع الترمذی،شمائل محمدیۃ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم ،باب ماجاء فی صفۃ مزاح...الخ،الحدیث۲۳۸،ج۵،ص۵۴۵)

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم: حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ زمانہ جاہلیت میں اپنی والدہ کے ساتھ ننھیال جارہے تھے بنوقیس نے وہ قافلہ لوٹا جس میں زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے ان کو مکہ میں لاکر بیچا۔ حکیم بن حزام نے اپنی پھوپھی حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لئے ان کو خرید لیا۔ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کا نکاح حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہوا تو انھوں نے زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کیا۔

زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد کو ان کے فراق کا بہت صدمہ تھا اور ہونا بھی چاہیے تھا کہ اولاد کی محبت فطری چیز ہے وہ زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فراق میں روتے اور اشعار پڑھتے پھرا کرتے تھے، اکثر جو اشعار پڑھتے تھے ان کا مختصر ترجمہ یہ ہے کہ ''میں زید کی جدائی میں رو رہا ہوں اور یہ بھی نہیں جانتا کہ وہ زندہ ہے کہ اس کی امید رکھوں یا موت نے اسکا کام تمام کر دیا کہ اس سے مایوس ہو جاؤں، خداعزوجل کی قسم مجھے یہ بھی معلوم نہیں کہ تجھے اے زید نرم زمین نے ہلاک کیا یا کسی پہاڑ نے ہلاک کیا۔ کاش مجھے یہ معلوم ہو جاتا کہ تو عمر بھر میں کبھی بھی واپس آئے گا یا نہیں ساری دنیا میں میری انتہائی غرض تیری واپسی ہے۔ جب آفتاب طلوع ہوتا ہے تو مجھے زید ہی یاد آتا ہے اور جب بارش ہونے کو آتی ہے تو بھی اسی کی یاد مجھے ستاتی ہے اور جب ہوائیں چلتی ہیں تو وہ بھی اس کی یاد کو بھڑکاتی ہیں۔ ہائے میرا غم اور میری فکر کس قدر طویل ہوگئی میں اس کی

تلاش اور کوشش میں ساری دنیا میں اونٹ کی تیز رفتاری کو کام میں لاؤں گا اور دنیا کا چکر لگانے سے نہ اکتاؤں گا اونٹ چلنے سے اکتا جائیں تو اکتا جائیں لیکن میں کبھی بھی نہ اکتاؤں گا۔ اپنی ساری زندگی اسی میں گزار دوں گا۔ ہاں میری موت ہی آ گئی تو خیر کہ موت ہر چیز کو فنا کر دینے والی ہے آدمی خواہ کتنی ہی امیدیں لگائے مگر میں اپنے بعد فلاں فلاں رشتہ داروں اور آل و اولاد کو وصیت کر جاؤں گا کہ وہ بھی اسی طرح زید کو ڈھونڈتے رہیں''۔

غرض وہ یہ اشعار پڑھتے اور روتے ہوئے ڈھونڈتے پھرا کرتے تھے۔ اتفاق سے ان کی قوم کے چند لوگوں کا حج کو جانا ہوا اور انھوں نے زید کو پہچانا۔ باپ کا حال سنایا، شعر سنائے انکی یاد و فراق کی داستان سنائی۔ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے ہاتھ تین شعر کہہ بھیجے جن کا مطلب یہ تھا کہ ''میں یہاں مکہ میں ہوں''۔ ان لوگوں نے جا کر زید کی خیر و خبر ان کے باپ کو سنائی اور وہ اشعار سنائے جو زید نے کہے تھے اور پتا بتایا۔ زید کے باپ اور چچا فدیہ کی رقم لے کر ان کو غلامی سے چھڑانے کی خاطر مکہ مکرمہ پہنچے، تحقیق کی، پتا چلایا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں پہنچے اور عرض کیا: اے ہاشم کی اولاد! اپنی قوم کے سردار! تم لوگ حرم کے رہنے والے ہو اور اللہ عزوجل کے گھر کے پڑوسی، تم خود قیدیوں کو رہا کراتے ہو، بھوکوں کو کھانا کھلاتے ہو۔ ہم اپنے بیٹے کی طلب میں تمھارے پاس پہنچے ہیں ہم پر احسان فرماؤ اور کرم کرو۔ فدیہ قبول کر و اور اس کو رہا کر دو بلکہ جو فدیہ ہو اس سے زیادہ لے لو۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: بس اتنی سی بات ہے! عرض کیا حضور! بس یہی عرض ہے۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اسکو بلاؤ اور اس سے پوچھ لو اگر وہ

تمھارے ساتھ جانا چاہے تو بغیر فدیہ ہی کے وہ تمہاری نذر ہے اور اگر نہ جانا چاہے تو میں ایسے شخص پر جبر نہیں کرسکتا جو خود نہ جانا چاہے۔ انھوں نے عرض کیا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے استحقاق سے بھی زیادہ احسان فرمایا یہ بات خوشی سے منظور ہے۔ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلائے گئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا: تم ان کو پہچانتے ہو عرض کیا جی ہاں پہچانتا ہوں یہ میرے باپ ہیں اور یہ میرے چچا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا کہ میرا حال بھی تمہیں معلوم ہے۔ اب تمہیں اختیار ہے کہ میرے پاس رہنا چاہو تو میرے پاس رہو، انکے ساتھ جانا چاہو تو اجازت ہے۔ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا حضور! میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے مقابلے میں بھلا کس کو پسند کرسکتا ہوں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم میرے لئے باپ کی جگہ بھی ہیں اور چچا کی جگہ بھی ہیں۔

ان دونوں باپ چچا نے کہا کہ زید! غلامی کو آزادی پر ترجیح دیتے ہو؟ باپ چچا اور سب گھر والوں کے مقابلہ میں غلام رہنے کو پسند کرتے ہو؟ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہاں میں نے ان میں (حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی طرف اشارہ کرکے) ایسی بات دیکھی ہے جس کے مقابلے میں کسی چیز کو بھی پسند نہیں کرسکتا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے جب یہ جواب سنا تو ان کو گود میں لے لیا اور فرمایا کہ میں نے اس کو اپنا بیٹا بنالیا۔ زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے باپ اور چچا بھی یہ منظر دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور خوشی سے ان کو چھوڑ کر چلے گئے۔

(الاصابة فی تمییز الصحابة، زید بن حارثة، ج۲، ص۴۹۵)

حضرت زید اس وقت بچے تھے بچپن کی حالت میں بھی سارے گھر کو، عزیز و

اقارب کو غلامی پر قربان کر دینا جس عظیم و جلیل محبت کا پتا دیتا ہے وہ ظاہر ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور بارگاہ مصطفٰے صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے بعد بعض لوگوں نے یہ خیال ظاہر کیا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہداء کے درمیان دفن کر دیں اور بعض کہتے تھے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جنت البقیع میں دفن کیا جائے۔ میں نے کہا میں تو انھیں اپنے حجرے میں اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے پاس دفن کروں گی۔ ابھی ہم اس اختلاف میں تھے کہ مجھ پر نیند غالب آ گئی میں نے کسی کو یہ کہتے سنا کہ محبوب کو محبوب کی طرف لے آؤ۔ جب میں بیدار ہوئی تو پتا چلا کہ تمام حاضرین نے اس آواز کو سن لیا تھا یہاں تک کہ مسجد میں موجود لوگوں نے بھی اس آواز کو گوشِ ہوش سے سُنا۔

وفات سے پہلے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وصیت فرمائی تھی کہ میرے تابوت (جنازہ) کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے روضہ انور کے پاس لا کر رکھ دینا اور السلام علیك یارسول اللّٰہ کہہ کر عرض کرنا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم! ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے آستانہ عالیہ پر حاضر ہوا ہے۔ اگر اجازت ہوئی تو دروازہ کھل جائے گا اور مجھے اندر لے جانا ورنہ جنت البقیع میں دفن کر دینا۔ راوی کا بیان ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وصیت پر عمل کیا گیا تو ابھی وہ کلمات پایہ اختتام کو نہ پہنچے تھے کہ پردہ اٹھ گیا۔ اور آواز آئی کہ: ''حبیب کو حبیب کی طرف لے آؤ''۔ (شواھد النبوۃ، رکن سادس، ص ۲۰۰)

جائے غور ہے کہ اگر ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کو زندہ نہ جانتے تو ہرگز ایسی وصیت نہ فرماتے کہ روضۂ اقدس کے سامنے میرا جنازہ رکھ کر اجازت طلب کی جائے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وصیت کی اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اسے عملی جامہ پہنایا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا عقیدہ تھا کہ رسول اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم بعد وصال بھی قبر انور میں زندہ اور صاحب اختیار و تصرف ہیں۔الحمد للّٰہ عزوجل

شوق رفاقت: حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں رات کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی خدمت اقدس میں رہا کرتا تھا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے وضو کیلئے پانی لایا کرتا تھا اور دیگر خدمت بھی بجالایا کرتا تھا ایک روز آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے مجھ سے فرمایا: سَل (مانگو) میں نے عرض کیا: اَسْئَلُكَ مُرَافَقَتَكَ فِی الْجَنَّةِ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم سے بہشت میں آپ کا ساتھ مانگتا ہوں۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا: اس کے علاوہ اور کچھ؟ حضرت ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ میرا مقصود تو وہی ہے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا تو کثرت سجدہ سے میری مدد کر۔

(صحیح مسلم، کتاب الصلوة،باب فضل السجود، الحدیث ٤٨٩،ص ٢٥٢)

مطلب یہ ہے کہ خود بھی اس مقام بلند کی شان پیدا کرو، میری عطا کے ناز پر کثرت عبادت سے غافل نہ ہو جاؤ۔

اشعۃ اللمعات میں اس حدیث کے تحت ہے:

”واز اطلاق سوال کہ فرمودہ سل بخواہ و تخصیص نہ کرد وبمطلوبی خاص معلوم می شود کہ کارھمہ بدست ہمت و کرامت اوست صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ہر چہ خواہدو ہرکرا خواہد باذن پروردگار خود بدہد“

(اشعۃ اللمعات، کتاب الصلاۃ،باب السجود وفضلہ، ج ۱،ص ۴۲۵)

ترجمہ: سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: کہ مانگو! اس میں کسی خاص مطلب کی تخصیص نہیں کی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سارے کام حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے دست عزت وقوت میں ہیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم جو چاہیں جسے چاہیں اپنے پروردگار عزوجل کے اذن سے عطا فرمائیں۔

اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی محبت: حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ ایک روز میں دوپہر کے وقت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے دولت خانہ پر حاضر ہوا۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم تشریف فرمانہ تھے۔ میں نے خادم سے دریافت کیا اس نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر میں ہیں میں وہاں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں پہنچا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے اور کوئی آدمی آپ کے پاس نہ تھا۔ مجھے اس وقت یہ گمان ہوتا تھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم وحی کی حالت میں ہیں۔ میں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو سلام عرض کیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے میرے سلام کا جواب دیا پھر فرمایا تجھے کیا چیز یہاں لائی ہے۔ میں نے عرض کیا اللہ عزوجل اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی محبت۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ بیٹھ جا، میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم

کے پہلو میں بیٹھ گیا، نہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم سے کچھ پوچھتا اور نہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم مجھ سے کچھ فرماتے۔ میں تھوڑی دیر ٹھہرا کہ اتنے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلدی جلدی چلتے ہوئے آئے۔ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کو سلام کیا۔ آپ نے سلام کا جواب دیا پھر فرمایا: تجھے کیا چیز یہاں لائی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا۔ اللہ عزوجل اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی محبت۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے ہاتھ سے اشارہ فرمایا کہ بیٹھ جا۔ وہ ایک بلند جگہ پر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے مقابل بیٹھ گئے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے انھوں نے بھی ایسا ہی کیا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے ویسا ہی فرمایا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پہلو میں بیٹھ گئے۔

پھر اسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پہلو میں بیٹھ گئے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے سات یا نو کے قریب سنگریزے لئے۔ ان سنگریزوں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے مبارک ہاتھ میں تسبیح پڑھی یہاں تک کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے ہاتھ میں شہد کی مکھی کے مانند آواز سنائی دی۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے ان سنگریزوں کو زمین پر رکھ دیا اور وہ چپ ہو گئے۔

پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے وہ سنگریزے مجھے چھوڑ کر ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیئے ان سنگریزوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں تسبیح پڑھی۔ یہاں تک کہ میں نے شہد کی مکھیوں کی طرح ان سے آواز سُنی، پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے وہ کنکر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لے کر زمین پر رکھ دیئے وہ

چپ ہوگئے اور ویسے ہی سنگریزے بن گئے۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیئے ان کے ہاتھ میں بھی انھوں نے تسبیح پڑھی جیسا کہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں پڑھی تھی۔ یہاں تک کہ میں نے شہد کی مکھی کی مانند ان کی آواز سُنی پھر آپ نے زمین پر رکھ دیئے پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیئے ان کے ہاتھ میں بھی انھوں نے تسبیح پڑھی جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں پڑھی تھی یہاں تک کہ میں نے شہد کی مکھی کی مانند ان کی آواز سُنی۔ پھر ان کو زمین پر رکھ دیا گیا وہ چپ ہوگئے پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا: یہ نبوت کی خلافت کی شہادت ہے۔

(الخصائص الکبریٰ، ذکر معجزاتہ فی انواع الجمادات،باب تسبیح الحصی،ج۲،ص۱۲٤)

شوقِ دیدار: جب حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قرآن کی تلاوت اور اسلام کی تفسیر کررہے تھے حضرت ابوعبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی طرف متوجہ ہوکر سن رہے تھے اس دوران جب بھی سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کا ذکر آتا تو ابوعبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھوں میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کا شوق دیدار چمک اٹھتا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی ملاقات کے لئے وہ بے چین ہوجاتے۔ ایک بار ابوعبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف متوجہ ہوکر کہا: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی زیارت کا کس قدر اشتیاق ہے کب سال جائے گا اور موسم حج آئے گا اور ہم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوں گے حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسکرائے اور فرمایا: ابوعبدالرحمٰن! صبر کرو، دن جلد ہی گزر جائیں گے۔

ابن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی دید کے بغیر مجھے سکون میسر نہیں کب یہ دن گزریں گے، پھر وہ کچھ دیر خاموش رہے اور فرمایا مجھے اندیشہ ہے کہ کسی وجہ سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم سے میری ملاقات نہ ہوسکے اس لیے کیا آپ ہمارے سامنے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کا سراپا ہی بیان کرسکتے ہیں، آپ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی صحبت میں رہے ہیں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے چہرہ اقدس کی زیارت سے بہرہ ور ہوئے ہیں۔ سبھی حاضرین نے بیک زبان کہا ابن مسلمہ تم نے ہمارے دل کی بات کہدی۔ ابن عمیر! رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کا سراپا بیان کیجئے۔

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قعدہ سے (دوزانو ہوکر) بیٹھ گئے، اپنا سر جھکایا، نظریں نیچی کیں جیسے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کا سراپا اپنے ذہن میں لا رہے ہوں۔ پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا سر اٹھایا اور فرمایا رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے رنگ میں سفیدی و سرخی کا حسین امتزاج ہے، چشمان مبارک بڑی ہی خوبصورت ہیں، بھویں ملی ہوئی ہیں، بال سیدھے ہیں گھنگریالے نہیں ہیں، داڑھی گھنی ہے، دونوں مونڈھوں کے بیچ فاصلہ ہے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی گردن مبارک جیسے چاندی کی چھاگل، ہتھیلی اور قدم موٹے ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم جب چلتے ہیں تو ایسا لگتا ہے جیسے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم اونچائی سے نیچے آرہے ہوں اور جب کھڑے ہوتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کسی چٹان سے نکل پڑے ہوں، جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کسی کی طرف رخ فرماتے تو مکمل طور پر متوجہ ہوتے ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے چہرہ مبارک پر

پسینہ موتی کے مانند ہوتا ہے، نہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم پست قد ہیں نہ دراز قامت، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت ہے۔ جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کو یکا یک دیکھتا ہے مرعوب ہو جاتا ہے اور جو آشنا ہو کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی صحبت میں رہتا ہے وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم سے محبت کرنے لگتا ہے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم سب سے زیادہ سخی اور سب سے زیادہ جرأت مند ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کا طرز تکلم سب سے سچا، ایفاء عہد میں سب سے پکے، سب سے نرم طبع، اور رہن سہن میں سب سے اچھے ہیں۔ میں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم جیسا کسی کو نہ پہلے دیکھا اور نہ ہی بعد میں۔

جس وقت حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ بیان کر رہے تھے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی اس جماعت پر سکوت چھایا ہوا تھا، وہ سبھی حضرات پوری توجہ کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے اس سراپائے اقدس کو سماعت کر رہے تھے ابھی حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنا بیان مکمل بھی نہ کر سکے تھے کہ اہل محفل بیک زبان پکار اٹھے۔

صلى الله عليك يارسول الله

محبت وفدائیت: جب مدینہ طیبہ کے اندر اسلام سے وابستہ ہونے والوں کی تعداد خاصی بڑھ گئی قبیلہ اوس وخزرج کے لوگ جوق درجوق اسلام قبول کرنے لگے تو اہل مدینہ نے اپنے ہادی و آقا، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کو اپنے وطن مدینہ مقدسہ تشریف لانے کی دعوت دی اسکے بعد انصار کے لوگ بڑی بے چینی سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے انتظار کی گھڑیاں گننے لگے۔ اس وقت انکے شوق دیدار کا عالم

کیا تھا اسے بیان نہیں کیا جا سکتا۔ جس لمحہ یہ بشارت ملی کہ اب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم مدینہ کے قریب آ چکے ہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے عشاق و محبین استقبال کے لئے ''ثنیۃ الوداع'' تک پہنچ گئے کہ کب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی طلعت زیبا سے انکی معراج ہونی والی ہے اور جس وقت ان حضرات نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کو دیکھا مرحبا کی صداؤں سے پوری فضاء گونج اٹھی، ان استقبال کرنے والوں میں حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فدائی رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم بھی تھے یہ تو فورِ مسرت سے بے قابو ہو رہے تھے۔ یہی وہ صحابی رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم ہیں جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے ایک اشارے پر اسلام کے ایک بہت بڑے دشمن ابورافع سلام بن ابوالحقیق کو اس کے قلعے کے اندر گھس کر قتل کیا تھا۔

واقعہ کی تھوڑی تفصیل یوں ہے۔ سلام بن ابوالحقیق اللہ اور اس کے رسول عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کا سخت دشمن تھا۔ اس نے بنونضیر کے یہودیوں کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے قتل پر برانگیختہ کیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے سامنے جب یہ صورت حال لائی گئی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے اس دشمن دین کو کیفر کردار تک پہنچانے کے لئے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ایک جماعت منتخب کی ان میں حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے اس دستہ کی قیادت حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سونپی گئی۔ یہ دستہ اس مہم کے لئے روانہ ہوا۔ رات میں چلتا اور دن میں کمین گاہوں میں چھپا رہتا۔ تا آنکہ یہ دستہ سلام بن ابوالحقیق کے قلعہ کے اندر داخل ہو گیا۔ رات کا وقت تھا، قلعہ کے سب لوگ سو گئے، سلام بن ابوالحقیق قلعہ کے ایک بالا خانہ پر سو رہا تھا۔ نصف شب میں یہ لوگ آہستہ آہستہ اس تک پہنچنے کے لیے چل پڑے، جب اس

کے کمرے تک پہنچے اس کی بیوی جاگ گئی۔ ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگے بڑھے اور اس کو ہراساں کرنے کے لئے اس پر تلوار اٹھائی کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی وصیت تھی کہ ابورافع سلام کے علاوہ کسی کو یہ قتل نہ کریں۔ وہ عورت خاموش ہوگئی اور تھر تھراتے ہوئے اپنی جگہ دبک گئی۔

دوسرے فدائی آگے بڑھے سخت تاریکی تھی ابورافع کی صحیح جگہ کا پتا نہ چلتا تھا۔ فدائیوں کی تلواریں چلنے لگیں لیکن اسکو کوئی خاص گہرا زخم نہ لگ سکا حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگے بڑھے ان کے سامنے ابورافع تھا جو کہ چیخ و پکار کر رہا تھا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی تلوار سے اس بدترین دشمن کو کیفر کردار تک پہنچا دیا۔ جب ابورافع کی ہلاکت کا یقین ہو چکا تو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی یہ جماعت مسرت و شادمانی کے ساتھ مدینہ مقدسہ کے لئے روانہ ہوئی۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم مدینہ کی طرف تیزی سے بڑھ رہے تھے تاکہ اپنے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو اس دشمن کی ہلاکت کی بشارت سنائیں۔ یہ قافلہ مسجد نبوی شریف علی صاحبہ الصلوۃ والسلام کے قریب پہنچا تو دیکھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے گفتگو فرما رہے ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ان کو اس عالم میں دیکھا کہ انکے چہرے آثار خوشی سے دمک رہے ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے تبسم فرماتے ہوئے کہا: " اَفْلَحَتِ الْوُجُوْہ " یہ چہرے کامیاب ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلنے والے یہ کلمات کتنے عظیم ہیں۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی اس جماعت نے بھی بلا کسی تاخیر کہا: " اَفْلَحَ وَجْهُكَ يَارَسُوْلَ الله " آپ کا چہرہ مبارک کامیاب ہے ہاں ہاں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے ہی یہ کامرانی ہے، اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی ہدایت و

رہنمائی نہ ہوتی تو ہم کامیاب نہ ہوتے۔

لوگ اس کامیابی سے پلٹنے والے قافلہ سے سلام بن ابوالحقیق کے قتل کی کیفیت دریافت کرنے کے لئے ان کے گرد جمع ہوگئے سارے ہی مجاہدین کہہ رہے تھے میری تلوار نے ابورافع کا کام تمام کیا ہے۔حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم تبسم فرما رہے ہیں کہ اس شرف عظیم کو ہر شخص اپنے ہی حصے میں لینا چاہتا ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے اپنے دست مبارک سے ان کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا پھر فرمایا: ہر شخص اپنی تلوار میرے سامنے پیش کرے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے سب کی تلواروں کا جائزہ لیا اور انکی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: عبداللہ بن انیس کی تلوار نے اس کا کام تمام کیا ہے،اس میں اس کا اثر اَب بھی ہے۔ (السیرۃ النبویۃ لابن ھشام،مقتل سلام بن ابی الحقیق،ج ٤،ص ٢٣٥)

قبائل ہذیل خالد بن سفیان کی قیادت میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم سے جنگ کرنے کیلئے مقام نخلہ میں جمع ہوئے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے رَأْسُ الْفِتْنَۃ خالد کو کیفر کردار تک پہنچانے کا عزم مصمم فرمایا۔اس مہم کے لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے عبداللہ بن انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو منتخب کیا اور فرمایا: مجھے معلوم ہوا ہے کہ ابن سفیان مجھ سے جنگ کرنے کیلئے لوگوں کو جمع کر رہا ہے،اور وہ اس وقت نخلہ میں ہے تم وہاں جا کر اس کو قتل کرو۔

سپاہی نے اپنے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی آواز پر لبیک کہا لیکن اس مہم کا سر کرنا آسان نہ تھا۔ دشمن اپنے ہزاروں سپاہیوں کے بیچ میں ہے اور وہاں تک پہنچنا بہت مشکل ہے۔اب یہاں سوائے حرب فریب کے اور کوئی چارہ نہیں اور اس کیلئے بھی باتیں بنانی ہوں گی۔اور یہ چیز اسلام میں روا نہیں ناچار انھوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ

والہٖ وسلم سے اس کی اجازت چاہی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے ان کو اس کی چھوٹ دی کہ الحرب خدعۃ جنگ دھوکہ ہے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تلوار حمائل کیئے ہوئے یہ مہم سر کرنے کے لئے نکل پڑے اور عصر کے وقت نخلہ پہنچ گئے وہاں انھوں نے دشمنوں کی زبردست بھیڑ دیکھی پھر اپنے نشانہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ خالد کو دیکھا کہ عورتوں کے جھنڈ میں ہے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت اپنا منصوبہ مکمل کرنا چاہتے تھے مگر عصر کی نماز فوت ہونے کا بھی انھیں اندیشہ تھا۔ ایسے وقت میں انھوں نے دشمن کی طرف پیش قدمی کرتے ہوئے ہی اشارہ سے نماز پڑھی اور خالد کے پاس پہنچ گئے۔ خالد نے ان سے پوچھا تم کون ہو حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا عرب ہی کا ایک آدمی ہوں۔ میں نے سنا ہے کہ تم نے ان (حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم) سے لڑنے کا منصوبہ بنا رکھا ہے تو میں بھی اسی کے لئے آیا ہوں۔ خالد نے کہا ہاں ہاں میرا بھی خیال ہے کہ اب بہت جلد ہم مدینہ پر چڑھائی کر کے فتح حاصل کریں گے۔

خالد اپنی عورتوں سے صرف نظر کر کے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے باتیں کرنے لگا اور حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ذہن میں نشانہ فٹ کرنے لگے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا طرز تکلم بڑا ہی خوب تھا۔ خالد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مانوس اور مطمئن ہو گیا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خالد سے باتیں کر رہے ہیں اور موقع کی تاک میں ہیں۔ چنانچہ انھیں موقع ہاتھ آ ہی گیا۔ تلوار نیام سے نکالی اور خالد کا سر قلم کر دیا اسکا دھڑ زمین پر جا گرا اور ایک دھمک سی ہوئی۔ خالد کی عورتیں متوجہ ہوئیں تو کیا دیکھتی ہیں اس کا سر اسکے تن سے جدا پڑا ہے۔ اب کیا تھا وہ عورتیں چیخ پڑیں وہاں

کے سبھی لوگ خالد کی لاش کی طرف متوجہ ہوئے اور ادھر حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں سے دوڑ پڑے۔ اب جب خالد کے لوگ قاتل کی تلاش کررہے ہیں تو قاتل کا پتا نہیں۔ ابھی اسے دفنایا بھی نہ گیا تھا کہ اس کے گرد جمع ہونے والوں کا بادل چھٹنے لگا اور صبح تک پورا نخلہ خالی ہوگیا۔

ادھر حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دل حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا منشا پورا کردینے پر خوشی ومسرت سے لبریز ہے۔ دوڑتے ہوئے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں آرہے ہیں۔ زمین سمٹ کیوں نہیں جاتی کہ فوراً اپنے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو ہلاکت دشمن کی بشارت سنادوں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد نبوی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام میں حاضر ہوئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے درمیان تشریف فرماتھے جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ان کی آمد محسوس کی تو آپ کی طرف مسکراتے ہوئے نظر اٹھائی اور ارشاد فرمایا: "اَفۡلَحَ الۡوَجۡهُ" یہ چہرہ کامیاب ہے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ مبارک کامیاب ہے۔ میں نے اس دشمن کو قتل کرڈالا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: تم نے سچ کہا۔

اس وقت حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ اشعار سنانے لگے۔

اقول لہ والسیف یعجم رأسہ　　انا ابن انیس فارساً غیر قعدد

وقلت لہ خذھا بضربۃ ماجد　　حنیف علی دین النبی محمد

وکنت اذا ھم النبی لکافر　　سبقت الیہ باللسان وبالید

(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام،غزوۃ عبداللہ بن انیس، ج٤،ص ٥٢١)

''میں اس وقت کہہ رہا تھا جب تلوار اس کا سرچاٹ رہی تھی کہ میں ابن انیس

شہسوار ہوں کوئی اپاہج نہیں ہوں۔''

''اور میں نے کہا مجھ جیسے دین محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم پر قائم رہنے والے صاحب مجد شخص کا ایک وار ہی کافی ہے۔''

''اور میرا حال تو یہ ہے کہ جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کسی کافر کو انجام تک پہنچانے کا ارادہ فرماتے ہیں تو میں اس کی طرف زبان سے اور ہاتھ سے سبقت کرتا ہوں۔''

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت اور فدائیت: حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوہ خندق میں ہماری ایک طرف تو مکہ کے کافروں اور انکے ساتھ دوسرے کافروں کے بہت سے گروہ جو ہم پر چڑھائی کرنے آئے تھے اور حملہ کے لئے تیار تھے، اور دوسری طرف خود مدینہ منورہ میں بنو قریظہ کے یہود ہماری دشمنی پر تلے ہوئے تھے جن سے ہر وقت اندیشہ تھا کہ کہیں مدینہ کو خالی دیکھ کر وہ ہمارے اہل وعیال کو بالکل ختم نہ کر دیں ہم لوگ مدینہ منورہ سے باہر لڑائی کے سلسلے میں پڑے ہوئے تھے منافقوں کی جماعت گھر کے تنہا اور خالی ہونے کا بہانہ کر کے اجازت لیکر اپنے گھروں کو واپس جارہی تھی اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ہر اجازت مانگنے والے کو اجازت مرحمت فرما دیتے تھے۔

اور اس دوران میں ایک رات آندھی اس قدر شدت سے آئی کہ نہ اس سے پہلے کبھی اتنی آئی نہ اس کے بعد۔ اندھیرا اس قدر زیادہ کہ آدمی کو پاس والا آدمی تو کیا اپنا ہاتھ بھی نظر نہیں آتا تھا اور ہوا اتنی سخت کہ اس کا شور بجلی کیء مرح گرج رہا تھا۔ منافقین اپنے گھروں کو لوٹ رہے تھے۔ ہم تین سو کا مجمع اسی جگہ تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ایک ایک کا حال دریافت فرما رہے تھے، اور اس اندھیرے میں ہر طرف تحقیقات

فرما رہے تھے اتنے میں میرے پاس سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا گزر ہوا میرے پاس نہ تو دشمن سے بچاؤ کے واسطے کوئی ہتھیار تھا نہ سردی سے بچاؤ کے لئے کوئی کپڑا، صرف ایک چھوٹی سی چادر تھی جو اوڑھنے میں گھٹنوں تک آتی تھی اور وہ بھی میری نہیں اہلیہ کی تھی، اس کو اوڑھے گھٹنوں کے بل زمین سے چمٹا ہوا بیٹھا تھا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے دریافت فرمایا کون ہے؟ میں نے عرض کیا حذیفہ، مگر مجھ سے سردی کے مارے اٹھا بھی نہ گیا اور شرم کے مارے زمین سے چمٹ گیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اٹھ کھڑا ہو، اور دشمنوں کے جتھے میں جا کر ان کی خبر لا، کیا ہو رہا ہے۔ میں اس وقت گھبراہٹ اور خوف اور سردی کی وجہ سے سب سے زیادہ خستہ حال تھا مگر تعمیل ارشاد میں اٹھ کر فوراً چل دیا جب میں جانے لگا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے دعا دی اَللّٰھُمَّ احۡفَظۡهُ مِنۡ بَيۡنِ يَدَيۡهِ وَمِنۡ خَلۡفِهٖ وَعَنۡ يَمِيۡنِهٖ وَعَنۡ شِمَالِهٖ وَمِنۡ فَوۡقِهٖ وَمِنۡ تَحۡتِهٖ اللہ تو اس کی حفاظت فرما سامنے سے اور پیچھے سے دائیں سے بائیں سے اوپر سے اور نیچے سے۔ حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا یہ ارشاد فرمانا تھا کہ گویا مجھ سے خوف، سردی بالکل جاتی رہی اور ہر ہر قدم پر معلوم ہو رہا تھا کہ گویا گرمی میں چل رہا ہوں۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے چلتے وقت یہ بھی ارشاد فرمایا کہ کوئی حرکت نہ کرنا چپ چاپ دیکھ کر چلے آؤ کہ کیا ہو رہا ہے۔ میں وہاں پہنچا تو دیکھا آگ جل رہی ہے اور لوگ اس میں سینک رہے ہیں ایک شخص آگ پر ہاتھ سینکتا ہے اور کوکھ پر پھیرتا ہے اور ہر طرف سے واپس چل دو، واپس چل دو کی صدائیں آرہی ہیں۔ ہر شخص اپنے قبیلہ والوں کو آواز دیکر یہ کہتا ہے کہ واپس چلو اور ہوا کی تیزی کی وجہ سے چاروں طرف

سے پتھر ان کے خیموں پر برس رہے تھے خیموں کی رسیاں ٹوٹتی جاتی تھیں اور گھوڑے وغیرہ جانور ہلاک ہو رہے تھے ابوسفیان جو گویا اس وقت ساری جماعتوں کا سردار بن رہا تھا آگ پر سینک رہا تھا میرے دل میں آیا کہ موقع اچھا ہے اس کا کام تمام کر ڈالوں ترکش سے تیر نکال کر کمان میں رکھ بھی دیا مگر پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا ارشاد یاد آیا کہ کوئی حرکت نہ کرنا دیکھ کر چلے آنا اس لئے میں نے تیر ترکش میں رکھا اس کو شبہ ہو گیا کہنے لگا تم میں کوئی جاسوس ہے، ہر شخص نے اپنے برابر والے کا ہاتھ پکڑا میں نے جلدی سے ایک آدمی کا ہاتھ پکڑ کر پوچھا تو کون؟ اس نے کہا تو مجھے نہیں جانتا فلاں ہوں۔ میں وہاں سے واپس آیا جب آدھے راستے پر تھا تو تقریباً بیس سوار مجھے عمامہ باندھے ہوئے ملے انہوں نے کہا کہ اپنے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے کہہ دینا کہ اللہ عزوجل نے دشمنوں کا انتظام کر دیا بے فکر رہیں۔

میں واپس پہنچا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ایک چھوٹی سی چادر اوڑھے نماز پڑھ رہے تھے یہ ہمیشہ کی عادت شریفہ تھی کہ جب کوئی گھبراہٹ کی بات پیش آتی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نماز کی طرف توجہ فرماتے نماز سے فراغت پر میں نے وہاں کا جو منظر دیکھا عرض کیا۔ جاسوس کا قصہ سن کر دندان مبارک چمکنے لگے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے مجھے اپنے پاؤں مبارک کے قریب لٹا دیا اور اپنی چادر کا ذرا سا حصہ مجھ پر ڈال دیا میں نے اپنے سینے کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے تلوؤں سے چمٹا لیا۔

(مدارج النبوت، قسم سوم، باب پنجم از هجرت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ج ۲، ص ۱۷۳ بتصرف۔ دلائل النبوۃ (مترجم)، لامام ابو نعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی، باب غزوۂ خندق کے معجزات ص ۴۴۷، بتصرف)

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم عشق ووفا کی امتحان گاہ میں

یہ شہادت کہ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ سمجھتے ہیں کہ آسان ہے مسلمان ہونا

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حال: ابتدائے اسلام میں جو شخص مسلمان ہوتا تھا وہ اپنے اسلام کو حتی الوسع مخفی رکھتا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی طرف سے بھی، اس خیال سے کہ ان کو کافروں سے اذیت نہ پہنچے، اخفا کی تلقین ہوتی تھی۔ جب مسلمانوں کی تعداد انتالیس تک پہنچی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اظہار کی درخواست کی اور چاہا کہ کھلم کھلا علی الاعلان تبلیغ اسلام کی جائے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اول انکار فرمایا مگر ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اصرار پر قبول فرمالیا اور ان سب حضرات رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ساتھ لیکر مسجد حرم شریف میں تشریف لے گئے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خطبہ شروع کیا، یہ سب سے پہلا خطبہ ہے جو اسلام میں پڑھا گیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے چچا سید الشھداء حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی دن اسلام لائے ہیں اور اس کے تین دن بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشرف بہ اسلام ہوئے ہیں۔ خطبہ کا شروع ہونا تھا کہ چاروں طرف سے کفار ومشرکین مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی باوجودیکہ مکہ مکرمہ میں عام طور پر ان کی عظمت وشرافت مسلم تھی، اس قدر مارا کہ تمام چہرہ مبارک خون میں بھر گیا، ناک کان سب لہولہان ہوگئے۔ پہچانے نہ جاتے تھے، جوتوں سے مارا پاؤں میں روندا جو نہ کرنا تھا سب کچھ ہی کیا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بے ہوش

ہو گئے، بنو تیم یعنی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قبیلے کے لوگوں کو خبر ہوئی تو وہاں سے اٹھا کر لائے۔

سب کو یقین ہو چلا تھا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وحشیانہ حملہ سے زندہ نہ بچ سکیں گے بنو تیم مسجد میں آئے اور اعلان کیا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اگر حادثہ میں وفات ہوگئی تو ہم لوگ ان کے بدلہ میں عتبہ بن ربیعہ کو قتل کریں گے عتبہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مارنے میں بہت زیادہ بدبختی کا اظہار کیا تھا۔ شام تک حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بے ہوشی رہی باوجود آوازیں دینے کے بولنے یا بات کرنے کی نوبت نہ آتی تھی۔ شام کو آوازیں دینے پر وہ بولے تو سب سے پہلے الفاظ یہ تھے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا کیا حال ہے؟ لوگوں کی طرف سے اس پر بہت ملامت ہوئی کہ ان ہی کے ساتھ کی بدولت یہ مصیبت آئی اور دن بھر موت کے منہ میں رہنے پر بات کی تو وہ بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ہی کا جذبہ اور ان ہی کے لئے۔

لوگ پاس سے اٹھ کر چلے گئے، بددلی بھی تھی، اور یہ بھی کہ آخر کچھ جان ہے کہ بولنے کی نوبت آئی اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ام خیر سے کہہ گئے کہ ان کے کھانے پینے کیلئے کسی چیز کا انتظام کر دیں۔ وہ کچھ تیار کر کے لائیں اور کھانے پر اصرار کیا مگر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہی ایک صدا تھی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا کیا حال ہے؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم پر کیا گزری؟ انکی والدہ نے کہا کہ مجھے تو خبر نہیں کیا حال ہے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ام جمیل (حضرت عمر کی بہن رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے پاس جا کر دریافت کرلو کہ کیا حال ہے؟ وہ بیچاری بیٹے کی اس مظلومانہ حالت

کی بیتابانہ درخواست پوری کرنے کیلئے ام جمیل رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس گئیں اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کا حال دریافت کیا۔ وہ بھی عام دستور کے مطابق اس وقت اپنے اسلام کو چھپائے ہوئے تھیں۔ فرمانے لگیں میں کیا جانوں کون محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم) اور کون ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تیرے بیٹے کی حالت سن کر رنج ہوا اگر تو کہے تو میں چل کر اسکی حالت دیکھوں ام خیر نے قبول کر لیا ان کے ساتھ گئیں اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حالت دیکھ کر تحمل نہ کر سکیں بے تحاشا رونا شروع کر دیا کہ بدکرداروں نے کیا حال کر دیا۔ اللہ تعالیٰ ان کو ان کے کیئے کی سزا دے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پھر پوچھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کا کیا حال ہے؟ ام جمیل رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ وہ سُن رہی ہیں، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ان سے خوف نہ کرو۔ ام جمیل رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خیریت سنائی اور عرض کیا کہ بالکل صحیح سالم ہیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کہ اس وقت کہاں ہیں انہوں نے عرض کیا کہ ارقم کے گھر تشریف رکھتے ہیں۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ مجھ کو خدا عزوجل کی قسم ہے کہ اس وقت تک کوئی چیز نہ کھاؤں گا نہ پیئوں گا جب تک کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی زیارت نہ کرلوں۔ ان کی والدہ کو تو بیقراری تھی کہ وہ کچھ کھالیں اور انہوں نے قسم کھالی کہ جب تک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی زیارت نہ کرلوں کچھ نہ کھاؤں گا۔ اس لئے والدہ نے اس کا انتظار کیا کہ لوگوں کی آمدورفت بند ہوجائے۔ مبادا کوئی دیکھ لے اور کچھ اذیت پہنچائے۔ جب رات کا بہت سا حصہ گزر گیا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لیکر

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی خدمت میں ارقم کے گھر پہنچیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم سے لپٹ گئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم بھی لپٹ کر روئے۔ اَور مسلمان بھی رونے لگے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حالت دیکھی نہ جاتی تھی۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے درخواست کی یہ میری والدہ ہیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ان کے لئے ہدایت کی دعا فرمادیں اوران کو اسلام کی تبلیغ بھی فرمادیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے ان کو اسلام کی ترغیب دی وہ بھی اس وقت مسلمان ہوگئیں۔ (البدایۃ والنہایۃ، ج ۳، ص ۳۰)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جذبہ اسلام: حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشہور صحابی ہیں، جن کا شمار صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے جلیل القدر زاہدوں اور عظیم علماء میں ہے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد ہے کہ ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایسے علم کے حامل ہیں جن سے لوگ عاجز ہیں مگر انھوں نے اسے محفوظ رکھا ہے۔ جب ان کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی نبوت کی پہلے پہل خبر پہنچی تو انہوں نے اپنے بھائی کو حالات کی تحقیق کے لئے مکہ بھیجا کہ جو شخص یہ دعوی کرتا ہے کہ میرے پاس وحی آتی ہے اور آسمان کی خبریں آتی ہیں اسکے حالات معلوم کریں اوراس کے کلام کوغور سے سنیں۔

وہ مکہ مکرمہ آئے اور حالات معلوم کرنے کے بعد اپنے بھائی سے جا کر کہا کہ میں نے ان کو اچھی عادتوں اور عمدہ خیال کا حکم کرتے دیکھا اور ایک ایسا کلام سنا جو نہ شعر ہے اور نہ کاہنوں کی خبریں۔ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس مجمل بات سے تشفی نہ ہوئی تو خود سامان سفر کیا اور مکہ پہنچے اور سیدھے مسجد حرام میں گئے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ

والہ وسلم کو پہچانتے نہ تھے اور کسی سے پوچھنا مصلحت کے خلاف سمجھا، شام تک اسی حال میں رہے۔ شام کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے دیکھا کہ ایک پردیسی مسافر ہے، مسافروں، غریبوں، پردیسیوں کی خبر گیری اور ان کی ضرورت کا پورا کرنا ان حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عادت وطبیعت تھی، اس لئے ان کو اپنے گھر لے آئے میزبانی فرمائی۔ لیکن ان سے کچھ پوچھنے کی ضرورت نہ سمجھی کہ کون ہو اور کیوں آئے، مسافر نے بھی کچھ ظاہر نہ کیا، صبح کو پھر مسجد میں آگئے تاکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے متعلق کسی سے کچھ دریافت کریں، لیکن کوئی ایسا شخص نظر نہ آیا جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے متعلق کچھ بتاتا۔ دوسری شام کو بھی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خیال ہوا کہ پردیسی مسافر ہے بظاہر جس کیلئے آیا ہے وہ پوری نہیں ہوئی اس لئے پھر اپنے گھر لے گئے اور رات کو کھلایا سلایا مگر پوچھنے کی اس رات کو بھی نوبت نہیں آئی۔

تیسری رات کو پھر یہی صورت ہوئی۔ تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دریافت کیا کہ تم کس کام کیلئے آئے ہو کیا غرض ہے؟ تو حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قسم اور عہد و پیمان کے بعد ان کو غرض بتائی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا: وہ بے شک اللہ عزوجل کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ہیں اور صبح کو جب میں جاؤں تو تم میرے ساتھ چلنا، میں وہاں تک پہنچا دوں گا، لیکن مخالفت کا زور ہے، اس لئے راستہ میں اگر مجھ سے کوئی ایسا شخص ملا جس سے میرے ساتھ چلنے کی وجہ سے تم پر کوئی اندیشہ ہو تو میں استنجاء کے لیے رک جاؤں گا یا اپنا جوتا درست کرنے لگوں گا، تم سیدھے چلے چلنا میرے ساتھ ٹھہرنا نہیں جس کی وجہ سے تمہارا میرا ساتھ ہونا معلوم نہ ہو۔ چنانچہ صبح کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پیچھے پیچھے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں پہنچے وہاں

جا کر بات چیت ہوئی، اسی وقت مسلمان ہو گئے۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ان کی تکلیف کے خیال سے فرمایا کہ اپنے اسلام کو ابھی ظاہر نہ کرنا چپکے سے اپنی قوم میں چلے جاؤ، جب ہمارا غلبہ ہو جائے اس وقت چلے آنا۔ انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ اس کلمہ توحید کو ان بے ایمانوں کے بیچ میں چلا کر پڑھوں گا، چنانچہ اسی وقت مسجد حرام میں تشریف لے گئے اور بلند آواز سے **اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰـهِ** پڑھا۔ پھر کیا تھا چاروں طرف سے لوگ اٹھے اور اس قدر مارا کہ زخمی کر دیا، مرنے کے قریب ہو گئے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اس وقت مسلمان بھی نہیں ہوئے تھے ان کے اوپر بچانے کے لئے لیٹ گئے اور لوگوں سے کہا کیا ظلم کرتے ہو یہ شخص قبیلہ غفار کا ہے اور یہ قبیلہ ملک شام کے راستہ میں پڑتا ہے، تمہاری تجارت وغیرہ سب ملک شام کے ساتھ ہے اگر یہ مر گیا تو شام کا آنا جانا بند ہو جائیگا۔ اس پر ان لوگوں کو بھی خیال ہوا کہ ملک شام سے ساری ضرورتیں پوری ہوتی ہیں، وہاں کا راستہ بند ہو جانا مصیبت ہے اس لئے ان کو چھوڑ دیا دوسرے دن پھر اسی طرح انھوں نے جا کر با آواز بلند کلمہ پڑھا اور لوگ اس کلمہ کو سننے کی تاب نہ لا سکتے تھے۔ اس لئے ان پر ٹوٹ پڑے، دوسرے دن بھی حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی طرح ان کو سمجھا کر ہٹایا کہ تجارت کا راستہ بند ہو جائے گا۔ (صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب قصة اسلام ابی ذر الغفاری، الحدیث: ۳۵۲۲، ج ۲، ص ۴۸۰ و کتاب مناقب الانصار، باب اسلام ابی ذر، الحدیث: ۳۸۶۱، ج ۲، ص ۵۷۶)

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ جوش اظہار غلبہ حق کے ولولہ کی بنا پر تھا اور سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا منع اظہار شفقت کی بنیاد پر، لیکن حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم جب خود مصائب جھیل رہے ہیں تو ہمیں پیچھے رہنے کی کیا ضرورت؟ اس لئے اپنی راحت پر سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے اتباعِ عمل کو ترجیح دی اور پھر اطاعت حق میں ہمیشہ سرگرم رہے۔

حضرت عمار اور ان کے والدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم : حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ماں باپ کو بھی سخت سے سخت تکلیفیں پہنچائی گئیں۔ مکہ کی سخت گرم اور ریتلی زمین میں ان کو عذاب دیا جاتا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا اس طرف گزر ہوتا تو صبر کی تلقین فرماتے اور جنت کی بشارت فرماتے، آخر ان کے والد حضرت یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی حالت تکلیف میں وفات پا گئے کہ ظالموں نے مرنے تک چین نہ لینے دیا اور ان کی والدہ حضرت سمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بھی سخت تکالیف اٹھائیں ابوجہل نے ان کی ناف کے نیچے برچھا مارا جس سے وہ شہید ہو گئیں مگر اسلام سے نہ ہٹیں حالانکہ بوڑھی تھیں ضعیف تھیں مگر اس بدنصیب نے کسی چیز کا خیال نہیں کیا۔

اسلام میں سب سے پہلی شہادت ان کی ہے اور اسلام میں سب سے پہلی مسجد حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بنائی ہوئی ہے۔ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لے گئے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے لئے ایک سایہ دار مکان بنانا چاہئے جس میں تشریف رکھا کریں اور دوپہر کو آرام فرمالیا کریں اور نماز بھی سایہ میں پڑھ لیا کریں، تو

قبا میں حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اول پتھر جمع کیے اور پھر مسجد بنائی۔لڑائی میں نہایت جوش سے شریک ہوتے تھے ایک مرتبہ وجد میں آکر کہنے لگے اب جا کر دوستوں سے ملیں گے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم اوران کی جماعت سے ملیں گے اتنے میں پیاس لگی اور پانی کسی سے مانگا اس نے دودھ سامنے کیا اس کو پیا اور پی کر کہنے لگے میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم سے سنا کہ تو دنیا میں سب سے آخری چیز دودھ پئے گا اس کے بعد شہید ہوگئے، اس وقت چورانوے برس کی عمر تھی بعض نے ایک آدھ سال کم بتلائی ہے۔ (ماخوذمن اسدالغابة، ج ٤، ص ١٤١)

ان کی والدہ حضرت سمیہ بنت خُبَّاط رضی اللہ تعالیٰ عنہا مظلومانہ شہادت کے علاوہ اور بھی سختیاں جھیل چکی ہیں ان کو گرمی کے وقت سخت دھوپ میں کنکریوں پر ڈالا جاتا، لوہے کی زرہ پہنا کر دھوپ میں کھڑا کیا جاتا تاکہ دھوپ کی گرمی سے لوہا تپنے لگے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کا ادھر سے گزر ہوتا تو صبر کی تلقین اور جنت کا وعدہ فرماتے یہاں تک کہ سب سے بڑے دشمن اسلام ابو جہل کے ہاتھوں انکی شہادت ہوئی۔ رضی اللّٰہ عنہا و ارضاھا عنا. (اسدالغابة، ج ٧، ص ١٦٧)

حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسلام: حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کے ساتھ مسلمان ہوئے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم حضرت ارقم صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان پر تشریف فرما تھے کہ یہ دونوں حضرات علیحدہ علیحدہ حاضر خدمت ہوئے اور مکان کے دروازے پر اتفاقیہ اکٹھے ہوگئے ہر ایک نے دوسرے کی غرض معلوم کی تو ایک ہی غرض یعنی اسلام لانا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے فیض سے مستفیض ہونا دونوں کا مقصود تھا۔ اسلام لائے اور اسلام لانے کے بعد

جو کچھ اس زمانہ میں قلیل اور کمزور جماعت کو پیش آتا تھا وہ پیش آیا۔ ہر طرح ستائے گئے۔ تکلیفیں پہنچائی گئیں۔ آخر کار ہجرت کا ارادہ فرمایا تو کافروں کو یہ چیز بھی گوارا نہ تھی کہ یہ لوگ کسی دوسری جگہ جا کر آرام سے زندگی بسر کریں۔

اس لئے جس کی ہجرت کا حال معلوم ہوتا تھا اسکو پکڑنے کی کوشش کرتے تھے کہ تکالیف سے نجات پا نہ سکے۔ چنانچہ ان کا بھی پیچھا کیا گیا، اور ایک جماعت ان کو پکڑنے کے لئے گئی انھوں نے اپنا ترکش سنبھالا جس میں تیر تھے اور ان لوگوں سے کہا کہ دیکھو تم کو معلوم ہے کہ میں تم سے زیادہ تیرانداز ہوں ایک بھی تیر میرے پاس باقی رہے گا تو تم لوگ مجھ تک آنہیں سکو گے اور جب ایک بھی تیر نہ رہے گا تو میں اپنی تلوار سے مقابلہ کروں گا یہاں تک کہ تلوار بھی میرے ہاتھ میں نہ رہے اس کے بعد جو تم سے ہو سکے کرنا۔ اس لئے اگر تم چاہو تو اپنی جان کے بدلہ میں اپنے مال کا پتا بتا سکتا ہوں جو مکہ میں ہے اور دو باندیاں بھی ہیں وہ تم سب لے لو! اس پر وہ لوگ راضی ہو گئے حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا مال دیکر جان چھڑائی اس بارہ میں آیت پاک نازل ہوئی۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ یَّشۡرِیۡ نَفۡسَہُ ابۡتِغَآءَ مَرۡضَاتِ اللّٰہِ ؕ وَاللّٰہُ رَءُوۡفٌۢ بِالۡعِبَادِ ۝ (پ ۲، البقرۃ: ۲۰۷)

ترجمہ کنزالایمان: اور کوئی آدمی اپنی جان بیچتا ہے اللہ کی مرضی چاہنے میں اور اللہ بندوں پر مہربان ہے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اس وقت قبا میں تشریف فرما تھے صورت دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ نفع کی تجارت کی۔ صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اس وقت کھجور تناول فرما رہے تھے اور میری آنکھ دکھ رہی تھی ساتھ کھانے لگا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ آنکھ تو دکھ رہی ہے اور کھجوریں کھاتے ہو۔ میں نے عرض کیا:

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اس آنکھ کی طرف سے کھاتا ہوں جو درست ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم یہ جواب سنکر ہنس پڑے۔ (اسد الغابۃ، ج ۳، ص ۳۹)

حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے ہی خرچ کرنیوالے تھے۔ حتی کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے فرمایا کہ تم فضول خرچی کرتے ہو۔ انھوں نے عرض کیا کہ ناحق کہیں خرچ نہیں کرتا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جب وصال ہونے لگا تو انھیں کو جنازہ کی نماز پڑھانے کی وصیت فرمائی تھی۔ (اسد الغابۃ، ج ۳، ص ۴۱)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بہنوئی اور بہن: فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کون واقف نہیں؟ قبل اسلام یہ بھی نمایاں تھے اور اسلام واہل اسلام کی عداوت میں سرگرم یہاں تک کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے قتل کے درپے رہتے تھے ایک روز کفار نے مشورہ کی کمیٹی قائم کی کہ کوئی ہے جو محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) کو قتل کردے؟ عمر نے کہا کہ میں کروں گا! لوگوں نے کہا بے شک تم ہی کرسکتے ہو، عمر تلوار لٹکائے ہوئے اٹھے اور چل دیئے۔ اسی فکر میں جا رہے تھے کہ ایک صاحب قبیلہ بنوزہرہ کے جن کا نام حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔ بعض نے حضرت نعیم کا نام لکھا ہے۔ انھوں نے پوچھا عمر کہاں جا رہے ہو؟ کہنے لگے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) کے قتل کی فکر میں ہوں۔ (نعوذ باللہ عزوجل) سعد نے کہا۔ بنو ہاشم اور بنوزہرہ سے کیسے مطمئن ہوگئے وہ تم کو بدلہ میں قتل کردیں گے۔ اس جواب پر بگڑ گئے اور کہنے لگے معلوم ہوتا ہے تو بھی بے دین (یعنی مسلمان) ہوگیا ہے لا پہلے تجھی کو نمٹا دوں۔ یہ کہہ کر تلوار سونت لی اور حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی یہ کہہ کر ہاں میں مسلمان ہوگیا ہوں تلوار سنبھالی

دونوں طرف سے تلوار چلنے کو تھی کہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ پہلے اپنے گھر کی تو خبر لے تیری بہن اور بہنوئی دونوں مسلمان ہو چکے ہیں۔

یہ سننا تھا کہ غصہ سے بھر گئے اور سیدھے بہن کے گھر گئے۔ وہاں حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کواڑ بند کیے ہوئے ان دونوں میاں بیوی کو قرآن شریف پڑھا رہے تھے عمر نے کواڑ کھلوائی ان کی آواز سے حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو جلدی سے اندر چھپ گئے لیکن وہ صحیفہ جلدی میں باہر رہ گیا جس پر آیات قرانی لکھی ہوئی تھیں۔ ہمشیرہ نے کواڑ کھولا عمر کے ہاتھ میں کوئی چیز تھی جسکو بہن کے سر پر مارا جس سے سر سے خون بہنے لگا اور کہا کہ اپنی جان کی دشمن تو بھی بد دین ہوگئی اس کے بعد گھر میں آئے اور پوچھا کیا کر رہے تھے اور یہ آواز کس کی تھی بہنوئی نے کہا کہ بات چیت کر رہے تھے کہنے لگے کیا تم نے اپنے دین کو چھوڑ کر دوسرا دین اختیار کرلیا۔ بہنوئی نے کہا اگر دوسرا دین حق ہو تو؟ یہ سننا تھا کہ ان کی داڑھی پکڑ کر کھینچی اور بے تحاشا ٹوٹ پڑے اور زمین پر گرا کر خوب مارا بہن نے چھڑانے کی کوشش کی تو ان کے منہ پر ایک طمانچہ اس زور سے مارا کہ خون نکل آیا۔ وہ بھی آخر عمر ہی کی بہن تھیں کہنے لگیں عمر! ہم کو اس وجہ سے مارا جاتا ہے کہ ہم مسلمان ہوگئے۔ بے شک ہم مسلمان ہوگئے جو تجھ سے ہو سکے تو کرلے۔

اس کے بعد عمر کی نظر اس صحیفے پر پڑی جو جلدی میں باہر رہ گیا تھا اور غصہ کا جوش بھی اس مار پیٹ سے کم ہو گیا تھا اور بہن کے اس طرح خون میں بھر جانے سے شرم سی آرہی تھی، کہنے لگے اچھا مجھے دکھلاؤ یہ کیا ہے۔ بہن نے کہا کہ تو ناپاک ہے اور اس کو ناپاک ہاتھ نہیں لگا سکتے ہر چند کوشش کی مگر وہ بے وضو اور بے غسل کے دینے کو

تیار نہ ہوئیں۔عمر نے غسل کیا اور اس کو لے کر پڑھا اس پر سورۂ طٰہٰ لکھی ہوئی تھی اس کو پڑھنا شروع کیا اور " اِنَّنِیۡۤ اَنَا اللّٰہُ لَاۤ اِلٰـہَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعۡبُدۡنِیۡ ۙ وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکۡرِیۡ ٥" (پ ١٦، طٰہٰ: ١٤) تک پڑھا تھا کہ حالت ہی بدل گئی کہنے لگے اچھا مجھے بھی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے پاس لے چلو۔ یہ الفاظ سنکر حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اندر سے نکلے اور کہا کہ اے عمر! تمہیں خوشخبری دیتا ہوں کہ کل شب پنجشنبہ (بدھ) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے دعا مانگی تھی کہ یا اللہ! عمر، یا ابوجہل میں جو تجھے زیادہ پسند ہو اس سے اسلام کو قوت عطا فرما (یہ دونوں قوت میں مشہور تھے) معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی دعا تمہارے حق میں قبول ہوگئی۔اس کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جمعہ کی صبح کو مسلمان ہوئے۔

(تاریخ الخلفاء، فصل فی الاخبار الواردة فی اسلامه، ص٨٧)

حضرت زینب بنتِ رسول اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ہجرت اور وفات:

دو جہاں کے سردار حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی سب سے بڑی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا اعلانِ نبوت سے دس سال پہلے جبکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی عمر شریف ٣٠ برس کی تھی پیدا ہوئیں اور خالہ زاد بھائی ابو العاص بن ربیع سے نکاح ہوا۔ ہجرت کے وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے ساتھ نہ جاسکیں ان کے خاوند بدر کی لڑائی میں کفار کے ساتھ شریک ہوئے اور قید ہوئے اہل مکہ نے جب اپنے قیدیوں کی رہائی کیلئے فدیے ارسال کیے تو حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بھی اپنے خاوند کی رہائی کیلئے مال بھیجا جس میں وہ ہار بھی تھا جو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے

جہیز میں دیا تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے جب اس کو دیکھا تو خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی یاد تازہ ہوگئی آبدیدہ ہوئے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مشورے سے یہ قرار پایا کہ ابوالعاص کو بلافدیہ چھوڑ دیا جائے اس شرط پر کہ وہ واپس جا کر حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو مدینہ طیبہ بھیج دیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے دو آدمی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو لینے کے لیے ساتھ کر دیئے کہ وہ مکہ سے باہر ٹھہر جائیں اور ابوالعاص حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ان تک پہنچوا دیں۔

چنانچہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دیور کنانہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو لے کر چلے، آپ اونٹ پر سوار ہو کر روانہ ہوئیں، کفار کو جب اس کی خبر ہوئی تو آگ بگولہ ہوگئے اور ایک جماعت مزاحمت کے لئے پہنچ گئی۔ جس میں ہبّار بن اسود جو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے چچا زاد بھائی کا لڑکا تھا اور اس لحاظ سے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بھائی ہوا وہ اور اس کے ساتھ ایک اور شخص بھی تھا ان دونوں میں سے کسی نے، اور اکثر نے ہبّار ہی کو لکھا ہے، حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو نیزہ مارا جس سے وہ زخمی ہو کر اونٹ سے گریں چونکہ حاملہ تھیں اس وجہ سے پیٹ کا بچہ بھی ضائع ہوا۔ کنانہ نے تیروں سے مقابلہ کیا ابوسفیان نے ان سے کہا کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) کی بیٹی اور اس طرح علی الاعلان چلی جائے یہ گوارا نہیں۔ اس وقت واپس چلو پھر چپکے سے بھیج دینا۔

کنانہ نے اس کو قبول کر لیا اور واپس لے آئے۔ دو ایک روز بعد پھر روانہ کیا حضرت زینب کا یہ زخم کئی سال تک رہا اور کئی سال تک اس میں بیمار رہ کر ۸ھ میں انتقال فرمایا رضی اللہ عنہا وارضاھا عنا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ وہ میری سب سے

اچھی بیٹی تھی جو میری محبت میں ستائی گئی۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ذکربنات رسول الله صلی الله علیه وسلم، ج۸،ص۲۶۔۲۷

و سیرة النبویة لابن هشام،خروج زینب الی المدینة، ج۱،ص۵۷۶)

حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جلی ہوئی پیٹھ: امیرالمومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک مرتبہ صحابیِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیٹھ نظر آ گئی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ پوری پشت مبارک میں سفید سفید زخموں کے نشان ہیں۔ دریافت فرمایا کہ اے خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ! یہ تمھاری پیٹھ میں زخموں کے نشان کیسے ہیں؟ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ امیرالمومنین آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان زخموں کی کیا خبر؟ یہ اس وقت کی بات ہے جب آپ ننگی تلوار لیکر حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کا سر کاٹنے کے لئے دوڑتے پھرتے تھے۔ اس وقت ہم نے محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کا چراغ اپنے دل میں جلایا اور مسلمان ہوئے۔ اس وقت کفار مکہ نے مجھ کو آگ کے جلتے ہوئے کوئلوں پر پیٹھ کے بل لٹا دیا میری پیٹھ سے اتنی چربی پگھلی کہ کوئلے بجھ گئے اور میں گھنٹوں بے ہوش رہا مگر رب کعبہ کی قسم! کہ جب مجھے ہوش آیا تو سب سے پہلے زبان سے کلمہ **لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ** صلی الله تعالیٰ علیه وسلم نکلا۔

امیرالمومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مصیبت سنکر آبدیدہ ہو گئے اور فرمایا: اے خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ! کرتا اٹھاؤ! میں تمھاری اس پیٹھ کی زیارت کروں گا۔ اللہ اللہ! یہ پیٹھ کتنی مبارک و مقدس ہے جو محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی بدولت آگ میں جلائی گئی ہے۔

(الطبقات الکبری لابن سعد،خباب بن الارت، ج۳،ص۱۲۳)

حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگ کے کوئلوں پر: اسی طرح حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہلے چوب اور کوڑوں کی مار سے کفار نے نڈھال کر دیا۔ پھر آگ کے دہکتے ہوئے کوئلوں پر پیٹھ کے بل لٹا دیا۔ مگر یہ استقامت کا پہاڑ بن کر اسلام پر ثابت قدم رہے۔ اس حالت میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ان کے قریب سے گزرے تو حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کہہ کر پکارا، عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ مصیبت دیکھ کر رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا دل صدموں سے چور چور ہو گیا اور فرمایا:

یَا نَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰی عَمَّارٍ کَمَا کُنْتِ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ

یعنی اے آگ! تو عمار پر اس طرح ٹھنڈک اور سلامتی بن جا جس طرح تو حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ٹھنڈک اور سلامتی بن گئی تھی۔ (الطبقات الکبری لابن سعد، عمار بن یاسر، ج ۳، ص ۱۸۸) رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زخموں پر اپنا دست شفقت پھیرتے ہوئے فرماتے کہ "عمار طیب و مطیب" یعنی عمار پاکیزہ اور خوشبودار ہے۔

ہجرت حبشہ اور شعب ابی طالب: مسلمانوں کو اور ان کے سردار فخر دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو کفار سے جب تکالیف پہنچتی ہی رہیں اور آئے دن ان میں بجائے کمی کے اضافہ ہی ہوتا رہا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو اس بات کی اجازت مرحمت فرما دی کہ وہ یہاں سے دوسری جگہ چلے جائیں۔ بہت سے حضرات نے حبشہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ حبشہ کے بادشاہ اگرچہ نصرانی تھے اور اس وقت

مسلمان نہ ہوئے تھے مگران کے رحمدل اور منصف مزاج ہونے کی شہرت تھی۔ چنانچہ اعلانِ نبوت کے پانچویں برس رجب کے مہینہ میں پہلی جماعت کے گیارہ یا بارہ مرد اور چار یا پانچ عورتوں نے حبشہ کی ہجرت کی۔ مکہ والوں نے ان کا پیچھا بھی کیا کہ یہ نہ جاسکیں، مگر یہ لوگ ہاتھ نہ آئے وہاں پہنچ کران کو یہ خبر ملی کہ مکہ والے سب مسلمان ہوگئے اوراسلام کوغلبہ ہوگیا۔اس خبر سے یہ حضرات بہت خوش ہوئے اوراپنے وطن کی طرف لوٹے۔لیکن مکہ مکرمہ کے قریب پہنچ کرمعلوم ہوا کہ یہ خبر غلط تھی اور مکہ والے اسی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ دشمنی اور ایذارسانی میں مصروف ہیں توان میں سے بعض حضرات وہیں سے واپس ہوگئے اور بعض کسی کی پناہ لے کرمکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ یہ حبشہ کی پہلی ہجرت کہلاتی ہے۔

اس کے بعدایک بڑی جماعت نے (جو۸۳مرداور۱۸عورتیں بتائی جاتی ہے) متفرق طور پرہجرت کی اور یہ حبشہ کی دوسری ہجرت کہلاتی ہے۔بعض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے دونوں ہجرتیں کیں، اوربعض نے ایک۔کفار نے جب دیکھا یہ لوگ حبشہ میں چین کی زندگی بسر کرنے لگے توان کواور بھی غصہ آیا اور بہت سے تحائف کے ساتھ نجاشی شاہ حبشہ کے پاس ایک وفد بھیجا جو بادشاہ کے لئے بہت سے تحفے لے کر گیا۔اوراس کے خواص اور پادریوں کیلئے بھی بہت سے ہدیے لے کر گیا۔جا کر پادریوں اور حکام سے ملااور ہدیے دیکران سے بادشاہ کے یہاں اپنی سفارش کا وعدہ لیااور بادشاہ کی خدمت میں یہ وفد حاضر ہوا۔اول بادشاہ کوسجدہ کیا اور پھر تحفے پیش کر کے اپنی درخواست پیش کی اور رشوت لینے والے حکام نے تائید کی۔انھوں نے کہا اے بادشاہ! ہماری قوم کے چند بیوقوف لڑکے اپنے قدیمی دین کو چھوڑ کر ایک نئے دین میں داخل ہوگئے جسکو

ہم جانتے ہیں اور نہ آپ جانتے ہیں، آپ کے ملک میں آ کر رہنے لگے۔ہم کو شرفائے مکہ نے اور ان کے باپ چچا نے اور رشتہ داروں نے بھیجا ہے کہ انکو واپس لائیں آپ ان کو ہمارے سپرد کردیں۔بادشاہ نے جواب دیا جن لوگوں نے میری پناہ لی ہے بغیر تحقیق ان کو حوالے نہیں کرسکتا ان سے بلا کر تحقیق کرلوں اگر یہ صحیح ہوا تو حوالے کردوں گا۔

چنانچہ مسلمانوں کو بلایا گیا۔مسلمان بہت پریشان ہوئے کیا کریں مگر اللہ عزوجل کے فضل نے مدد کی اور ہمت سے یہ طے کیا کہ چلنا چاہیے اور صاف بات کہنا چاہئے بادشاہ کے یہاں پہنچ کر سلام کیا۔کسی نے اعتراض کیا تم نے بادشاہ کو آداب شاہی کے موافق سجدہ نہیں کیا ان لوگوں نے کہا کہ ہم کو ہمارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اللہ عزوجل کے سوا کسی کو سجدہ کرنے کی اجازت نہیں دی۔اس کے بعد بادشاہ نے ان سے حالات دریافت کیے حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگے بڑھے اور فرمایا: ہم لوگ جہالت میں پڑے ہوئے تھے نہ اللہ عزوجل کو جانتے تھے نہ اس کے رسولوں علیہم السلام سے واقف تھے۔پتھروں کو پوجتے تھے۔مردار کھاتے تھے۔برے کام کرتے تھے رشتے ناطے توڑتے تھے ہم میں کا قوی ضعیف کو ہلاک کردیتا تھا ہم اسی حال میں تھے کہ اللہ عزوجل نے ایک رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم بھیجا جس کے نسب، جس کی سچائی، اور امانت داری کو ہم خوب جانتے ہیں۔اس نے ہم کو ایک اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کی طرف بلایا اور پتھر اور بتوں کے پوجنے سے منع فرمایا۔اس نے ہم کو اچھے کام کرنے کا حکم دیا۔نماز، روزہ، صدقہ خیرات کا حکم دیا اور اچھے اخلاق تعلیم کئے ۔زنا، بدکاری، جھوٹ بولنا، یتیم کا مال کھانا، کسی پر تہمت لگانا اور اس قسم کے برے

اعمال سے منع فرمایا۔ ہم کو قرآن پاک کی تعلیم دی ہم اس پر ایمان لائے اور اس کے فرمان کی تعمیل کی جس پر ہماری قوم دشمن بن گئی اور ہم کو ہر طرح ستایا ہم لوگ مجبور ہو کر تمھاری پناہ میں اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے ارشاد سے آئے ہیں۔

بادشاہ نے کہا جو قرآن تمھارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم لے کر آئے ہیں وہ کچھ ہمیں سناؤ حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سورۂ مریم کی اول کی آیتیں پڑھیں جسکو سنکر بادشاہ بھی رودیا اور ان کے پادری جو کثرت سے موجود تھے سب کے سب اس قدر روئے کہ داڑھیاں تر ہوگئیں۔ اس کے بعد بادشاہ نے کہا خدا عزوجل کی قسم! یہ کلام اور جو کلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام لیکر آئے تھے ایک ہی نور سے نکلے ہیں۔ اور ان لوگوں سے صاف انکار کر دیا کہ میں ان کو تمھارے حوالے نہیں کر سکتا۔ وہ لوگ بڑے پریشان ہوئے کہ بڑی ذلت اٹھانی پڑی۔ آپس میں صلاح کی، ایک شخص نے کہا کہ کل ایسی تدبیر کرونگا کہ بادشاہ ان کی جڑ ہی کاٹ دے، ساتھیوں نے کہا ایسا نہیں کرنا چاہئے، یہ لوگ اگرچہ مسلمان ہوگئے ہیں مگر پھر بھی ہمارے رشتہ دار ہیں مگر اس نے نہ مانا۔ دوسرے دن پھر بادشاہ کے پاس گئے اور جا کر کہا یہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں گستاخی کرتے ہیں ان کو اللہ عزوجل کا بیٹا نہیں مانتے۔ بادشاہ نے پھر مسلمانوں کو بلایا۔

صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کہتے ہیں کہ دوسرے دن کے بلانے سے ہمیں اور زیادہ پریشانی ہوئی، بہرحال گئے۔ بادشاہ نے پوچھا تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ انہوں نے کہا وہی کہتے ہیں جو ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم پر ان کی شان میں نازل ہوا کہ وہ اللہ کے بندے ہیں اور اس کے رسول ہیں۔ وہ روح اللہ ہیں اور کلمۃ اللہ ہیں جسکو خدا عزوجل نے کنواری اور پاک مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف ڈالا۔ نجاشی نے کہا

حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی اسکے سوا کچھ نہیں کہتے، پادری لوگ آپس میں سرگوشیاں کرنے لگے نجاشی نے کہا تم جو چاہو کہو۔ اسکے بعد نجاشی نے وفد مکہ کے تحفے واپس کردیئے اور مسلمانوں سے کہا تم امن سے ہو جو تمھیں ستائے اس کو تاوان دینا پڑے گا اور اس کا اعلان بھی کرادیا کہ جو شخص ان کو ستائے گا اسکو تاوان دینا ہوگا۔

(السیرة النبویة، ذکر الھجرة الاولیٰ، ج ۱، ص ۳۰۰، ارسال القریش الی الحبشة، ج ۱، ص ۳۱۰)

اس کی وجہ سے وہاں کے مسلمانوں کا اکرام اور بھی زیادہ ہونے لگا اور اس وفد کو ذلت سے واپس آنا پڑا۔ اس واقعہ سے کفار کا غصہ اور بھی بڑھ گیا، دوسری طرف حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایمان لانے نے ان کو اور بھی جلا رکھا تھا لہٰذا ہر وقت اس فکر میں رہتے تھے کہ ان لوگوں کا ان سے ملنا جلنا بند ہو جائے اور اسلام کا چراغ کسی طرح بجھے۔ اس لئے سرداران مکہ کی ایک بڑی جماعت نے آپس میں مشورہ کیا کہ اب کھلم کھلا محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) کو قتل کر دیا جائے لیکن قتل کرنا بھی آسان کام نہ تھا اس لئے کہ بنو ہاشم بھی بڑے جتھے اور اونچے طبقہ کے لوگ شمار ہوتے تھے ان میں اگرچہ اکثر مسلمان نہیں ہوئے تھے لیکن جو مسلمان نہیں ہوئے تھے وہ بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے قتل ہو جانے پر آمادہ نہیں تھے۔

اس لئے ان سب کفار نے مل کر ایک معاہدہ کیا کہ سارے بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب کا بائیکاٹ کیا جائے۔ نہ ان کو کوئی شخص اپنے پاس بیٹھنے دے نہ ان سے کوئی خرید و فروخت کرے، نہ بات چیت کرے، نہ ان کے گھر جائے، نہ ان کو اپنے گھر میں آنے دے اور اس وقت تک صلح نہ کی جائے جب تک کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو قتل کرنے کے لئے ہمارے حوالے نہ کر دیں یہ معاہدہ زبانی ہی گفتگو پر ختم نہیں ہوا

بلکہ یکم محرم ۷ ؁ نبوی کو ایک معاہدہ تحریری لکھ کر بیت اللہ میں لٹکا یا گیا تاکہ ہر شخص اس کا احترام کرے اور اس کو پورا کرنے کی کوشش کرے اور اس معاہدہ کی وجہ سے تین برس تک یہ حضرات دو پہاڑوں کے درمیان ایک گھاٹی میں نظر بند رہے کہ نہ کوئی ان سے مل سکتا تھا نہ یہ کسی سے مل سکتے تھے نہ مکہ کے کسی آدمی سے کوئی چیز خرید سکتے تھے نہ باہر سے آنے والے کسی تاجر سے مل سکتے تھے اگر کوئی شخص باہر نکلتا تو پیٹا جاتا اور کسی سے ضرورت کا اظہار کرتا تو صاف جواب پاتا۔ معمولی سامان غلہ وغیرہ جوان لوگوں کے پاس تھا وہ کہاں تک کام دیتا۔ آخر فاقوں پر فاقے گزرنے لگے اور عورتیں اور بچے بھوک سے بیتاب ہو کر روتے اور چلاتے اور ان کے اعزہ کو اپنی بھوک اور تکالیف سے زیادہ ان بچوں کی تکالیف ستاتیں۔

آخر تین برس کے بعد وہ صحیفہ دیمک کی نذر ہوا اور ان حضرات کی یہ مصیبت دور ہوئی۔ تین برس کا زمانہ ایسے سخت بائیکاٹ اور نظر بندی میں گزرا اور ایسی حالت میں ان حضرات پر کیا کیا مشقتیں گزری ہوں گی لیکن اسکے بعد بھی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نہایت ثابت قدمی کے ساتھ اپنے دین پر جمے رہے بلکہ اس کی اشاعت فرماتے رہے۔

(شرح العلامة الزرقانی، دخول الشعب و خبر الصحیفة، ج ۲، ص ۱۲ ۔ السیرة النبویة لابن ہشام، خبر الصحیفة، ج ۲، ص ۳۲۵)

حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کے زن و فرزند: حضرت ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صاحب الہجرتین ہیں۔ پہلے حبشہ کو ہجرت کی پھر وہاں سے واپس ہو کر مدینہ منورہ ہجرت کر گئے۔ مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرتے وقت انہوں نے اپنی زوجہ اور اکلوتے بیٹے سلمہ کو اونٹ پر بٹھایا اور خود نکیل پکڑ کر روانہ ہوئے۔ ان کے میکے والے خاندانِ

بنو مغیرہ کے لوگ آ گئے اور کہا کہ خبردار! اے ابو سلمہ! تم خود جا سکتے ہو مگر اپنی لڑکی ام سلمہ کو ہرگز تمہارے ساتھ مدینہ نہیں جانے دیں گے اور زبردستی ظالموں نے ام سلمہ اور بچے سلمہ کو اونٹ سے اتار لیا۔ لوگ سمجھتے تھے کہ بیوی اور بچے کی محبت ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہجرت سے روک لے گی۔ مگر واہ رے! محبت رسول کا جذبہ کہ بیوی اور بچے کی جدائی سے کلیجہ شق ہو رہا تھا مگر قدم نہیں ڈگمگائے اور بیوی بچے کو خدا حافظ کہہ کر اکیلے مدینے چلے گئے۔

پھر ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خاندان والے بنی عبد الاسد نے بچے سلمہ کو یہ کہہ کر بنی مغیرہ سے چھین لیا کہ لڑکی تمہاری ہے مگر بچہ ہمارے خاندان کا ہے۔ اس طرح بی بی ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے شوہر اور لختِ جگر دونوں سے جدا ہو گئیں اور ایک سال تک شوہر اور بچے کے فراق میں روتی رہیں۔ بالآخران کے چچا زاد بھائی نے سب کو سمجھا بجھا کر راضی کر لیا کہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے بچے کو لے کر ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس چلی جائے۔ بی بی ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا جذبہ ہجرت دیکھئے کہ بچے کو لے کر تنہا مدینہ روانہ ہو گئیں۔ تنعیم کے پاس عثمان بن طلحہ ملے جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے مگر نہایت شریف انسان اور ابو سلمہ کے دوست تھے۔ پوچھا تم اکیلی کہاں جا رہی ہو؟ انھوں نے کہا مدینہ، پوچھا تمہارے ساتھ کوئی نہیں؟ بی بی ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا ہمارے ساتھ اللہ عزوجل کی ذات کے سوا کوئی بھی نہیں۔ عثمان بن طلحہ کہنے لگے یہ غیر ممکن ہے تم ایک شریف کی بیوی ہو کر تنہا اتنا لمبا سفر کرو۔ خود اونٹ کی نکیل پکڑ کر بی بی ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو مدینہ منورہ پہنچا دیا۔

راستے میں اونٹ پر سامان لاد کر اونٹ کو بٹھا دیتے اور خود کسی درخت کی آڑ میں

چھپ جاتے۔ جب ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سوار ہو جاتی تھیں تو یہ اونٹ کی نکیل پکڑ کر چل دیتے تھے۔اس طرح بی بی ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مدینہ منورہ اپنے شوہر ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچ گئیں۔ پھر جب ۴ھ میں حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ ایک جنگ میں زخمی ہو کر شہید ہو گئے تو حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے بی بی ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح فرمالیا اوران کو امت مسلمہ کی مادر مقدس ہونے کا شرف حاصل ہو گیا۔ رضی اللہ تعالی عنہا وارضاها عنا۔

(اسدالغابة، ام سلمة بنت أبی أمية، ج۷،ص ۳۷۱)

نوٹ: سفر ہجرت ہر ایک پر فرض تھا، رفاقت محرم یا شوہر کی شرط بھی نہ تھی۔اور آیت حجاب اس وقت ابھی نازل نہ ہوئی تھی۔حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سفر پر کوئی اشکال نہیں۔

عشق ووفا کا عجیب منظر: رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ایک بار چھ یا دس آدمیوں کی جماعت اہل مکہ کی خبر لانے کیلئے بھیجی۔راستہ میں بنولحیان کے دوسو آدمیوں سے مقابلہ ہوا جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ کافروں نے اُحد میں اپنے مقتول کافرعزیزوں کے جوش انتقام میں ان حضرات کوفریب سے اپنے یہاں بلایا۔سلافہ نامی ایک عورت جس کے دولڑکے احد میں مارے گئے تھے اس نے منت مانی تھی کہ اگر میرے بیٹوں کے قاتل عاصم کا سر ہاتھ میں آجائے تو اس کی کھوپڑی میں شراب پیوں گی۔اس نے اعلان کردیا کہ جو عاصم کا سرلائے اسے سو اونٹ انعام دوں گی۔

سفیان بن خالد نے سو اونٹوں کی طمع میں قبیلہ عضل وقارہ کے چند آدمیوں کو مدینہ

منورہ بھیجا۔انھوں نے وہاں اپنے کو مسلمان ظاہر کیا اور سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے کہہ کر چند حضرات کی جماعت اپنے یہاں تبلیغ دین کی غرض بتا کر ساتھ لائے جن میں حضرت عاصم حضرت خبیب ، حضرت زید بن الدَّثِنّہ ،حضرت عبداللہ بن طارق رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی تھے۔راستہ میں لیجا کر بدعہدی کی اور دوسو آدمیوں کو مقابلہ کیلئے بلالیا جن میں سو آدمی مشہور تیرانداز تھے۔

دس یا چھ بزرگوں رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی یہ مختصر جماعت دشمنوں کی بدنیتی دیکھ کر فدفد نامی ایک پہاڑی پر چڑھ گئی۔کفار نے کہاں ہم تمھیں قتل نہیں کرنا چاہتے۔صرف اہل مکہ سے تمہارے بدلے کچھ مال لینا چاہتے ہیں تم ہمارے ساتھ آجاؤ مگر انھوں نے کہا ہم کافروں کے عہد میں آنا نہیں چاہتے اور ترکش سے تیر نکال کر مقابلہ کیا جب تیر ختم ہوگئے تو نیزوں سے مقابلہ کیا۔حضرت عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ساتھیوں سے جوش میں کہا: تم سے دھوکا کیا گیا مگر گھبرانے کی بات نہیں شہادت کو غنیمت سمجھو تمھارا محبوب تمھارے ساتھ ہے اور جنت کی حوریں تمھاری منتظر ہیں یہ کہہ کر جوش سے مقابلہ کیا اور جب نیزہ بھی ٹوٹ گیا تو تلوار سے مقابلہ کیا۔دشمنوں کا مجمع کثیر تھا آخر شہید ہوگئے اور دعا کی ، یا اللہ عزوجل !اپنے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو ہمارے حال سے آگاہ فرمادینا۔

سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو اسی وقت اس واقعے کا علم ہوگیا۔حضرت عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ بھی سن چکے تھے کہ سلافہ نے میرے سر کی کھوپڑی میں شراب پینے کی منت مانی ہے اسلئے مرتے وقت دعا کی ، یا اللہ عزوجل ! میرا سر تیرے راستے میں کاٹا جارہا ہے تو ہی اس کا محافظ ہے۔چنانچہ شہادت کے بعد جب کافروں نے سر کاٹنے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھیوں کا اور بعض روایتوں میں ہے کہ بھڑوں کا ایک غول بھیج دیا۔

جنھوں نے ان کے بدن کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ کافروں کا خیال تھا کہ رات کے وقت جب یہ اڑ جائیں گی تو سر کاٹ لیں گے مگر رات کو بارش کی ایک رو آئی اور ان کی نعش کو بہا کر لے گئی اس طرح سات آدمی یا تین آدمی شہید ہو گئے۔ غرض تین باقی رہ گئے۔ حضرت خبیب، اور زید بن الدَّثِنَّہ اور عبداللہ بن طارق رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ ان تینوں حضرات سے پھر انھوں نے عہد و پیمان کیا کہ تم نیچے آجاؤ ہم تم سے بدعہدی نہ کریں گے یہ تینوں حضرات رضی اللہ تعالیٰ عنہم نیچے اتر آئے اور نیچے اترنے پر کفار نے ان کی کمانوں کی تانت اتار کر ان کی مشکیں باندھیں۔

حضرت عبداللہ بن طارق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ پہلی بدعہدی ہے میں تمہارے ساتھ ہرگز نہ جاؤں گا ان شہید ہونے والوں کی اقتدا ہی مجھے پسند ہے انھوں نے زبردستی ان کو کھینچنا چاہا مگر یہ نہ ٹلے تو ان لوگوں نے ان کو بھی شہید کر دیا۔ صرف دو حضرات رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان کے ساتھ رہے جن کو لیجا کر ان لوگوں نے مکہ والوں کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ ایک حضرت زید بن الدثنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کو صفوان بن امیہ نے پچاس اونٹوں کے بدلے میں خریدا کہ اپنے باپ امیہ کے بدلے قتل کر دے۔ بخاری شریف کی روایت میں ہے کہ حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حارث بن عامر کی اولاد نے خریدا کہ انھوں نے بدر میں حارث کو قتل کیا تھا۔ صفوان نے تو اپنے قیدی حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فوراً ہی حرم سے باہر اپنے غلام کے ساتھ بھیج دیا کہ قتل کر دیئے جائیں۔

حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کرنے کے لئے حدِ حرم سے باہر لے گئے تو اس کا تماشا دیکھنے کے لئے اور بھی بہت سے لوگ جمع ہوئے جن میں ابو سفیان بھی تھے (جو اب تک اسلام نہ لائے تھے) ابو سفیان نے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یوں کہا:

''اے زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! میں تم کو خدا عزوجل کی قسم دے کر پوچھتا ہوں۔ کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ اس وقت ہمارے پاس بجائے تمہارے، محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) ہوں جن کو ہم قتل کر دیں اور تم آرام سے اپنے اہل میں بیٹھو۔''

حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا: اللہ عزوجل کی قسم! میں پسند نہیں کرتا کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) اس وقت جس مکان میں تشریف رکھتے ہیں ان کو ایک کانٹا لگنے کی تکلیف بھی ہو اور میں آرام سے اپنے اہل میں بیٹھا رہوں۔''

یہ سنکر ابوسفیان نے کہا: ''میں نے لوگوں میں سے کسی کو نہیں دیکھا کہ دوسروں سے ایسی محبت رکھتا ہو جیسا کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم، محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے رکھتے ہیں۔ اسکے غلام نِسطاس نے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کر دیا۔ (السیرۃ النبویۃ، ذکر یوم الرجیع فی سنۃ ثلاث، ج ٤، ص ١٤٧)

حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک عرصے تک قید رہے۔ حجیر بن ابی اھاب تمیمی کی باندی جو بعد میں مسلمان ہوگئیں کہتی ہیں: ''کہ حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہم لوگوں کی قید میں تھے تو ہم نے دیکھا کہ خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دن انگور کا بہت بڑا خوشہ آدمی کے سر برابر، ہاتھ میں لئے ہوئے انگور کھا رہے تھے اور مکہ میں اس وقت انگور بالکل نہیں تھا''۔ وہی کہتی ہیں کہ جب ان کے قتل کا وقت قریب آیا تو انھوں نے صفائی کیلئے اُسترہ مانگا وہ دیدیا گیا، اتفاق سے ایک کمسن بچہ اس وقت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچ گیا۔ لوگوں نے دیکھا کہ استرہ ان کے ہاتھ میں ہے اور بچہ انکے پاس، یہ دیکھ کر گھبرائے خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں بچہ قتل کر دوں گا، ایسا نہیں کرسکتا اس کے بعد ان کو حرم سے باہر لایا گیا اور سولی پر لٹکانے کے وقت

آخری خواہش کے طور پر پوچھا گیا کہ کوئی تمنا ہو تو بتاؤ انھوں نے فرمایا کہ مجھے اتنی مہلت دو کہ میں دو رکعت نماز پڑھ لوں کہ دنیا سے جانے کا وقت ہے اللہ جل شانہ کی ملاقات قریب ہے چنانچہ مہلت دی گئی انھوں نے دو رکعتیں بڑے اطمینان سے پڑھیں اور پھر فرمایا کہ اگر مجھے یہ خیال نہ ہوتا کہ تم لوگ یہ سمجھو گے کہ میں موت کے ڈر سے دیر کر رہا ہوں تو دو رکعت اور پڑھتا اس کے بعد سولی پر لٹکا دیئے گئے۔

حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تختہ دار پر: جب مشرکین مکہ نے حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تختہ دار پر کھڑا کیا تو جناب خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اہل مکہ کے لئے بددعا کی۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے میرے باپ نے زمین پر لٹا دیا کیونکہ ان کا خیال تھا کہ اگر زمین پر لیٹ جائیں تو بددعا کا اثر نہیں ہوتا۔ اس بددعا سے حضرت سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ایک اضطرابی کیفیت طاری ہوگئی مجھ پر اس بددعا کا یہ اثر ہوا کہ کئی سالوں تک میری شہرت ختم رہی۔ کہتے ہیں کہ ایک سال کے اندر اندر جتنے آدمی بھی سولی پر چڑھاتے وقت موجود تھے مر کھپ گئے۔

سعید بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بعض اوقات بے ہوش ہو جاتے تھے۔ امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انھیں ایک عمل بتایا اور ساتھ ہی پوچھا کہ یہ غشی کا سبب کیا ہے؟ انھوں نے بتایا کہ جب خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سولی پر کھڑا کیا گیا تو میں وہاں موجود تھا جونہی اس کا نقشہ سامنے آتا ہے میں حواس کھو بیٹھتا ہوں۔ تختہ دار پر حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اے اللہ عزوجل! ہم نے اپنے آقا و مولا جناب محمد رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی تبلیغ پر عمل کیا، یہاں کوئی بھی نہیں جو میرا پیغام ان تک

پہنچادے۔تو قادر و قیوم ہے۔میرا اسلام ان تک پہنچادے۔حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں میں مدینہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے پاس بیٹھا تھا کہ آثار وحی ظاہر ہوئے۔اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ۔اس کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور بتایا خدا عزوجل نے خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سلام مجھے پہنچایا ہے۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے بشارت دی جو شخص حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تختہ دار سے نیچے اتارے گا اس کا مقام بہشت ہے۔

(شواھد النبوۃ،رکن رابع، ص ۱۰۰)

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عشق رسالت: حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ صحابی رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ورضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جن کو بالکل آغاز اسلام میں مشرف بہ اسلام ہونے کا امتیاز حاصل ہے۔ایسے خوفناک ماحول میں جب اسلام لانے کی پاداش میں سخت ترین مصائب وآلام سے دوچار ہونا پڑتا تھا،حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کفار مکہ سخت سے سخت اذیتیں دیتے تھے۔ان کو پکڑ کرلے جاتے اور دھوپ میں لٹا دیتے اور پتھر لاکر ان کے پیٹ پر رکھ دیتے اور کہتے تمہارا دین لات وعزیٰ کا دین ہے۔حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے میرا پروردگار اللہ عزوجل ہے۔ایسے ایسے مصائب جھیلتے مگر سینے میں عشق مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس طرح پیوست تھا کہ سارے آلام و مصائب اس کے سامنے ہیچ تھے۔

(السیرۃ النبویۃ،ذکرعدوان المشرکین علی المستضعفین،ج ۱،ص ۲۹۷)

ایک دن حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ خانہ کعبہ میں داخل ہوئے قریش کو اس کا علم نہ تھا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ادھر ادھر دیکھا تو کوئی نظر نہ آیا بس آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بتوں

کے پاس آکر ان پر تھوکنے لگے اور کہنے لگے وہ لوگ ناکام اور خسارہ میں ہیں جنھوں نے تمھاری پرستش کی۔ قریش نے ان کو گرفتار کرنا چاہا لیکن آپ بھاگنے میں کامیاب ہوگئے اور اپنے مالک عبداللہ بن جدعان کے گھر میں چھپ گئے۔ قریش کے لوگ عبداللہ کے پاس آئے اور اس کو آواز دی، وہ باہر آیا تو اس سے ان لوگوں نے کہا: کیا تم بے دین ہوگئے؟ اس نے کہا: مجھ جیسے شخص سے بھی ایسی بات کہی جارہی ہے اب تو محض اسکے کفارہ میں لات وعزی کے لئے ۱۰۰ اونٹنیاں قربان کروں گا۔ قریش کے لوگوں نے کہا: تمھارے کالے (بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے یہ یہ کرڈالا ہے۔ اس نے ان کو بلایا۔ لوگ ان کو تلاش کر کے عبداللہ کے پاس لائے یہ ان کو پہچانتا نہ تھا۔ اس نے خولیہ کو بلا کر پوچھا یہ کون ہے کیا میں نے تم کو یہ حکم نہ دے رکھا تھا کہ مکہ کے غلاموں میں سے کسی کو یہاں نہ رہنے دینا۔ خولیہ نے کہا یہ تمھاری بکریاں چراتا تھا اور اس کے علاوہ اَور کوئی ان کو پہچانتا نہ تھا اس طرح میں نے اسے چھوڑ دیا تھا۔

اس کے بعد عبداللہ نے ابوجہل اور امیہ بن خلف سے کہا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمھارے حوالے ہے، تم لوگ اس کے ساتھ جو چاہو کرو۔ یہ دونوں ان کو بطحا کے تپتے ہوئے حصہ پر کھینچتے ہوئے لاتے ہیں اور ان کے دونوں بازوؤں پر چکی رکھ دیتے ہیں اور کہتے ہیں اکفر محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم)! محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا انکار کرو۔ یہ کہتے ہیں یہ نہیں ہوسکتا کہ دامن مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم چھوڑوں اور پھر اللہ عزوجل کی توحید کا اعلان کرتے ہیں۔

اس عذاب کا سلسلہ ٹوٹا نہ تھا کہ وہاں سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا گزر ہوا انھوں نے فرمایا: اس اسود (کالے) کو کیا کرنا چاہتے ہو خدا عزوجل کی قسم! تم اس سے

انتقام لے ہی نہیں سکتے۔

امیہ بن خلف نے اپنے آدمیوں سے کہا دیکھو! میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک ایسا کھیل کھیلتا ہوں کہ ابھی تک ان کے ساتھ یہ کھیل کھیلا نہ گیا ہوگا۔ پھر وہ ہنس کر بولا ابوبکر! (رضی اللہ عنہ) تمھارا میرے اوپر قرض ہے تم مجھ سے بلال (رضی اللہ عنہ) کو خرید لو۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں (کیا لوگے) اس نے کہا تمھارے غلام نسطاس کو۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اگر میں اسے دیدوں تو تم بلال کو مجھے دے دوگے اس نے کہا ہاں! حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں نے یہ کرلیا۔ پھر وہ ہنس کر بولا نہیں آپ کو اس کے ساتھ اس کی بیوی کو بھی دینا ہوگا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا چلو یہی سہی۔

پھر اس نے وہی شرارت کی کہ نہیں آپ کو اس کی بیوی کے ساتھ اس کی لڑکی کو بھی دینا ہوگا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا چلو یہ بھی سہی۔ پھر وہ ہنس کر بولا اتنے میں بھی نہیں ہوسکتا جب تک آپ ان کے ساتھ دوسو دینار نہ دیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تمھیں جھوٹ سے کچھ شرم نہیں۔ اس نے لات وعزیٰ کی قسم کھا کر کہا اگر آپ یہ دوسو دینار بھی دیدیں تو ضرور اپنی بات پوری کروں گا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ بھی سہی۔

اب جا کر یہ سودا مکمل ہوتا ہے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اتنی بھاری قیمت پر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو خرید کر رضائے الٰہی عزوجل کے لئے آزاد کردیتے ہیں۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو جانگسل مصائب وآلام سے چھٹکارا ملتا ہے۔

سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے کمسن جانباز: غابہ مدینہ طیبہ سے چار پانچ میل پر

ایک آبادی ہے وہاں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے کچھ اونٹ چرا کرتے تھے۔کافروں کے ایک مجمع کے ساتھ عبدالرحمٰن فزاری نے ان کولوٹ لیا جو صاحب چراتے ان کوقتل کردیا اور اونٹوں کو لیکر چل دیئے۔ یہ لٹیرے گھوڑے پر سوار تھے اور ہتھیار لگائے ہوئے تھے اتفاقاً حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ صبح کے وقت پیدل تیر کمان لئے ہوئے غابہ کی طرف چلے جارہے تھے کہ اچانک ان لٹیروں پر نظر پڑی۔ بچے تھے وہ دوڑتے بہت تھے کہتے ہیں کہ ان کی دوڑ ضرب المثل اور مشہور تھی یہ اپنی دوڑ میں گھوڑے کو پکڑ لیتے تھے اور گھوڑا ان کو پکڑ نہیں سکتا تھا۔اس کے ساتھ ہی تیر اندازی میں بہت مشہور تھے۔

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ کی طرف منہ کر کے ایک پہاڑی پر چڑھ کر لُوٹ کا اعلان کیا اور خود ان لٹیروں کے پیچھے دوڑے تیر کمان ساتھ ہی تھی یہاں تک کہ ان کے پاس پہنچ گئے اور تیر مارنے شروع کئے اور اس پھرتی سے دما دم تیر برسائے کہ وہ لوگ بڑا مجمع سمجھے اور چونکہ خود تنہا تھے اور پیدل بھی تھے اس لئے جب کوئی گھوڑا لوٹا کر پیچھا کرتا تو کسی درخت کی آڑ میں چھپ جاتے اور آڑ میں سے اس گھوڑے کو تیر مارتے جس سے وہ زخمی ہو جاتا اور وہ اس خیال سے واپس جاتا کہ گھوڑا اگر گیا تو میں پکڑا جاؤں گا۔

حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ غرض وہ بھاگتے رہے اور میں پیچھا کرتا رہا حتی کہ جتنے اونٹ انہوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے لوٹے تھے وہ میرے پیچھے ہو گئے اور تیس برچھے اور تیس چادریں وہ اپنی چھوڑ گئے اتنے میں عیینہ بن حصن کی ایک جماعت مدد کے طور پر ان کے پاس پہنچ گئی۔اور ان لٹیروں کو قوت حاصل ہوگئی اور یہ

بھی معلوم ہو گیا کہ میں اکیلا ہوں۔ ان کے کئی آدمیوں نے مل کر میرا پیچھا کیا میں ایک پہاڑ پر چڑھ گیا اور وہ بھی چڑھ گئے۔ جب میرے قریب ہو گئے تو میں نے کہا کہ ذرا ٹھہرو! پہلے میری ایک بات سنو! تم مجھے جانتے بھی ہو کہ میں کون ہوں انھوں نے کہا کہ بتاؤ تم کون ہو میں نے کہا کہ میں ابن الاکوع ہوں اس ذات پاک کی قسم! جس نے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کو عزت دی تم میں سے کوئی مجھے پکڑنا چاہے تو نہیں پکڑ سکتا اور میں تم میں سے جسکو پکڑنا چاہوں وہ مجھ سے ہرگز نہیں چھوٹ سکتا۔ ان کے متعلق چونکہ عام طور سے یہ شہرت تھی کہ بہت زیادہ دوڑتے ہیں حتی کہ عربی گھوڑا بھی ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اس لئے یہ دعوی کچھ عجیب نہیں تھا۔

سلمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں اس طرح ان سے بات چیت کرتا رہا اور میرا مقصود یہ تھا کہ ان لوگوں کے پاس تو مدد پہنچ گئی ہے مسلمانوں کی طرف سے میری مدد بھی آجائے کہ میں بھی مدینہ میں اعلان کر کے آیا تھا۔ غرض ان سے اسی طرح میں بات کرتا رہا اور درختوں کے درمیان سے مدینہ منورہ کی طرف غور سے دیکھتا تھا کہ مجھے ایک جماعت گھوڑے سواروں کی دوڑ کر آتی ہوئی نظر آئی ان میں سب سے آگے اخرم اسدی تھے انھوں نے آتے ہی عبدالرحمٰن فزاری پر حملہ کیا اور عبدالرحمٰن بھی ان پر متوجہ ہوا۔ انھوں نے عبدالرحمٰن کے گھوڑے پر حملہ کیا اور پاؤں کاٹ دیئے جس سے وہ گھوڑا گرا اور عبدالرحمٰن نے گرتے ہوئے ان پر حملہ کر دیا جس سے وہ شہید ہو گئے اور عبدالرحمٰن ان کے گھوڑے پر سوار ہو گیا ان کے پیچھے ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے انھوں نے حملہ شروع کر دیا۔ عبدالرحمٰن نے فوراً ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کے پاؤں پر حملہ کیا جس سے وہ گرے اور گرتے ہوئے انھوں نے عبدالرحمٰن پر حملہ کیا جس سے وہ

قتل ہوگیا اور ابوقتادہ رضی اللہ عنہ فوراً اس گھوڑے پر سوار ہو گئے جو پہلے اخرم اسدی کا تھا اور اب اس پر عبدالرحمٰن سوار ہو چکا تھا۔

(صحیح مسلم، کتاب الجھادو السیر، باب غزوۃ ذی قردوغیرھا، الحدیث:۱۸۰۷، ص ۱۰۰۰)

مجاہدانہ جواب: قریش مکہ نے مسلمانوں کو تنگ کرنے کے لئے جب جنگ بدر کی بنیاد ڈالی تو حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ارشاد فرمایا کہ دشمن لڑنے پر آمادہ ہے۔ بتاؤ تمھاری کیا رائے ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے مہاجرین نے جواب دیا۔ یا رسول اللہ! عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم وہی کریں جس بات کا خداعزوجل نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو حکم دیا ہے۔ ہم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے ساتھ ہیں۔ خداعزوجل کی قسم! ہم ایسا نہ کہیں گے جیسا کہ بنی اسرائیل نے اپنے پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا۔

فَاذْهَبْ اَنْتَ وَ رَبُّكَ فَقَاتِلَاۤ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ﴿۲۴﴾ (پ٦، المائدہ: ٢٤)

ترجمہ کنزالایمان: تو آپ جایئے اور آپ کا رب تم دونوں لڑو ہم یہاں بیٹھے ہیں۔

یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ہم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے نام پر قربان ہوجانے کو تیار ہیں۔ انصار نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم! ہم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم پر ایمان لے آئے ہیں۔ اس خداعزوجل کی قسم جس نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو مبعوث فرمایا ہے اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ہمیں دریا میں کود جانے کا اشارہ فرمائیں گے تو ہم اس میں کود جائیں گے۔ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم! آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ہم سے مشورہ کیوں طلب فرماتے ہیں ہم بے وفائی کرنے والے نہیں ہیں۔

تعالیٰ اللہ یہ شیوہ ہی نہیں ہے باوفاؤں کا
پیا ہے دودھ ہم لوگوں نے غیرت والی ماؤں کا
نبی کا حکم ہو تو کود جائیں ہم سمندر میں
جہاں کو محو کر دیں نعرہ اللہ اکبر میں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام علیہم الرضوان کا یہ مجاہدانہ جواب پا کر بہت خوش ہوئے۔

(مدارج النبوت، قسم سوم، ذکر سال دوم از ھجرت مذکور جنگ بدر، ج۲، ص۸۳)

حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دردناک کہانی: تین صحابہ حضرت کعب بن مالک، ہلال بن امیہ اور مرارہ بن ربیع رضی اللہ عنہم بغیر کسی قوی عذر کے سستی کے باعث جنگ تبوک میں شریک نہ ہو سکے۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ اپنی سرگزشت بڑی تفصیل کے ساتھ خود ہی بیان فرماتے ہیں کہ میں جنگ تبوک سے پہلے کسی لڑائی میں بھی اتنا مالدار نہیں تھا جتنا تبوک کے وقت تھا اس وقت میرے پاس خود ذاتی دو اونٹنیاں تھیں اس سے پہلے کبھی میرے پاس دو اونٹنیاں نہ ہوئی تھیں۔ جنگ تبوک کے موقع پر چونکہ سفر دور کا تھا اور گرمی بھی شدید تھی اس لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے صاف اعلان فرمایا تھا کہ لوگ تیاری کرلیں چنانچہ مسلمانوں کی اتنی بڑی جماعت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے ساتھ ہوگئی کہ رجسٹر میں ان کا نام بھی لکھنا دشوار تھا اور مجمع کی کثرت کی وجہ سے کوئی شخص اگر چھپنا چاہتا کہ میں نہ جاؤں اور پتا نہ چلے تو ہوسکتا تھا۔ میں بھی سامان سفر کی تیاری کا ارادہ صبح ہی کرتا مگر شام ہو جاتی اور کسی قسم کی تیاری کی نوبت نہ آتی۔ میں اپنے دل میں خیال کرتا کہ مجھے وسعت حاصل ہے پختہ ارادہ کروں گا تیاری فوراً ہو جائے گی۔

اسی طرح دن گزرتے گئے حتی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم روانہ بھی ہوگئے اور مسلمان آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے ساتھ ساتھ تھے مگر میرا سامان سفر تیار نہ ہوا۔ پھر مجھے یہ خیال رہا کہ ایک دو روز میں تیار ہو کر لشکر سے جاملوں گا۔ اس طرح آج کل پر ٹالتا رہا حتی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم اور مسلمان تبوک کو روانہ ہوگئے۔ اس وقت میں نے کوشش بھی کی مگر سامان نہ ہوسکا۔ اب جب مدینہ منورہ میں ادھر ادھر دیکھتا ہوں تو صرف وہی لوگ ملتے ہیں جن کے اوپر نفاق کا بدنما داغ لگا ہوا تھا یا معذور تھے۔ ادھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے تبوک پہنچ کر دریافت فرمایا کہ کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نظر نہیں پڑتے کیا بات ہوئی؟ ایک صاحب نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم! اس کو مال و جمال کے فخر نے روکا، حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ غلط کہا ہم جہاں تک سمجھتے ہیں وہ بھلے آدمی ہیں، مگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے بالکل سکوت فرمایا اور کچھ ارشاد نہ فرمایا حتی کہ چند روز میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی واپسی کی خبر سنی تو مجھے رنج وغم ہوا اور فکر پیدا ہوئی۔ دل میں جھوٹے جھوٹے عذر آتے تھے کہ اس وقت کسی فرضی عذر سے جان بچالوں پھر کسی وقت معافی کی درخواست کرلوں گا اور اس بارے میں اپنے گھرانے کے ہر سمجھدار سے مشورہ کرتا رہا مگر جب مجھے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم تشریف لے ہی آئے تو میرے دل نے فیصلہ کیا کہ بغیر سچ کے کوئی چیز نجات نہ دیگی اور میں نے سچ سچ عرض کرنے کی ٹھان لی۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی عادت تھی کہ جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو اوّل مسجد میں تشریف لیجاتے اور دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھتے اور وہاں تھوڑی دیر تشریف رکھتے کہ لوگوں سے ملاقات فرمائیں۔ چنانچہ حسب معمول حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم

تشریف لائے تو مسجد میں تشریف لے گئے اور وہاں تشریف فرما رہے اور منافق لوگ جھوٹے جھوٹے عذر کرتے اور قسمیں کھاتے رہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ان کے ظاہری حال کو قبول فرماتے رہے کہ اتنے میں میں بھی حاضر ہوا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو سلام کیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ناراضگی کے انداز میں تبسم فرمایا اور اعراض فرمایا میں نے عرض کیا۔ یا نبی اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم! آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اعراض کیوں فرمالیا۔ خدا عزوجل کی قسم! میں نہ تو منافق ہوں نہ مجھے ایمان میں کچھ تردد ہے۔ ارشاد فرمایا: کہ یہاں آ۔ میں قریب ہو کر بیٹھ گیا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: تجھے کس چیز نے روکا؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اگر میں کسی دنیادار کے پاس اس وقت ہوتا تو مجھے یقین ہے کہ میں اس کے غصے سے کوئی نہ کوئی بات بنا کر خلاصی پالیتا کہ مجھے بات کرنے کا سلیقہ اللہ عزوجل نے عطا فرمایا ہے۔ لیکن یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم! آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے متعلق مجھے علم ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے سامنے جھوٹ نہیں چل سکتا۔ اور اگر میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے سچی بات عرض کروں جس سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم مجھ سے ناراض ہو جائیں تو مجھے امید ہے کہ خدا عزوجل کی ذات پاک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے عتاب کو زائل کر دے گی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم میں سچ ہی عرض کرتا ہوں کہ واللہ عزوجل! مجھے کوئی عذر نہ تھا اور جیسا فارغ اور وسعت والا میں اس زمانہ میں تھا کسی زمانہ میں بھی اس سے پہلے نہ ہوا تھا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: اس نے سچ کہا۔ پھر فرمایا کہ اچھا اٹھ جاؤ تمھارا فیصلہ اللہ تعالیٰ خود فرمائے گا۔ میں وہاں سے اٹھا تو میری قوم کے بہت سے لوگوں نے مجھ سے کہا: بخدا ہم نہیں جانتے کہ تو نے

اس سے پہلے کوئی گناہ کیا ہو۔ اگر تو کوئی عذر کر کے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے استغفار کی درخواست کرتا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا استغفار تیرے لئے کافی تھا۔

میں نے ان سے پوچھا کہ کوئی اور بھی ایسا شخص ہے جس کے ساتھ یہ معاملہ ہوا ہو۔ لوگوں نے بتایا کہ دو شخصوں کے ساتھ اور بھی یہی معاملہ ہوا کہ انھوں نے بھی یہی گفتگو کی جو تو نے کی اور یہی جواب ان کو بھی ملا ہے جو تجھ کو ملا ایک ہلال بن امیہ دوسرے مرارہ بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں نے دیکھا کہ دو صالح شخص جو دونوں بدری ہیں وہ بھی میرے شریک حال ہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ہم تینوں سے بولنے کی بھی ممانعت فرمادی کہ کوئی شخص ہم سے کلام نہ کرے۔ اب اس ارشاد کی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے تعمیل اس طرح کر کے دکھادی کہ کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی ممانعت پر لوگوں نے ہم سے بولنا چھوڑ دیا اور ہم سے اجتناب کیا۔ گویا دنیا ہی بدل گئی حتی کہ زمین باوجود اپنی وسعت کے ہمیں تنگ معلوم ہونے لگی سارے لوگ اجنبی معلوم ہونے لگے درو دیوار بیگانے ہو گئے مجھے سب سے زیادہ فکر اس بات کی تھی کہ اگر میں اس حال میں مر گیا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم جنازہ کی نماز بھی نہ پڑھیں گے اور خدانخواستہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا وصال شریف ہو گیا تو میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ایسا ہی رہوں گا نہ مجھ سے کوئی کلام کرے گا نہ میری نماز جنازہ پڑھے گا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے ارشاد کے خلاف کون کرسکتا ہے۔

غرض ہم تینوں نے پچاس دن اس حال میں گزارے۔ میرے دونوں رفقاء شروع ہی سے گھروں میں چھپ کر بیٹھ گئے تھے۔ میں سب میں قوی تھا، چلتا پھرتا، بازار میں جاتا، نماز میں شریک ہوتا، مگر مجھ سے کوئی بات نہ کرتا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ

وسلم کی مجلس میں حاضر ہوکر سلام کرتا۔ اور بہت غور سے خیال کرتا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے لب مبارک جواب کے لئے ہلے یا نہیں؟ نماز کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے قریب ہی کھڑے ہوکر نماز پوری کرتا اور آنکھ چرا کر دیکھتا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم مجھے دیکھتے بھی ہیں یا نہیں۔ جب میں مشغول ہوتا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم مجھے دیکھتے اور جب میں ادھر متوجہ ہوتا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم مجھ سے رخ انور پھیر لیتے اور میری جانب سے اعراض فرمالیتے۔

غرض یہی حالات گزرتے رہے اور مسلمانوں کا بات چیت بند کردینا مجھ پر بہت ہی بھاری ہوگیا تو میں ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دیوار پر چڑھا وہ میرے رشتہ کے چچازاد بھائی تھے اور مجھ سے تعلقات بھی بہت ہی زیادہ تھے میں نے اوپر چڑھ کر سلام کیا۔ تو انھوں نے بھی سلام کا جواب نہ دیا میں نے ان کو قسم دے کر پوچھا کہ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ مجھے اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم سے محبت ہے انھوں نے اس کا جواب نہ دیا۔ میں نے دوبارہ قسم دی اور دریافت کیا وہ پھر بھی چپ ہی رہے میں نے تیسری بار قسم دے کر پوچھا تو انھوں نے صرف اتنا کہا۔ اللہ عزوجل جانے اور اس کا رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم یہ کلمہ سنکر میری آنکھوں سے آنسو نکل پڑے اور میں وہاں سے لوٹ آیا۔

اسی دوران میں ایک مرتبہ مدینہ کے بازار میں جارہا تھا کہ ایک قبطی کو جو نصرانی تھا اور شام سے مدینہ منورہ اپنا غلہ فروخت کرنے آیا تھا یہ کہتے ہوئے سنا کہ کوئی کعب بن مالک (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا پتا بتایئے۔ لوگوں نے اس کو میری طرف اشارہ کرکے بتایا۔ وہ نصرانی میرے پاس آیا اور غسان کے کافر بادشاہ کا خط مجھے لاکر دیا اس میں لکھا ہوا

تھا، ”ہمیں معلوم ہوا ہے کہ تمہارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے تجھ پر ظلم کر رکھا ہے تجھے اللہ عزوجل ذلت کی جگہ نہ رکھے اور ضائع نہ کرے تم ہمارے پاس آجاؤ ہم تمہاری مدد کریں گے۔“ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ خط پڑھ کر اِنَّا لِلّٰہِ پڑھا کہ میری حالت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ کافر بھی مجھ میں طمع کرنے لگے ہیں اور مجھے اسلام تک سے ہٹانے کی تدبیریں ہونے لگی ہیں۔ یہ ایک مصیبت اور آئی اور اس خط کو میں نے ایک تنور میں پھینک دیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے جا کر عرض کیا: یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اب تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے اعراض کی وجہ سے کافر بھی مجھ میں طمع کرنے لگے۔

اس حالت میں ہم پر چالیس روز گزرے تھے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا قاصد میرے پاس حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا یہ ارشادِ والا لیکر آیا کہ اپنی زوجہ کو بھی چھوڑ دو میں نے دریافت کیا کہ کیا منشا ہے اسکو طلاق دیدوں؟ کہا نہیں بلکہ اس سے علیحدگی اختیار کرلو اور میرے دونوں ساتھیوں کے پاس بھی ان ہی قاصد کی معرفت یہی حکم پہنچا میں نے اپنی زوجہ سے کہہ دیا کہ تو اپنے میکے میں چلی جا جب تک اللہ تعالیٰ اس امر کا فیصلہ نہ فرمائے، وہیں رہنا۔ ہلال بن امیہ کی زوجہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم! ہلال بالکل بوڑھے شخص ہیں کوئی خبر گیری کرنے والا نہ ہوگا تو ہلاک ہو جائیں گے، اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اجازت دیں تو میں کچھ کام کاج ان کا کر دیا کروں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا اچھا اس بات کی تجھے اجازت ہے مگر قربت نہ ہو انھوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم! اس بات کی طرف تو ان کو میلان بھی نہیں جس روز سے یہ واقعہ پیش آیا

ہے آج تک ان کا وقت روتے ہی گزر رہا ہے۔

حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس حال میں دس روز اور گزرے کہ ہم سے بات چیت میل جول چھوٹے ہوئے پورے پچاس دن ہو گئے۔ پچاسویں دن صبح کی نماز اپنے گھر کی چھت پر پڑھ کر میں نہایت غمگین بیٹھا ہوا تھا کہ زمین مجھ پر بالکل تنگ تھی اور زندگی دوبھر ہو رہی تھی کہ سلع پہاڑ کی چوٹی پر ایک زور سے چلانے والے نے آواز دی کہ کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ خوشخبری ہو تم کو میں اتنا ہی سنکر سجدہ میں گر گیا اور خوشی کے مارے رونے لگا اور سمجھا کہ تنگی دور ہو گئی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے صبح کی نماز کے بعد ہماری معافی کا اعلان فرمایا جس پر ایک شخص نے پہاڑ پر چڑھ کر زور سے آواز دی جو سب سے پہلے پہنچ گئی، اسکے بعد ایک صاحب گھوڑے پر سوار بھاگے ہوئے آئے، میں نے اپنے پہننے کے کپڑے اس بشارت دینے والے کی نذر کئے اور پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اس طرح میرے دونوں ساتھیوں کے پاس بھی خوشخبری لیکر لوگ گئے۔ میں جب مسجد نبوی میں گیا تو لوگ خدمت اقدس میں حاضر تھے۔ مبارکباد دینے کے لئے دوڑے اور سب سے پہلے ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑھ کر مبارکباد دی اور مصافحہ کیا جو ہمیشہ ہی یادگار رہے گا۔ میں نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ میں جا کر سلام کیا تو چہرہ انور کھل رہا تھا اور خوشی کے انوار چہرہ مبارک سے ظاہر ہو رہے تھے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا چہرہ مبارک خوشی کے وقت چاند کی طرح چمکنے لگتا تھا۔

میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم! میری توبہ کی تکمیل یہ ہے کہ میری جتنی جائداد ہے وہ سب اللہ عزوجل کے راستے میں صدقہ ہے (اس لئے کہ یہ امارت و

ثروت ہی اس مصیبت کا سبب بنی تھی) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا کہ اس میں تنگی ہوگی کچھ حصہ اپنے پاس بھی رہنے دو میں نے عرض کیا بہتر ہے کچھ حصہ میرے پاس بھی رہنے دیا جائے مجھے سچ ہی نے نجات دی اس لئے میں نے عہد کیا ہمیشہ سچ ہی بولوں گا۔

(صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب حدیث کعب بن مالك.....الخ، الحدیث: ٤٤١٨، ج٣، ص ١٤٥)

فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فیصلہ: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے زمانہ میں ایک یہودی اور ایک منافق میں کسی بات پر جھگڑا پیدا ہوگیا۔ یہودی چاہتا تھا کہ جس طرح بھی ہو میں اسے حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی خدمت میں لے چلوں۔ چنانچہ وہ کوشش کرکے اسے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی بارگاہ عدالت میں لے آیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے واقعات سنکر فیصلہ یہودی کے حق میں دیا۔ وہ منافق یہودی سے کہنے لگا میں تو عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس چلوں گا اور ان کا ہی فیصلہ منظور کروں گا یہودی بولا عجیب الٹے آدمی ہو۔ کوئی بڑی عدالت سے ہوکر چھوٹی عدالت میں بھی جاتا ہے جب تمھارے پیغمبر (محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم) فیصلہ دے چکے تو اب عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جانے کی کیا ضرورت ہے؟

مگر وہ منافق نہ مانا اور اس یہودی کو لیکر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فیصلہ طلب کرنے لگا، یہودی بولا جناب پہلے یہ بات سن لیجئے کہ ہم اس سے قبل محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم سے فیصلہ لے آئے ہیں اور انھوں نے فیصلہ میرے حق میں فرما دیا ہے مگر یہ شخص اس فیصلہ سے مطمئن نہیں اور اب یہاں آپ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آ پہنچا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ بات سنی تو منافق سے پوچھا کیا یہودی جو کچھ بیان کرر ہا ہے درست ہے؟ منافق نے کہا ہاں سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم اس کے حق میں فیصلہ کر چکے ہیں۔ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اچھا ٹھہرو میں ابھی آیا اور تمھارا فیصلہ کرتا ہوں یہ کہہ کر آپ اندر تشریف لے گئے اور پھر ایک تلوار لیکر نکلے اور اس منافق کی گردن پر یہ کہتے ہوئے ماری کہ جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کا فیصلہ نہ مانے اس کا فیصلہ یہ ہے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم تک یہ بات پہنچی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا واقعی عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلوار کسی مومن پر نہیں اٹھتی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت بھی نازل فرمادی۔

فَلَاوَرَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ

(پ ۵، النساء: ۶۵)

ترجمہ کنز الایمان: تو اے محبوب تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں۔

(الدرالمنثور، النساء: ۶۵، ج ۲، ص ۵۸۵)

شمشیر عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ماموں کا سر: جنگ بدر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حقیقی ماموں عاص بن ہشام بن مغیرہ غصے میں بھرا ہوا جنگ کے لیے میدان میں نکلا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑھ کر مقابلہ کیا۔ اور بھانجے نے ماموں کے سر پر ایسی تلوار ماری کہ سر کو کاٹتی ہوئے جبڑے تک اتر گئی اور فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قیامت تک کے لئے یہ نظیر قائم کر دی کہ قبیلہ اور رشتہ داری سب کچھ محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم پر قربان ہے۔

بیٹے کی تلوار باپ کا سر: ۵ ھ میں بنوالمصطلق کی مشہور جنگ ہوئی اس میں ایک مہاجر اور ایک انصاری کی باہم لڑائی ہوگئی معمولی بات تھی مگر بڑھ گئی ہر ایک نے اپنی اپنی قوم سے دوسرے کے خلاف مدد چاہی اور دو فریق ہوگئے۔ قریب تھا کہ آپس میں لڑائی ہو جائے مگر بعض لوگوں نے درمیان میں پڑ کر صلح کرادی۔ عبداللہ بن ابی منافقوں کا سردار اور مسلمانوں کا سخت مخالف تھا مگر چونکہ اسلام ظاہر کرتا تھا اس لئے اس کے ساتھ خلاف کا برتاؤ نہ کیا جاتا تھا۔ اور یہی اس وقت کے منافقوں کے ساتھ عام برتاؤ کیا جاتا تھا۔ اس کو جب اس قصے کی خبر ہوئی تو اس نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی شان میں گستاخانہ لفظ کہے اور اپنے دوستوں سے خطاب کر کے کہا کہ یہ سب کچھ تمھارا اپنا ہی کیا ہوا ہے۔ تم نے ان لوگوں کو اپنے شہروں میں ٹھکانا دیا اپنے مالوں کو ان کے درمیان آدھا آدھا بانٹ دیا اگر تم ان لوگوں کی مدد کرنا چھوڑ دو تو ابھی سب چلے جائیں اور یہ بھی کہا کہ خداعزوجل کی قسم اگر ہم مدینہ پہنچ گئے تو ہم عزت والے مل کر ان ذلیلوں کو وہاں سے نکال دیں گے۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نو عمر بچے تھے۔ وہاں موجود تھے یہ سنکر تاب نہ لا سکے کہنے لگے خداعزوجل کی قسم! تو ذلیل ہے، تو اپنی قوم میں بھی ترچھی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے۔ تیرا کوئی حمایتی نہیں اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم عزت والے ہیں۔ رحمٰن عزوجل کی طرف سے بھی عزت دیئے گئے ہیں اور اپنی قوم میں بھی عزت والے ہیں عبداللہ بن ابی نے کہا اچھا چپکا رہ میں تو ویسے ہی مذاق میں کہہ رہا تھا مگر حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جا کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے نقل کردیا۔ حضرت عمر

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے درخواست بھی کی کہ اس کافر کی گردن اڑادی جائے مگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے اجازت مرحمت نہ فرمائی۔ عبداللہ بن ابی کو جب اس کی خبر ہوئی کہ حضور تک یہ قصہ پہنچ گیا ہے تو حاضر خدمت ہوکر جھوٹی قسمیں کھانے لگا کہ میں نے کوئی ایسا لفظ نہیں کہا ہے۔ زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جھوٹ نقل کردیا ہے۔ انصار کے بھی کچھ لوگ حاضر خدمت تھے۔ انہوں نے بھی سفارش کی کہ یارسول اللہ! عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم عبداللہ قوم کا سردار ہے بڑا آدمی شمار ہوتا ہے کہ ایک بچہ کی بات اس کے مقابلے میں قابل قبول نہیں ممکن ہے کہ سننے میں کچھ غلطی ہوئی ہو یا سمجھنے میں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے اس کا عذر قبول فرمالیا۔

حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب اس کی خبر ہوئی کہ اس نے جھوٹی قسموں سے اپنے کو سچا ثابت کردیا اور زید کو جھٹلا دیا تو شرم کی وجہ سے باہر نکلنا چھوڑ دیا۔ بالآخر سورۂ منافقون نازل ہوئی جس سے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سچائی اور عبداللہ بن ابی کی جھوٹی قسموں کا راز کھل گیا۔ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وقعت موافق ومخالف سب کی نظروں میں بڑھ گئی اور عبداللہ بن ابی کا قصہ بھی سب پر ظاہر ہوگیا عبداللہ بن ابی کے بیٹے کا نام بھی عبداللہ تھا اور بڑے پکے مسلمان اور سچے عاشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم تھے جنگ سے واپسی کے وقت مدینہ منورہ سے باہر تلوار کھینچ کر کھڑے ہوگئے اور باپ سے کہنے لگے: اس وقت تک مدینہ میں داخل ہونے نہیں دوں گا جب تک تو اس کا اقرار نہ کرے کہ تو ذلیل ہے اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم عزیز ہیں۔ اس کو بڑا تعجب ہوا کیونکہ یہ ہمیشہ سے باپ کے ساتھ نیکی کا برتاؤ کرنے والے تھے مگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے مقابلے میں باپ کی کوئی عزت ومحبت دل میں نہ رہی۔ آخر اس نے مجبور ہوکر اقرار کیا

کہ واللہ میں ذلیل ہوں اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم عزیز ہیں اس کے بعد مدینہ میں داخل ہوسکا۔

(السيرة النبوية،جهجاه و سنان و ما كان من ابن أبى، ج٣،ص٢٤٨-٢٤٩)

اسی طرح جنگ بدر میں کفار کا سپہ سالار عتبہ بن ربیعہ جب میدان میں نکلا تو اسکے فرزند حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تلوار کھینچ کر اس کے مقابلے کو نکلے، مگر رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اس کو گوارا نہیں فرمایا کہ بیٹے کی تلوار باپ کے خون سے رنگین ہو، اس لئے ابوحذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مقابلہ سے ہٹادیئے گئے اور عتبہ بن ربیعہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی تلوار سے قتل ہوا۔

باپ ناپاک بستر پاک: ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے والد ابوسفیان صلح حدیبیہ کے زمانے میں مدینہ آئے اپنی بیٹی سے ملنے گئے اور بستر پر بیٹھنے لگے تو بی بی ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بستر الٹ دیا اور فرمایا کہ یہ اللہ عزوجل کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا پاک بستر ہے اور تم مشرک ہونیکی وجہ سے ناپاک ہو اسلئے تم اس بستر نبوت پر نہیں بیٹھ سکتے۔ابوسفیان کو اس سے بڑا رنج ہوا مگر حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دل میں جو عظمت ومحبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم تھی اسکے لحاظ سے وہ کب برداشت کرسکتی تھیں کہ بستر نبوت پر ایک مشرک بیٹھے۔اللہ اکبر! حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے باپ کی عظمت ومحبت کو محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم پر قربان کردیا کیونکہ یہی ایمان کی شان ہے کہ باپ چھوٹتا ہو تو چھوٹ جائے مگر عظمتِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اور محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا دامن نہ چھوٹنے پائے۔

(الطبقات الكبرى،ام حبيبة بنت سفيان رضى الله عنها، ج٨،ص٧٨)

معرکہ احد میں صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی جاں نثاری

حضرت علی رضی اللہ عنہ: غزوہ احد میں مسلمانوں کو کچھ شکست کا سامنا ہوا۔اس وقت مسلمان چاروں طرف سے کفار کے نرغے میں آگئے ،جس کی وجہ سے بہت سے لوگ شہید بھی ہوئے اور کچھ بھاگے ۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو بھی کفار نے گھیر لیا اور یہ مشہور کر دیا تھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم شہید ہو گئے ۔صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس خبر سے بہت پریشان ہوئے ،اوراسی وجہ سے بہت سے ادھر ادھر متفرق ہو گئے ۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ کفار نے جب مسلمانوں کو گھیر لیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم میری نظر سے اوجھل ہو گئے تو میں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو اول زندوں میں تلاش کیا، نہ پایا پھر شہداء میں جا کر تلاش کیا وہاں بھی نہ پایا، تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ ایسا تو نہیں ہوسکتا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم لڑائی سے بھاگ جائیں ۔ بظاہر حق تعالیٰ ہمارے اعمال کی وجہ سے ہم پر ناراض ہوا۔اس لئے اپنے پاک رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو آسمان پر اٹھا لیا۔اس لئے اب اس سے بہتر کوئی صورت نہیں کہ میں تلوار لے کر کافروں کے جتھے میں گھس جاؤں ۔ یہاں تک کہ مارا جاؤں ۔میں نے تلوار لے کر حملہ کیا۔ یہاں تک کہ کفار بیچ میں سے ہٹتے گئے ۔

میری نگاہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم پر پڑ گئی تو بے حد مسرت ہوئی اور میں نے سمجھا کہ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کے ذریعے اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی حفاظت کی میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے پاس جا کر کھڑا ہوا۔حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: علی !ان کو روکو۔ میں نے تنہا اس جماعت کا مقابلہ کیا اوران کے منہ

پھیر دیئے اور بعضوں کو قتل کیا اس کے بعد پھر ایک اور جماعت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم پر حملہ کے لئے بڑھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف اشارہ کیا انہوں نے پھر تنہا اس جماعت کا مقابلہ کیا۔ اس کے بعد حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آ کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس جوانمردی اور مدد کی تعریف کی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: انہ منی و انا منہ بیشک علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں، یعنی کمال اتحاد کی طرف اشارہ فرمایا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا: "و انا منکما" اور میں تم دونوں سے ہوں۔

(مدارج النبوت، قسم سوم، باب چہارم، ج ۲، ص ۱۲۱، ۱۲۲)

غسیل الملائکہ: جنگ احد کے ایام میں حضرت حنظلہ بن ابی عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شادی ہوئی تھی۔ جس رات آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی دلہن کو بیاہ کر لائے تھے، اسی رات حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی طرف سے اعلان ہو گیا کہ کفارِ مکہ مدینہ منورہ پر حملہ کرنے والے ہیں، ان کے مقابلے کے لئے میدان جہاد میں چلو۔ حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ باوجودیکہ نوجوان تھے اور شادی کی پہلی شب تھی مگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی طرف سے اعلان جہاد سنکر سب کچھ بھول گئے اور اپنی دلہن کو بھی نظر انداز کیا، گویا یہ شعر پڑھتے ہوئے کہ:

سب سے بیگانہ رہے یار و شناسا تیرا
حور پر آنکھ نہ ڈالے کبھی شیدا تیرا

میدان جہاد میں چلنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے اور اس محویت کے عالم میں

آپ کو اپنے غسل کرنے کی ضرورت بھی یاد نہ رہی۔ اسی حالت میں معرکہ جنگ میں تشریف لے گئے اور اسی دن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے سامنے شہید بھی ہو گئے۔ جب لڑائی ختم ہوئی تو شہداء کی لاشیں جمع کرنے کا حکم نبوی ہوا! سب لاشیں مل گئیں مگر حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لاش مبارک نہ ملی یکا یک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر ملاحظہ فرمایا تو دیکھا کہ حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لاش فرشتے اوپر لے جا کر ایک نورانی تختے پر لٹا کر آب رحمت سے غسل دے رہے ہیں اسی دن سے آپ کا لقب غسیل الملا ئکہ ہوا۔

(الاستیعاب، حضرت حنظلہ بن ابی عامر رضی اللہ عنہ، ج ۱، ص ۴۳۳)

شوقِ شہادت: حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غزوہ احد میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ اے سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ! آؤ مل کر دعا کریں ہر ایک اپنی ضرورت کے مطابق دعا کرے اور دوسرا آمین کہے۔ پھر دونوں حضرات نے ایک کونے میں جا کر دعا کی۔ اول حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دعا کی۔ یا اللہ! عزوجل جب کل لڑائی ہو تو میرے مقابلہ میں ایک بڑے بہادر کو مقرر فرمانا میں اس کو تیرے راستے میں قتل کروں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آمین کہی۔ اس کے بعد حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دعا کی اے اللہ عزوجل! کل میدان جہاد میں میرا ایک بہادر سے مقابلہ کرا جو سخت حملہ والا ہو میں اس پر شدت سے حملہ کروں وہ بھی مجھ پر زور سے حملہ کرے اور میں بہتوں کو قتل کر کے پھر خود بھی شہید ہو جاؤں اور شہید ہونے کے بعد کافر میرے ناک کان کاٹ لیں پھر قیامت میں جب میں تیرے حضور پیش کیا جاؤں تو تو فرمائے عبداللہ! تیرے ناک کان کیوں کاٹے گئے تو میں عرض کروں

یا اللہ! عزوجل تیرے اور تیرے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے راستے میں کاٹے گئے پھر تو کہے کہ سچ ہے میرے ہی راستے میں کاٹے گئے۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آمین کہی دوسرے دن لڑائی ہوئی تو دونوں حضرات کی دعائیں اسی طرح قبول ہوئیں جس طرح مانگی تھیں۔ (الاستیعاب، باب حرف العین، ج۳، ص۱۵)

قدمِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم پر شہادت: جنگ احد کی ہل چل اور بدحواسی میں جب مہر رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کو ہجوم کفار کے دل بادل نے گھیر لیا۔ اور اس وقت سید المحبوبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا کہ کون مجھ پر جان دیتا ہے۔ تو حضرت زیاد بن سکن رضی اللہ تعالیٰ عنہ چند انصاریوں کو لے کر یہ خدمت ادا کرنے کے لئے بڑھے۔ ہر ایک نے جاں بازی سے لڑتے ہوئے اپنی جان فدا کردی، مگر ایک زخم بھی رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کو لگنے نہ دیا، اور زیاد بن سکن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ شرف حاصل ہوا کہ زخموں سے چور چور ہو کر دم توڑ رہے تھے۔ رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے حکم دیا کہ ان کا لاشہ میرے قریب لاؤ، لوگ اٹھا کر لائے ابھی کچھ جان باقی تھی آپ نے زمین پر گھسٹ کر اپنا منہ محبوب خدا عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے قدموں پر رکھ دیا اور اسی حالت میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روح پرواز کر گئی۔ سبحان اللہ! اس موت پر ہزاروں زندگیاں قربان۔

(اسدالغابة فی معرفة الصحابة، حضرت زیاد بن سکن رضی الله عنه ، ج۲، ص ۳۲۱)

تیرے قدموں پر سر ہو اور تار زندگی ٹوٹے
یہی انجام الفت ہے یہی مرنے کا حاصل ہے

اسّی زخم: حضرت انس بن نضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے

چچا تھے، لڑتے لڑتے بہت آگے نکل گئے دیکھا کہ کچھ لوگوں نے ہتھیار پھینک دیئے۔ انس بن نضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کہ یہاں تم لوگ کیا کرتے ہو؟ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کا کچھ پتا نہیں! لوگوں نے کہا اب لڑ کر کیا کریں گے؟ جن کے لئے لڑتے تھے وہی نہ رہے۔ ہم نے سنا ہے کہ رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم شہید ہو گئے۔ انس بن نضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ سنکر تڑپ گئے اور فرمایا کہ پھر ہم ان کے بعد زندہ رہ کر کیا کریں گے۔ یہ کہہ کر دشمن کی فوج میں گھس گئے اور لڑ کر شہادت پائی۔ جنگ کے بعد جب ان کی لاش دیکھی گئی تو ۸۰ سے زیادہ تیر، تلوار اور نیزہ کے زخم تھے، کوئی شخص پہچان تک نہ سکا ان کی بہن نے انگلی دیکھ کر لاش کو پہچانا۔

(اسد الغابۃفی معرفۃ الصحابۃ،انس بن نضر، ج ۱،ص۱۹۸)

حضرت وہب بن قابس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کارنامہ: حضرت وہب بن قابس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک صحابی ہیں، جو کسی وقت میں مسلمان ہوئے تھے اور گاؤں میں رہتے تھے بکریاں چراتے تھے۔ اپنے بھتیجے کے ساتھ ایک رسی میں بکریاں باندھے ہوئے مدینہ منورہ پہنچے، پوچھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کہاں تشریف لے گئے معلوم ہوا کہ احد کی لڑائی پر گئے ہوئے ہیں، وہ بکریوں کو وہیں چھوڑ کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے پاس پہنچ گئے، اتنے میں ایک جماعت کفار کی حملہ کرتی ہوئی آئی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا جو ان کو منتشر کر دے وہ جنت میں میرا رفیق ہے۔ حضرت وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زور سے تلوار چلانی شروع کی اور سب کو ہٹا دیا دوسری مرتبہ پھر یہی صورت پیش آئی تیسری مرتبہ پھر ایسا ہی ہوا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے انکو جنت کی خوشخبری دی

اس کا سننا تھا کہ تلوار لیکر کفار کے جم گھٹے میں گھس گئے اور شہید ہوئے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسی دلیری اور بہادری کسی لڑائی میں نہیں دیکھی اور شہید ہونے کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کو میں نے دیکھا کہ وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سرہانے کھڑے تھے اور ارشاد فرماتے تھے: اللہ عزوجل تم سے راضی ہو میں تم سے راضی ہوں۔ اسکے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے خود اپنے دست مبارک سے دفن فرمایا باوجودیکہ اس لڑائی میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم خود بھی زخمی تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے کسی کے عمل پر اتنا رشک نہیں آیا جتنا وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عمل پر آیا میرا دل چاہتا ہے کہ اللہ عزوجل کے یہاں ان جیسا اعمال نامہ لیکر پہنچوں۔

(الاصابة فی تمییز الصحابة ، وهب بن قابس، ج٦،ص ٤٩٢)

حضرت امِ عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا: یہ جنگ احد میں اپنے شوہر حضرت زید بن عاصم اور اپنے دو بیٹوں حضرت عمارہ اور حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ساتھ لیکر میدان میں کود پڑیں۔ اور جب کفار نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم پر حملہ کر دیا تو یہ ایک خنجر لیکر کفار کے مقابلہ میں کھڑی ہوگئیں اور کفار کے تیر و تلوار کے ہر ایک وار کو روکتی رہیں۔ یہاں تک کہ جب ابن قمیئہ ملعون نے رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم پر تلوار چلادی تو حضرت ام عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس تلوار کو اپنی پیٹھ پر روک لیا۔ چنانچہ ان کے کندھے پر اتنا گہرا زخم لگا کہ غار پڑ گیا۔ پھر خود بڑھ کر ابن قمیئہ کے کندھے پر اس زور سے تلوار ماری کہ وہ دو ٹکڑے ہو جاتا مگر وہ ملعون دوہری زرہ پہنے ہوئے تھا اس لئے بچ گیا۔ اس جنگ میں بی بی ام عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سر و گردن پر تیرہ زخم لگے تھے۔

حضرت بی بی ام عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے فرزند حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ مجھے ایک کافر نے جنگ احد میں زخمی کر دیا اور میرے زخم سے خون بند نہیں ہوتا تھا۔ میری والدہ ام عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فوراً اپنا کپڑا پھاڑ کر زخم کو باندھ دیا اور کہا بیٹا اٹھو۔ کھڑے ہو جاؤ اور پھر جہاد میں مشغول ہو جاؤ۔ اتفاق سے وہی کافر سامنے آ گیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا کہ اے ام عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا! دیکھ تیرے بیٹے کو زخمی کرنے والا یہی ہے۔ یہ سنتے ہی حضرت ام عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جھپٹ کر اس کافر کی ٹانگ میں تلوار کا ایسا بھرپور ہاتھ مارا کہ وہ کافر گر پڑا، اور پھر چل نہ سکا بلکہ سرین کے بل گھسٹتا ہوا بھاگا۔ یہ منظر دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم مسکرائے اور فرمایا کہ اے ام عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا! تو خدا عزوجل کا شکر ادا کر کہ اس نے تجھ کو اتنی طاقت اور ہمت عطا فرمائی کہ تو نے خدا عزوجل کی راہ میں جہاد کیا۔

حضرت ام عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا کہ یارسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم! آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ ہم لوگوں کو جنت میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی خدمت گزاری کا شرف عطا فرمائے، اس وقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے ان کے لئے اور ان کے شوہر اور ان کے بیٹوں کے لئے اس طرح دعا فرمائی کہ:

اللھم اجعلھم رفقا ئی فی الجنة۔ یااللہ عزوجل! ان سب کو جنت میں میرا رفیق بنادے۔

حضرت بی بی ام عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا زندگی بھر علانیہ یہ کہتی رہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی اس دعا کے بعد دنیا میں بڑی سے بڑی مصیبت مجھ پر آ جائے تو مجھ کو اس کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔ (الطبقات الکبری لابن سعد، ام عمارة، ج۸، ص ۴۰۳)

پیامِ سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ: اسی احد کی لڑائی میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے دریافت فرمایا کہ سعد بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حال معلوم نہیں ہوا کہ کیا گزری۔ ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تلاش کے لئے بھیجا وہ شہداء کی جماعت میں تلاش کررہے تھے آوازیں بھی دے رہے تھے کہ شاید وہ زندہ ہوں پھر پکار کر کہا کہ مجھے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے بھیجا ہے کہ سعد بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خبر لاؤں تو ایک جگہ سے بہت ہی ضعیف آواز آئی یہ اس طرف بڑھے جا کر دیکھا کہ سات مقتولین کے درمیان پڑے ہیں اور ایک آدھ سانس باقی ہے۔ جب یہ قریب پہنچے تو حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم سے میرا اسلام کہہ دینا اور کہہ دینا کہ اللہ تعالیٰ میری جانب سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کو اس سے افضل اور بہتر بدلہ عطا فرمائے جو کسی نبی علیہ السلام کو اس کے امتی کی طرف سے بہتر سے بہتر عطا کیا ہو اور مسلمانوں کو میرا یہ پیغام پہنچا دینا کہ اگر کافر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم تک پہنچ گئے اور تم میں سے کوئی ایک آنکھ بھی چمکتی ہوئی رہے یعنی وہ زندہ رہا تو اللہ تعالیٰ کے یہاں کوئی عذر بھی تمہارا نہ چلے گا اور یہ کہہ کر جاں بحق ہوئے۔

(الاصابة فی تمييز الصحابة، سعد بن ربيع رضی الله عنه، ج۳، ص۴۹)

حضرتِ جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شوق ووارفتگی: احد کی لڑائی سے فراغت پر مسلمان مدینہ طیبہ پہنچے۔ جنگ کی تکان تھی۔ مگر مدینہ منورہ پہنچتے ہی یہ اطلاع ملی کہ ابوسفیان نے لڑائی سے واپسی پر حمراء الاسد (ایک جگہ کا نام ہے) پہنچ کر ساتھیوں سے مشورہ کیا اور یہ رائے قائم کی کہ احد کی لڑائی میں مسلمانوں کو شکست ہوئی ہے ایسے موقع کو غنیمت

سمجھنا چاہئے تھا کہ نہ معلوم پھر ایسا وقت آئے نہ آئے، اس لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کو (نعوذ باللہ) قتل کر کے لوٹنا چاہئے تھا اس ارادہ سے اس نے واپسی کا مشورہ کیا۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے اعلان کر دیا کہ جو لوگ احد میں ساتھ تھے وہی صرف ساتھ ہوں اور دوبارہ حملہ کے لئے چلنا چاہئے ۔اگرچہ مسلمان اس وقت تھکے ہوئے تھے مگر اس کے باوجود سب کے سب تیار ہو گئے چونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے اعلان فرمادیا تھا کہ صرف وہی لوگ ساتھ چلیں جو احد میں ساتھ تھے اس لئے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم میری تمنا احد میں بھی شرکت کی تھی مگر والد نے یہ کہہ کر اجازت نہ دی کہ میری سات بہنیں ہیں کوئی مرد اور ہے نہیں انہوں نے فرمایا تھا کہ ہم دونوں میں سے ایک کا رہنا ضروری ہے اور خود جانے کا ارادہ فرما چکے تھے اس لئے مجھے اجازت نہ دی تھی۔احد کی لڑائی میں ان کی شہادت ہوگئی، اب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم مجھے اجازت مرحمت فرمادیں کہ میں بھی ہمرکاب چلوں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے اجازت مرحمت فرمادی انکے علاوہ اور کوئی ایسا شخص نہیں گیا جو احد میں شریک نہ ہوا۔

(السيرة النبوية لابن هشام،خروج الرسول فی اثر العدو...الخ، ج ۲،ص ۸۷)

ذات سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

سے

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے
تعلق خاطر پر عمومی نظر

اسوۂ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا درخشاں باب

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

برکت اندوزی: صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم مختلف طریقوں سے رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذات سے برکت اندوز ہوتے رہتے۔ مثلاً بچے بیمار پڑتے یا پیدا ہوتے تو ان کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں حاضر کرتے، آپ بچے کے سر پر ہاتھ پھیرتے، اپنے منہ میں کھجور ڈال کر اس کے منہ میں ڈالتے، اور اس کے لئے برکت کی دعا فرماتے۔

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں بیمار پڑا تو میری خالہ مجھ کو آپ کی خدمت میں لے گئیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور دعائے برکت کی اس کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے وضو کیا تو میں نے آپ کے وضو کا پانی پیا۔

(صحیح البخاری، کتاب الدعوات، باب الدعاء للصبیان بالبرکۃ .....الخ، الحدیث:٦٣٥٢، ج٤، ص٢٠٤)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لڑکا پیدا ہوا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم کی خدمت میں لائے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم نے اس کا نام رکھا، اپنے منہ میں کھجور ڈال کے اس کے منہ میں ڈالی اور اس کو برکت کی دعا دی۔

(صحیح البخاری، کتاب الدعوات، باب الدعاء للصبیان بالبرکۃ .....الخ، الحدیث:٦٣٥٢، ج٤، ص٢٠٣)

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے تو ان کی والدہ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان کو لیکر آئیں اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی گود میں رکھ دیا۔ آپ صلی اللہ

تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے کھجور منگا کر چبائی اور اس کو ان کے منہ میں ڈال دیا پھر برکت کی دعا دی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم بچوں کے منہ میں لعاب ڈال دیتے اور بعض کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرتے۔

(صحیح البخاری، کتاب العقیقة ، باب تسمیة المولود .....الخ، الحدیث:٥٤٦٧، ج٣،ص٥٤٦)

حضرت زُہرہ بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے بچپن ہی میں انکی والدہ ان کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی خدمت میں لائیں سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ان کے سر پر ہاتھ پھیرا اور دعا دی چنانچہ جب ان کولیکر ان کے دادا غلہ خریدنے کے لئے بازار جاتے تھے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات ہوتی تھی تو کہتے تھے کہ ہم کو بھی شریک کرو کیوں کہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے تم کو برکت کی دعا دی ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الشرکة، باب الشرکة فی الطعام وغیرہ، الحدیث: ٢٥٠١۔٢٥٠٢، ج٢،ص١٤٥)

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس کی شرح میں لکھتے ہیں: ''اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے برکت حاصل کرنے کیلئے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو آپ کی خدمت میں اپنی اولاد کو حاضر کرنے کا بڑا شوق تھا۔''

(فتح الباری شرح صحیح البخاری، کتاب الشرکة، باب الشرکة فی الطعام وغیرہ، ج٦،ص١١٥)

نماز فجر کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ملازم برتنوں میں پانی لیکر حاضر ہوتے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم ان میں دست مبارک ڈال دیتے وہ متبرک ہو جاتا۔

جب پھل پختہ ہوتے تو پہلا پھل آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم کی خدمت میں

پیش کرتے۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم برکت کی دعا فرماتے اورسب سے چھوٹا بچہ جوموجود ہوتا اسکودے دیتے۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے وضوکا بچا ہوا پانی صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے لئے آبِ حیات تھا جس پر وہ جان دیتے تھے۔

ایک بارحضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے وضوکا بچا ہوا پانی نکالاتو تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اسکو جھپٹ لیا۔

(سنن النسائی ، کتاب الطھارۃ، باب الانتفاع بفضل الوضوء،ج۱،ص۸۷)

ایک دن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے وضوکیا۔پانی بچ گیاتو تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اسکولیکرجسم پرمل لیا۔

(صحیح البخاری، کتاب الوضوء، باب استعمال فضل وضوء الناس،الحدیث: ۱۸۷،ج۱،ص۸۸)

ایک بارآپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم حلق کروارہے تھے،صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم کوگھیرلیااوروہ اوپرہی سے بالوں کواچک رہے تھے۔

(صحیح مسلم، کتاب الوضوء، باب قرب النبی علیه السلام من الناس وتبرکھم به، الحدیث:۲۳۲۵،ص۱۲۷۰)

ایک باررسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم نے حضرت ابومحذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیشانی پرہاتھ پھیردیا،اس کے بعدانہوں نے عمربھرنہ سرکے آگے کے بال کٹوائے نہ مانگ نکالی۔

(سنن ابی داود، کتاب الصلوۃ، باب کیف الاذان، تحت الحدیث:۵۰۱،ج۱، ص۲۱۲)

بلکہ اس کوبطورتبرک اوریادگارکے قائم رکھا۔

آپ جب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مکان پرتشریف لاتے تو وہ آپ سے

برکت حاصل کرنے کی درخواست کرتے۔

ایک بار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر تشریف لے گئے۔ انہوں نے دعوت کی، جب چلنے لگے گھوڑے کی باگ پکڑ کر عرض کی کہ میرے لئے دعا فرمایئے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم نے دعائے برکت اور دعائے مغفرت فرمائی۔

(سنن ابی داود، کتاب الأشربة، باب فی النفخ فی الشراب، الحدیث:۳۷۲۹، ج۳، ص۴۷۵)

ایک بار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر تشریف لائے اور دروازے پر کھڑے ہوکر سلام کیا۔ انہوں نے آہستہ سے جواب دیا۔ ان کے صاحبزادے نے کہا کہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم کو اذن نہیں دیتے بولے چپ رہو مقصد یہ ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم ہم پر بار بار سلام کریں آپ نے دوبارہ سلام کیا۔ پھر اسی قسم کا جواب ملا۔ تیسری بار سلام کرکے آپ واپس چلے، تو حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیچھے پیچھے دوڑے ہوئے آئے اور کہا کہ میں آپ کا سلام سنتا تھا لیکن جواب اس لئے آہستہ سے دیتا تھا کہ آپ ہم پر متعدد بار سلام کریں۔

(سنن ابی داود، کتاب الادب، باب کم مرة یسلم الرجل فی الاستئذان، الحدیث: ۵۱۸۵، ج۴، ص۴۴۵)

محافظتِ یادگارِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم: صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانہ میں رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی یادگاریں محفوظ تھیں جن کو وہ جان سے زیادہ عزیز رکھتے تھے اوران سے برکت حاصل کرتے تھے۔

حضرت علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ جب ہم حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ

کی شہادت کے زمانے میں یزید کے دربار سے پلٹ کر مدینہ میں آئے تو حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ملے اور مجھ سے کہا کہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تلوار مجھے دیدو ایسا نہ ہو کہ یہ لوگ اس کو چھین لیں۔ خداعزوجل کی قسم! اگر تم نے مجھے یہ تلوار دی تو جب تک جسم میں جان باقی ہے کوئی شخص اس کی طرف دست درازی نہیں کرسکتا۔

(سنن ابی داود، کتاب النکاح، باب مایکرہ ان یجمع بینھن من النساء، الحدیث: ۲۰۶۹، ج ۲، ص ۳۲۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم کا ایک جبہ محفوظ تھا۔ جب ان کا انتقال ہوا تو حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس کو لے لیا اور محفوظ رکھا۔ چنانچہ جب ان کے خاندان میں کوئی شخص بیمار ہوتا تھا تو شفا حاصل کرنے کے لئے دھو کر اس کا پانی پلاتی تھیں۔

(المسندلامام احمد بن حنبل، حدیث اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنھما، الحدیث: ۲۷۰۰۸، ج ۱۰، ص ۲۷۱)

بہت سے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان یادگاروں کو زادِ آخرت سمجھتے تھے اور ان کو بعد مرگ بھی اپنے پاس سے جدا کرنا پسند نہیں کرتے تھے۔

جب رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر تشریف لاتے تھے تو ان کی والدہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم کے پسینے کو ایک شیشی میں بھر کر اپنی خوشبو میں ملا دیتی تھیں چنانچہ جب حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انتقال کیا تو وصیت کی کہ یہ خوشبو ان کے حنوط (چند خوشبودار چیزوں کا ایک مرکب جو مردہ کو غسل دینے کے بعد اس پر ملتے ہیں) میں شامل کی جائے۔ روایت میں یہ بھی ہے کہ وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ

علیہ والہ وبارک وسلم کے موئے مبارک کو بھی شیشی میں بھر لیتی تھیں۔

(صحیح البخاری، کتاب الاستئذان، باب من زارقوما فقال عندھم ، الحدیث: ٦٢٨١ ، ج ٤ ، ص ١٨٢)

لیکن علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس حدیث کی شرح میں پہلے تو اسکو ایک بے جوڑ چیز سمجھا ہے لیکن اس کے بعد لکھا ہے کہ بعض لوگوں کے نزدیک اس سے وہ بال مبارک مراد ہیں جو کنگھی کرنے میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے سر سے جدا ہو جاتے تھے۔

پھر حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جب منیٰ میں اپنے بال مبارک اتروائے تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم کے بال مبارک لے لئے اور انکو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ کے حوالے کیا جن کو انہوں نے اپنی خوشبو میں شامل کرلیا۔اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جس خوشبو میں یہ بال مبارک شامل تھے اسی میں وہ پسینے کو بھی شامل کر لیتی تھیں۔

(فتح الباری شرح البخاری، کتاب الاستئذان، باب من زار قوما فقال عندھم، تحت الحدیث: ٦٢٨١ ، ج ١٢ ، ص ٥٩)

غزوہ خیبر میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ایک صحابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو خود دست مبارک سے ایک ہار پہنایا تھا وہ اس کی اتنی قدر کرتی تھیں کہ عمر بھر گلے سے جدا نہیں کیا اور جب انتقال کرنے لگیں تو وصیت کی کہ ان کے ساتھ وہ بھی دفن کر دیا جائے۔

(المسند لامام احمد بن حنبل، حدیث امرأة من بنی غفار رضی الله عنها، الحدیث: ٢٧٢٠٦ ، ج ١٠ ، ص ٣٢٤)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا ایک کرتہ، ایک تہبند ایک چادر، اور چند موئے مبارک تھے، انہوں نے وفات کے وقت وصیت کی کہ یہ کپڑے کفن میں لگائے جائیں اور موئے مبارک منہ اور ناک میں بھر دیئے جائیں۔

(تاریخ الخلفاء، معاویة بن ابی سفیان، ص۱۵۸ بتصرف)

رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جن کپڑوں میں انتقال فرمایا تھا، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان کو محفوظ رکھا تھا۔ چنانچہ انہوں نے ایک دن ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک یمنی تہبند اور ایک کمبل دکھا کر کہا کہ خدا عزوجل کی قسم! سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان ہی کپڑوں میں انتقال فرمایا تھا۔

(سنن ابی داود، کتاب اللباس، باب لباس الغلیظ، الحدیث:٤٠٣٦، ج٤، ص٦٣)

ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے خَزّ (اون اور ریشم سے بُنا ہوا کپڑا) کا سیاہ عمامہ عطا فرمایا تھا، انہوں نے اس کو محفوظ رکھا تھا اور اس پر فخر کیا کرتے تھے، چنانچہ ایک بار بخارا میں خچر پر سوار ہو کر نکلے تو عمامہ دکھا کر کہا کہ اس کو رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ کو عنایت فرمایا تھا۔

(سنن ابی داود، کتاب اللباس، باب ماجاء فی الخز، الحدیث:٤٠٣٨، ج٤، ص٦٤)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم کے چند بال مبارک حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بطور یادگار کے محفوظ رکھے تھے اور جب کوئی شخص بیمار ہوتا تھا تو ایک برتن میں پانی بھر کر بھیج دیتا تھا اور وہ اس میں ان مبارک بالوں کو دھو کر واپس کر دیتی تھیں، جس کو وہ شفا حاصل کرنے کے لئے پی جاتا تھا (یا اس سے غسل کر لیتا تھا)۔

(صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب مایذکر فی الشیب، الحدیث٥٨٩٦، ج٤، ص٧٦)

خلفاء ان یادگاروں کی نہایت عزت کرتے تھے، اوران سے برکت اندوز ہوتے تھے، ایک بار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے کسی عجمی بادشاہ کے نام خط لکھنا چاہا تو لوگوں نے کہا کہ جب تک خط پر مہر نہ ہو اہل عجم اسکو نہیں پڑھتے ،اس لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ایک چاندی کی انگوٹھی تیار کروائی ،جس کے نگینہ پر محمد رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کندہ تھا،اس انگوٹھی کو خلفائے ثلاثہ نے محفوظ رکھا تھا،اخیر میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ سے ایک کنوئیں میں گر پڑی ،انہوں نے تمام کنوئیں کا پانی نکال ڈالا ،لیکن یہ گوہر نایاب نہ مل سکا۔

(سنن ابی داود، کتاب الخاتم،باب ماجاء فی اتخاذ الخاتم،الحدیث: ٤٢١٤ـ٤٢١٥،ج٤،ص١١٩)

حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قصیدے کے صلہ میں رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے خود اپنی چادر عنایت فرمائی تھی ۔ یہ چادر امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے صاحبزادہ سے خرید لی اوران کے بعد تمام خلفاء عیدین میں وہی چادر اوڑھ کر نکلتے تھے۔ (الاصابة، تذکرة کعب بن زهير، ج٥،ص٤٤٣)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم جس پیالے میں پانی پیتے تھے، وہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس محفوظ تھا ایک باروہ ٹوٹ گیا تو انہوں نے اسکو چاندی کے تار سے جڑوایا، اس میں ایک لوہے کا حلقہ بھی لگا ہوا تھا، بعد کو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس میں سونے یا چاندی کا حلقہ لگوانا چاہا لیکن حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منع کیا کہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جو کام کیا ہے اس میں تغیر نہیں کرنا چاہئے۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے دو اور پیالے حضرت سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت

عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس محفوظ تھے۔

(صحیح البخاری، کتاب الأشربة، باب الشرب من قدح النبی صلی الله علیه وسلم و آنیته،الحدیث:٥٦٣٧ـ٥٦٣٨،ج٣،ص٥٩٥)

ایک دن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تشریف لائے گھر میں ایک مشکیزہ لٹک رہا تھا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس کا دہانہ اپنے منہ سے لگایا اور پانی پیا، حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے مشکیزے کے دہانے کو کاٹ کر اپنے پاس بطور یادگار رکھ لیا۔

(طبقات الکبری،تذکرۃام سلیم بنت ملحان، ج٨،ص٣١٥)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم حضرت شفاء بنت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہاں کبھی کبھی قیلولہ فرماتے تھے، اس غرض سے انہوں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے لئے ایک خاص بستر اور ایک خاص تہبند بنوالیا تھا، جسکو پہن کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وبارک وسلم استراحت فرماتے تھے، یہ یادگاریں ایک مدت تک ان کے پاس محفوظ رہیں۔ اخیر میں مروان نے ان سے لے لیا۔

(اسدالغابة، تذکرة الشفاء بنت عبدالله، ج٧،ص١٧٧)

ان یادگاروں کے علاوہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی ہر چیز کو یادگار سمجھتے تھے اور لوگوں کو اس کی زیارت کرواتے تھے۔

حضرت نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ مجھ کو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد میں وہ جگہ دکھائی جہاں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم معتکف ہوتے تھے۔

(سنن ابی داود، کتاب الصوم، باب این یکون الاعتکاف؟،الحدیث:٢٤٦٥،ج٢، ص٤٨٩)

ادبِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جس طرح رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا ادب و احترام کرتے تھے، اس کا اظہار سینکڑوں طریقہ سے ہوتا تھا، جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے تو دربار نبوت کے ادب و عظمت کے لحاظ سے خاص طور پر کپڑے زیب تن کر لیتے۔ ایک صحابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ

جمعت علیَّ ثیابی حین امُسَیُتُ فاتیتُ رسولَ الله صلی الله تعالیٰ علیه وآلہٖ وسلم

شام ہوئی تو میں نے تمام کپڑے پہن لئے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔

(سنن ابی داود، کتاب الطلاق، باب فی عدۃ الحامل، الحدیث:٢٣٠٦، ج٢، ص٤٢٧)

بغیر طہارت کے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونا اور آپ سے مصافحہ کرنا گوارا نہ کرتے، مدینہ کے کسی راستہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سامنا ہوگیا، ان کو نہانے کی ضرورت تھی، گوارا نہ ہوا کہ اس حالت میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے سامنے آئیں، اس لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو دیکھا تو کترا گئے اور غسل کر کے خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا: ابوہریرہ! رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہاں تھے، بولے مجھے غسل کی حاجت تھی، اس لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم کے پاس بیٹھنا پسند نہیں کرتا تھا۔

(سنن ابی داود، کتاب الطهارۃ، باب فی الجنب یصافح، الحدیث:٢٣١، ج١، ص١١٠)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے سامنے بیٹھتے تو فرطِ ادب سے تصویر بن جاتے،

احادیث میں اسی حالت کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا گیا ہے، کانما علیٰ رءُ وسھم الطیر یعنی صحابہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے سامنے اس طرح بیٹھتے تھے گویا ان کے سروں پر چڑیا بیٹھی ہوتی ہیں۔

(سنن ابی داود، کتاب الطب، باب فی الرجل یتداوی، الحدیث:۳۸۵۵،ج ٤، ص ٥)

گھر میں بچے پیدا ہوتے تو ادب سے ان کا نام محمد نہ رکھتے ،ایک دفعہ ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر میں بچہ پیدا ہوا تو انہوں نے محمد نام رکھا۔لیکن ان کی قوم نے کہا ہم نہ یہ نام رکھنے دیں گے نہ اس کنیت سے تم کو پکاریں گے تم اس کے متعلق خود رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے مشورہ کرلو۔ وہ بچے کولیکر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور واقعہ بیان کیا ،تو ارشاد ہوا کہ میرے نام پر نام رکھو لیکن میری کنیت نہ اختیار کرو۔

(صحیح مسلم ، کتاب الاداب ، باب النھی عن التکنی بابی القاسم.....الخ، الحدیث:۲۱۳۳،ص۱۱۷۸)

اگر راستے میں کبھی ساتھ ہو جاتا تو ادب کی وجہ سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے ساتھ سواری پر سوار ہونا پسند نہ کرتے۔ ایک بار حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا خچر ہانک رہے تھے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: سوار کیوں نہیں ہو لیتے۔لیکن انہوں نے اس کو بڑی بات سمجھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے خچر پر سوار ہوں۔تاہم امتثالا للامر (تعمیل حکم کے لیے) تھوڑی دور تک سوار ہو لئے۔ (سنن النسائی، کتاب الاستعاذۃ، ج۸،ص۲۵۳)

فرطِ ادب سے کسی بات میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر تقدم یا مسابقت گوارا نہ

کرتے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم غزوہ تبوک کے سفر میں قضائے حاجت کے لئے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے الگ ہو گئے، نماز فجر کا وقت آ گیا تو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے آنے سے پیشتر ہی حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امامت میں نماز شروع کر دی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پہنچے تو ایک رکعت نماز ہو چکی تھی، اس لئے آپ دوسری رکعت میں شریک ہوئے۔ نماز ہو چکی تو تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس کو بے ادبی بلکہ گناہ خیال کیا اور سب کے سب کثرت کے ساتھ تسبیح کرنے لگے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ تم نے اچھا کیا۔

(سنن ابی داود، کتاب الطھارۃ، باب المسح علی الخفین، الحدیث:۱۴۹، ج۱، ص۸۳)

ایک بار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کوئی نزاع چکانے کے لئے قبیلہ بنو عمرو بن عوف میں تشریف لے گئے۔ نماز کا وقت آ گیا تو مؤذن حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں آیا کہ نماز پڑھا دیجئے۔ وہ نماز پڑھا رہے تھے کہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آ کر شریک جماعت ہو گئے۔ لوگوں نے تصفیق کی (بائیں ہاتھ کی پشت پر دائیں ہاتھ کی انگلیاں اس طرح مارنا کہ آواز پیدا ہو، تصفیق کہلاتا ہے۔) حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اگرچہ کسی طرف متوجہ نہ ہوتے تھے، تاہم جب لوگوں نے متصل تصفیق کی، تو مڑ کر دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم نے اشارہ کیا کہ اپنی جگہ پر قائم رہو۔ انہوں نے پہلے تو خدا کا شکر کیا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی امامت کو پسند فرمایا، پھر پیچھے ہٹ آئے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے آگے بڑھ کر نماز پڑھائی، نماز سے فارغ ہو کر فرمایا کہ جب میں نے حکم دیا تو تم کیوں اپنی جگہ سے ہٹ آئے؟ بولے کہ ابن ابی قحافہ کا یہ منہ نہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے آگے نماز پڑھائے۔

(سنن ابی داود، کتاب الصلاۃ، باب التصفیق فی الصلاۃ، الحدیث: ۹۴۰، ج ۱، ص ۳۵۴)

ایک بار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پیدل جارہے تھے، کہ اسی حالت میں ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ گدھے پر سوار آئے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم کو پیدل دیکھا تو خود فرطِ ادب سے پیچھے ہٹ گئے اور آپ کو آگے سوار کرنا چاہا، لیکن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم نے فرمایا تم آگے بیٹھنے کے زیادہ مستحق ہو، البتہ اگر تمہاری اجازت ہو تو میں آگے بیٹھ سکتا ہوں۔

(سنن ابی داود، کتاب الجھاد، باب رب الدابۃ أحق بصدرھا، الحدیث: ۲۵۷۲، ج ۳، ص ۴۰)

اگر کبھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ کھانا کھانے کا اتفاق ہوتا تو جب تک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم کھانا شروع نہ کرتے تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرطِ ادب سے کھانے میں ہاتھ نہ ڈالتے۔

(سنن ابی داود، کتاب الأطعمۃ، باب التسمیۃ علی الطعام، الحدیث: ۳۷۶۶، ج ۳، ص ۴۸۷)

ادب کے باعث آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے آگے چلنا پسند نہیں کرتے۔

ایک سفر میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ ایک سرکش اونٹ پر سوار تھے جو رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے آگے نکل جاتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو ڈانٹا کہ کوئی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم سے آگے نہ بڑھنے پائے۔

(صحیح البخاری، کتاب الھبۃ، باب من أھدی لہ ھدیۃٌ وعندہٗ جلساؤہ.....الخ، الحدیث: ۲۶۱۰، ج ۲، ص ۱۷۹)

کسی چیز میں آپ سے مقابلہ کی جرأت نہ کرتے، ایک بار چند صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم جو

قبیلہ اسلم سے تعلق رکھتے تھے باہم تیراندازی میں مقابلہ کررہے تھے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: اے بنواسمٰعیل تیر پھینکو کیونکہ تمہارے باپ تیرانداز تھے اور میں فلاں قبیلہ کے ساتھ ہوں۔ دوسرے گروہ کے لوگ فوراً رک گئے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کہ تیر کیوں نہیں پھینکتے ؟ بولے اب کیونکر مقابلہ کریں جبکہ آپ ان کے ساتھ ہیں۔فرمایا: تیر پھینکو میں تم سب کے ساتھ ہوں۔

(صحیح البخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب التحریض علی الرمی ، الحدیث: ۲۸۹۹، ج۲، ص۲۸۲)

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ یہ لوگ اس لئے رک گئے کہ اگر وہ اپنے فریق پر غالب آ گئے اور رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بھی اس کے ساتھ ہیں تو آپ بھی مغلوب ہوجائیں گے۔اس لئے انہوں نے ادب سے مقابلہ ہی کرنا چھوڑ دیا، اس ادب واحترام کا نتیجہ یہ تھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت کسی قسم کا سوءادب گوارانہ کرتے۔

(فتح الباری شرح صحیح البخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب التحریض علی الرمی، تحت الحدیث: ۲۸۹۹، ج۷، ص۷۷)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان میں قیام فرمایا، اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نیچے کے حصے میں اوران کے اہل وعیال اوپر کے حصے میں رہنے لگے۔ ایک رات حضرت ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیدار ہوئے تو کہا کہ ہم اور رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اوپر چلیں پھریں۔اس خیال سے تمام اہل وعیال کو ایک کونے میں کردیا۔ صبح کو

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم کی خدمت میں گزارش کی کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم اوپر قیام فرمائیں۔ارشاد ہوا کہ نیچے کا حصہ ہمارے لئے زیادہ موزوں ہے۔

ایک روایت میں ہے حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ برابر اس بات پر مصر رہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اوپر کی منزل میں رہیں اور خود نچلی منزل میں رہیں۔

بولے کہ جس چھت کے نیچے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم ہوں ہم اس پر نہیں چڑھ سکتے، لہذا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم نے بالاخانہ پر قیام فرمایا۔

(مدارج النبوت،قسم دوم، باب چھارم،بیان قضیۂ ھجرت آنحضرت ،ج۲، ص٦٥)

بعض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے سن میں بڑے تھے،لیکن ان کو فرط ادب سے یہ گوارانہ تھا کہ ان کو آپ سے بڑا کہا جائے۔

ایک بار حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا آپ بڑے ہیں یا رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم؟ بولے بڑے تو رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں، البتہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے پیدا ہوا۔

(سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب ماجاء فی میلاد النبی، الحدیث:۳٦۳۹، ج۵، ص۳۵٦)

اگر نادانستگی میں بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں کوئی نامناسب بات نکل جاتی تو اسکی معافی چاہتے۔

ایک صحابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بچہ مرگیا، اور وہ اس پر رو رہی تھیں۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا گزر ہوا، تو فرمایا: خدا سے ڈرو اور صبر کرو، بولیں تمہیں میری مصیبت کی کیا پرواہ ہے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم چلے گئے تو لوگوں نے کہا کہ رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تھے، دوڑی ہوئی آئیں اور عرض کی کہ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کو نہیں پہچانا تھا۔

(سنن ابی داود، کتاب الجنائز، باب الصبر عندالصدمة، الحدیث:٣١٢٤، ج٣، ص٢٥٨)

اگر کسی دوسرے شخص کے متعلق آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت بے ادبی کا خیال ہوتا تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سخت برہم ہوتے۔ ایک بار حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دولت سرائے اقدس میں آئے۔ دیکھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا باآواز بلند بول رہی ہیں فوراً طمانچہ اٹھایا اور کہا اب کبھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے سامنے آواز بلند نہ ہونے پائے۔

(سنن ابی داود، کتاب الأدب، باب ماجاء فی المزاح، الحدیث:٤٩٩٩، ج٤، ص٣٩٠)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم پر ایک شخص کا کچھ قرض تھا، اس نے گستاخانہ طریقے سے تقاضا کیا، تو تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس پر برانگیختہ ہوگئے تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: رکو! کہ قرض خواہ کو مقروض پر مطالبہ کرنے کا اس وقت تک حق ہے جب تک وہ قرض ادا نہ کرے۔

(سنن ابن ماجه، کتاب الصدقات، باب لصاحب الحق سلطان، الحدیث٢٤٢٥، ج٣، ص١٥٠)

ایک بار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سفر میں تھے ایک بدو آیا اور وحشیانہ لہجہ میں آواز بلند کی اور پکارا یا محمد، یا محمد۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے کہا یہ کیا؟ (اس طرح کہنا) منع ہے۔

(سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب فی فضل التوبة والاستغفار.....الخ، الحدیث:٣٥٤٧، ج٥، ص٣١٦)

ایک بار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: کہ انصار کے خاندانوں میں سب سے افضل بنونجار ہیں، پھر بنو عبدالاشہل، پھر بنو حارث بن الخزرج، پھر بنو ساعدہ، ان

کے علاوہ انصار کے تمام خاندان اچھے ہیں، حضرت سعد بن عبادہ قبیلہ بنو ساعدہ سے تھے، ان کو جب معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے قبیلے کو چوتھے نمبر پر رکھا ہے تو ان کو کسی قدر نا گوار ہوا، بولے میرے گدھے پر زین کسو میں خود رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے اس کے متعلق گفتگو کروں گا، لیکن ان کے بھتیجے حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے کہا کیا آپ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تردید کے لئے جاتے ہیں؟ حالانکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم وجوہ فضیلت کے سب سے زیادہ عالم ہیں، یہ کیا کم ہے کہ آپ کا چوتھا نمبر ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب فی خیر دور الانصار.....الخ، الحدیث: ۲۵۱۱، ص ۱۳۶۱)

صلح حدیبیہ کے بعد کافروں کا مسلمانوں میں اختلاط ہوگیا، حضرت سلمہ آئے اور ایک درخت کے نیچے لیٹ گئے، چار مشرک بھی اس جگہ آئے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا، ان کو گوارا نہ ہوسکا، اٹھ گئے دوسری جگہ چلے گئے، اور چاروں مشرک بھی تلوار کو لٹکا کر سو رہے، اسی حالت میں شور ہوا کہ ابن زنیم قتل کر دیا گیا حضرت سلمہ نے موقع پا کر تلوار میان سے کھینچ لی، اور چاروں پر حالت خواب میں حملہ کر کے ان کے تمام ہتھیاروں پر قبضہ کر لیا، اور کہا کہ اس ذات کی قسم جس نے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو عزت دی تم میں سے جو شخص سر اٹھائے گا اس کا دماغ پاش پاش کر دیا جائے گا۔

(صحیح مسلم، کتاب الجهاد، باب غزوة ذی قرد وغیرها.....الخ، الحدیث: ۱۸۰۷، ص ۱۰۰۰)

ایک شخص کا نام محمد تھا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ ایک آدمی ان کو گالی دے رہا ہے، بلا کر کہا کہ دیکھو تمہاری وجہ سے محمد کو گالی دی جا رہی ہے، اب تا دم مرگ تم

اس نام سے پکارے نہیں جاسکتے، چنانچہ اسی وقت اس کا نام عبدالرحمٰن رکھ دیا گیا۔ پھر بنوطلحہ کے پاس پیغام بھیجا جولوگ اس نام کے ہوں ان کے نام بدل دیئے جائیں۔ اتفاق سے وہ لوگ سات آدمی تھے اوران کے سردار کا نام محمد تھا۔لیکن انہوں نے کہا: خودرسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ہی نے میرا نام محمد رکھا ہے، بولے اب میرا اس پر کوئی زورنہیں چل سکتا۔

(المسند لامام احمد بن حنبل، حديث محمد بن طلحة بن عبيدالله رضی الله تعالیٰ عنه، الحديث:١٧٩١٦، ج٤، ص٢٦٧)

چھوٹے چھوٹے بچے بھی اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ کسی قسم کی شوخی کرتے تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم انکو ڈانٹ دیتے حضرت ام خالد رضی اللہ عنہا اپنے باپ کے ساتھ حاضرخدمت ہوئیں، اوربچپن کی وجہ سے خاتم النبوۃ سے کھیلنے لگیں، ان کے والد نے ڈانٹا،لیکن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کھیلنے دو۔

(صحيح البخاری، كتاب الجهاد، باب من تكلم بالفارسية والرطانة، الحديث:٣٠٧١، ج٢، ص٣٣١)

جو چیزیں شان نبوت کے خلاف ہوتیں، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے ان کے ذکر تک کوسوءِادب سمجھتے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے جب قضا عمرہ ادا فرمایا تو حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے آگے آگے اشعار پڑھتے چلتے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سنا تو فرمایا: رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے اورحدودحرم کے اندر شعر پڑھتے ہو؟ لیکن آپ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے خود اسکو مستحسن فرمایا۔

(سنن النسائی، کتاب مناسك الحج ، باب انشاد الشعر فی الحرم والمشی بین یدی الامام، ج٥،ص ٢٠٢)

(ترمذی میں ہے کہ اشعار حضرت مالک رضی اللہ عنہ نے پڑھے تھے اور یہی صحیح بھی ہے)

ایک بار کچھ لوگوں نے جمعہ کے دن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے منبر کے سامنے شور وغل کرنا شروع کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ڈانٹا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے منبر کے سامنے آواز اونچی نہ کرو۔

(صحیح مسلم، کتاب الامارۃ ، باب فضل الشهادة فی سبیل اللّٰہ تعالیٰ، الحدیث: ١٨٧٩،ص ١٠٤٤)

یہ تعظیم ، یہ ادب ، یہ عزت ، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زندگی کے ساتھ ہی مخصوص نہ تھی ، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد بھی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اسی طرح ادب کرتے تھے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد قبر کے متعلق اختلاف ہوا کہ لحد کھودی جائے یا صندوق ، اس پر لوگوں نے شور وغل کرنا شروع کر دیا، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے وفات وحیات دونوں حالتوں میں شور وشغب نہ کرو۔

(سنن ابن ماجه، کتاب الجنائز،باب ماجاء فی الشق، الحدیث:١٥٥٨، ج٢،ص ٢٤٥)

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اس ادب واحترام کا منظر صلح حدیبیہ میں عروہ کو نظر آیا تو وہ سخت متاثر ہوا، اس نے صلح سے متعلق آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے گفتگو کی، تو عرب کے طریقے کے مطابق ریش مبارک کی طرف ہاتھ بڑھانا چاہا، لیکن جب جب

ہاتھ بڑھاتا تھا حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ تلوار کے ذریعہ سے روک دیتے تھے، اس واقعہ سے عروہ کی اس طرف توجہ ہوگئی اور اس نے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے طرزِ عمل کو بغور دیکھنا شروع کیا۔ تو اس پر یہ اثر پڑا کہ پلٹا تو کفار سے بیان کیا کہ میں نے قیصر وکسریٰ اور نجاشی کے دربار دیکھے ہیں۔ لیکن محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اصحاب جس قدر محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم کرتے ہیں اس قدر کسی بادشاہ کے رفقاء نہیں کرتے۔ اگر وہ تھوکتے ہیں تو ان لوگوں کے ہاتھوں میں ان کا تھوک گرتا ہے اور وہ اپنے جسم و چہرہ پر اس کو ملتے ہیں، اگر وہ کوئی حکم دیتے ہیں تو جان نثار کرتے ہیں اور وہ لوگ بچے کھچے پانی کیلئے باہم لڑ پڑتے ہیں اگر ان کے سامنے بولتے ہیں تو انکی آوازیں پست ہو جاتی ہیں، اور وہ ان کی طرف آنکھ بھر کر نہیں دیکھتے۔

(صحیح البخاری، کتاب الشروط، باب الشروط فی الجهاد والمصالحة مع اهل الحرب و کتابة الشروط، الحدیث: ۲۷۳۱، ج۲، ص۲۲۳)

جاں نثاری

صلح حدیبیہ میں جب عروہ نے رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے کہا کہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے ایسے چہرے اور مخلوط آدمی دیکھتا ہوں جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے، تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل پر اس طنز آمیز فقرہ نے نشتر کا کام دیا اور انہوں نے برہم ہو کے کہا ہم اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے؟

(صحیح البخاری، کتاب الشروط، باب الشروط فی الجهاد والمصالحة مع اهل الحرب.....الخ، الحدیث: ۲۷۳۱، ج۲، ص۲۲۳)

یہ ایک قول تھا جس کی تائید ہر موقع پر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اپنے عمل سے کی، ابتداء اسلام میں ایک بار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز پڑھنے میں مشغول تھے، عقبہ بن ابی معیط آیا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا گلا گھونٹنا چاہا، حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسکو دھکیل دیا اور کہا کہ ایک آدمی کو صرف اس لیے قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا معبود اللہ ہے، حالانکہ وہ تمہارے خدا کی جانب سے دلائل لے کر آیا ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی، باب قول النبی لو کنت متخذا خلیلا، الحدیث:٣٦٧٨، ج٢، ص٥٢٤)

ہجرت کے بعد خطرات اور بھی زیادہ ہوگئے تھے، کفار مکہ کے علاوہ اب منافقین اور یہود نئے دشمن ہوگئے تھے، جن کا رات دن ڈر لگا رہتا تھا، مگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کے لئے اپنے آپ کو ان تمام خطرات میں ڈال دیتے تھے، چنانچہ ابتداء ہجرت میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایک شب بیدار ہوئے تو فرمایا کاش آج کی رات کوئی صالح بندہ میری حفاظت کرتا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہتھیار کی جھنجھناہٹ کی آواز آئی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے آواز سنکر فرمایا کون ہے؟ جواب ملا میں سعد بن ابی وقاص فرمایا کیوں آئے بولے میرے دل میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت خوف پیدا ہوا اس لئے حفاظت کے لئے حاضر ہوا۔

(سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب ابی اسحاق سعد بن ابی وقاص، الحدیث:٣٧٧٧، ج٥، ص٤١٩)

ان خطرات کی وجہ سے اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تھوڑی دیر کے لئے بھی آنکھ سے اوجھل ہوجاتے تو جاں نثاروں کے دل دھڑکنے لگتے تھے۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایک دن صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے حلقہ میں رونق افروز تھے کسی ضرورت سے اٹھے تو پلٹنے میں دیر ہوگئی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم گھبرا گئے کہ خدانخواستہ دشمنوں کی طرف سے کوئی چشم زخم تو نہیں پہنچا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اسی پریشانی کی حالت میں گھبرا کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی جستجو میں انصار کے ایک باغ میں پہنچے۔ دروازہ ڈھونڈا، تو نہیں ملا، دیوار میں پانی کی ایک نالی نظر آئی اس میں گھس کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچے اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی پریشانیوں کی داستان سنائی۔

(صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب دلیل علی أن من مات علی التوحید دخل الجنة قطعًا، الحدیث: ۳۱، ص ۳۷)

غزوات میں یہ خطرات اور بھی بڑھتے جاتے تھے، اس لئے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی جاں نثاری میں اور بھی ترقی ہوتی جاتی تھی۔

غزوہ ذات الرقاع میں ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مشرک کی بیوی کو گرفتار کیا۔ اس نے انتقام لینے کے لئے قسم کھالی کہ جب تک اصحاب محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں سے کسی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خون سے زمین کو رنگین نہ کرلوں گا، چین نہ لوں گا، اس لئے جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم واپس ہوئے، اس نے تعاقب کیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منزل پر فروکش ہوئے تو دریافت فرمایا کہ کون میری حراست کی ذمہ داری اپنے سر لے گا۔ مہاجرین وانصار دونوں میں سے ایک ایک بہادر اس شرف کو حاصل کرنے کے لئے اٹھے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ گھاٹی کے دہانے پر جا کر متمکن ہو جائیں (کہ وہی کفار کی کمین گاہ ہوسکتا تھا) دونوں بزرگ وہاں پہنچے تو مہاجر

بزرگ سوگئے اور انصاری نے نماز پڑھنا شروع کی مشرک آیا، اور فوراً تاڑ گیا کہ یہ محافظ اور نگہبان ہیں، تین تیر مارے اور تینوں کے تینوں ان کے جسم میں تر ازو ہوگئے۔

(سنن ابی داود، کتاب الطہارۃ ، باب الوضوء من الدم، الحدیث:۱۹۸،ج۱، ص۹۹)

لیکن وہ اپنی جگہ سے نہ ہٹے۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غزوہ حنین کے لئے نکلے تو ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شام کے وقت خبر دی کہ میں نے آگے جاکر پہاڑ کے اوپر سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ قبیلہ ہوازن کے زن و مرد چوپایوں اور مویشیوں کو لیکر امنڈ آئے ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم مسکرائے ، اور فرمایا: کہ اللہ عزوجل نے چاہا تو کل یہ مسلمانوں کے لیے غنیمت ہوگا، اور فرمایا: آج میری پاسبانی کون کرے گا؟ حضرت انس بن ابی مرثد غنوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا، میں! یارسول اللہ! عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم، ارشاد ہوا کہ سوار ہوجاؤ، وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوکر آئے تو فرمایا کہ اس گھاٹی کے اوپر چڑھ جاؤ۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نماز فجر کے لئے اٹھے، تو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے فرمایا کہ تمہیں اپنے شہ سوار کی بھی خبر ہے۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کی ہمیں تو کچھ خبر نہیں، جماعت قائم ہوئی، تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز پڑھاتے جاتے تھے اور مڑ مڑ کے گھاٹی کی طرف دیکھتے جاتے تھے۔ نماز ادا کر چکے تو فرمایا: لو مبارک ہو تمہارا شہ سوار آگیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے گھاٹی کے درختوں کے درمیان سے دیکھا تو وہ آپہنچے اور خدمت مبارک میں حاضر ہوکر سلام کیا اور عرض کیا: میں گھاٹی کے بلند ترین حصے پر جہاں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے مامور فرمایا تھا، چڑھ گیا صبح کو دونوں گھاٹیاں بھی دیکھیں تو ایک جاندار بھی نظر نہ آیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کبھی نیچے بھی

اترے تھے، بولے صرف نماز اور قضائے حاجت کے لئے ،ارشاد ہوا: تم کو جنت مل چکی ،اس کے بعد اگر کوئی عمل نہ کروتو کوئی حرج نہیں۔

(سنن ابی داود، کتاب الجهاد، باب فی فضل الحرس فی سبیل الله عزوجل، الحدیث:۲۵۰۱، ج۳، ص۱۴)

ایک غزوہ میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ایک ٹیلے پر قیام فرمایا۔اس شدت سے سردی پڑی کہ بعض لوگوں نے زمین میں گڑھا کھودا اور اس کے اندر گھس کر اوپر سے ڈھال ڈال دی۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ حالت دیکھی تو فرمایا: کہ آج کی شب میری حفاظت کون کرے گا؟ میں اسکو دعا دوں گا،ایک انصاری نے عرض کیا کہ میں !یارسول اللہ! عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے قریب بلاکران کا نام پوچھا اور دیر تک دعا دیتے رہے،حضرت ابوریحانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ دعا سنی تو عرض گزار ہوئے کہ میں دوسرا نگہبان بنوں گا۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے قریب بلاکر نام پوچھا اوران کو بھی دعا دی۔

(المسند لامام احمد بن حنبل، حديث أبی ريحانة، الحديث:۱۷۲۱۳، ج۶، ص ۹۹)

آیت کریمہ:

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ط (پ۶، المائدۃ:۶۷)

ترجمہ کنزالایمان: اور اللہ تمہاری نگہبانی کرے گا لوگوں سے۔

نازل ہونے کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے لئے پاسبان مقرر کرنا بند کر دیا۔

غزوہ بدر میں جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کفار کے مقابلے کے لئے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو طلب کیا تو حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بولے، ہم وہ نہیں ہیں جو

موسیٰ علیہ السلام کی قوم کی طرح کہدیں۔تم اور تمہارا خدا دونوں جاؤ اور لڑو۔ بلکہ ہم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے دائیں سے بائیں سے آگے سے پیچھے سے لڑیں گے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ جاں نثارانہ فقرے سنے تو چہرہ مبارک فرط مسرت سے چمک اٹھا۔

(صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب قول اللہ تعالیٰ،الحدیث:۳۹۵۲،ج۳، ص۵)

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے جاں نثارانہ جذبات کا ظہور سب سے زیادہ غزوہ احد میں ہوا، چنانچہ اس غزوہ میں کسی مقام پر رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ صرف نو صحابہ (جن میں سات انصاری اور دو قریشی یعنی حضرت طلحہ اور حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہما) رہ گئے۔ اس حالت میں کفار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر دفعۃً ٹوٹ پڑے،تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان جاں نثاروں کی طرف خطاب کر کے فرمایا: کہ جو ان اشقیاء کو میرے پاس سے ہٹائے گا اس کے لئے جنت ہے۔ایک انصاری فوراً آگے بڑھے اور لڑ کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر قربان ہوگئے۔اسی طرح کفار برابر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر حملہ کرتے جاتے اور آپ بار بار پکارتے جاتے تھے، اور ایک ایک انصاری بڑھ کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر اپنی جان قربان کرتا جاتا تھا، یہاں تک کہ ساتوں بزرگ شہید ہو گئے۔

(صحیح مسلم، کتاب الجہادو السیر،باب غزوۃ احد،الحدیث:۱۷۸۹، ص۹۸۹)

حضرت ابوطلحہ اور حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی جاں نثاری کا وقت آیا،تو حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے آپ نے اپنا ترکش بکھیر دیا،اور فرمایا کہ تیر پھینکو، میرے ماں باپ تم پر قربان۔ (صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب "اِذْ ھَمَّتْ طَّآئِفَتٰنِ مِنْکُمْ اَنْ تَفْشَلَا وَاللّٰہُ وَلِیُّھُمَا ".....الخ،الحدیث:۴۰۵۵،ج۳،ص۳۷)

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سپر لے کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کھڑے ہوگئے اور تیر چلانے لگے، اور اس شدت سے تیراندازی کی کہ دو تین کمانیں ٹوٹ گئیں، اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم گردن اٹھا کر کفار کی طرف دیکھتے تھے تو وہ کہتے تھے، میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں گردن اٹھا کر نہ دیکھیں، مبادا کوئی تیر لگ جائے میرا سینہ آپ کے سینہ کے سامنے ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب "اِذْ هَمَّتْ طَّآئِفَتٰنِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا".....الخ، الحدیث: ٤٠٦٤، ج٣، ص٣٨)

اس غزوہ میں حضرت شماس بن عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جاں نثاری کا یہ عالم تھا کہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دائیں بائیں جس طرف نگاہ اٹھا کر دیکھتے تھے ان کی تلوار چمکتی ہوئی نظر آتی تھی، انہوں نے اپنے آپ کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سپر بنالیا، یہاں تک کہ اسی حالت میں شہید ہوئے۔

(الطبقات الکبریٰ، تذکرۃ شماس بن عثمان رضی اللہ عنہ، ج٣، ص١٨٦)

اسی غزوہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت سعد بن ربیع انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلاش میں روانہ فرمایا، وہ لاشوں کے درمیان ان کو ڈھونڈھنے لگے، تو حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود بول اٹھے، کیا کام ہے؟ جواب دیا کہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے تمہارا ہی پتا لگانے کے لئے بھیجا ہے، بولے جاؤ، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں میرا سلام عرض کردو، اور کہہ دو کہ مجھے نیزے کے بارہ زخم لگے ہیں، اور اپنے قبیلہ میں اعلان کردو کہ اگر رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم شہید ہوگئے اور ان میں کا ایک متنفس بھی زندہ رہا تو

خداعزوجل کے نزدیک ان کا کوئی عذر قابل سماعت نہ ہوگا۔

(الموطا الامام مالك، كتاب الجهاد،باب الترغيب فى الجهاد،الحديث:١٠٣٥، ج٢،ص٢٤)

نہ صرف مرد بلکہ عورتیں بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی جاں نثاری کی آرزو رکھتی تھیں، حضرت طلیب بن عمیر رضی اللہ عنہ اسلام لائے اور اپنی ماں اروٰی بنت عبدالمطلب کو اسکی خبر دی تو بولیں کہ تم نے جس شخص کی مدد کی وہ اس کا سب سے زیادہ مستحق تھا، اگر مردوں کی طرح ہم بھی استطاعت رکھتیں تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کرتیں اور آپ کی طرف سے لڑتیں۔

(الاستيعاب، تذكرة طليب بن عمير، ج٢،ص٣٢٣)

خدمتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کو اپنا سب سے بڑا شرف خیال کرتے تھے، اس لئے متعدد بزرگوں نے اپنے آپ کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کے لئے وقف کردیا تھا، حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے ابتداء بعثت ہی سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خانہ داری کے تمام کاروبار کا انتظام اپنے ذمے لے لیا تھا، اوراس کے لئے طرح طرح کی اذیتیں اور تکلیفیں برداشت کرتے تھے، لیکن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے شرف خدمت کا چھوڑنا کبھی گوارا نہیں کرتے تھے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا معمول تھا کہ جب کوئی غریب مسلمان خدمت مبارک میں حاضر ہوتا اوراس کے بدن پر کپڑے نہ ہوتے تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیتے اور وہ قرض لیکر اسکی خوراک ولباس کا انتظام کرتے۔

ایک بار کسی مشرک سے اس غرض کے لئے قرض لیا۔ لیکن ایک دن اس نے دیکھا تو نہایت سخت لہجے میں کہا، او حبشی تجھے معلوم ہے کہ اب مہینے میں کتنے دن رہ گئے ہیں صرف چار دن اسی عرصہ میں قرض وصول کرلوں۔ ورنہ جس طرح تو پہلے بکریاں چرایا کرتا تھا اسی طرح بکریاں چرواؤں گا۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس سے سخت رنج ہوا، عشاء کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئے اور کہا کہ مشرک نے مجھے یہ کچھ کہا ہے، اور وہ مجھے ذلیل کررہا ہے، اجازت فرمایئے تو جب تک قرض ادا نہ ہوجائے مسلمان قبائل میں بھاگ کر پناہ لوں، گھر واپس آئے تو بھاگنے کا تمام سامان بھی کرلیا، لیکن رزّاق عالم نے صبح تک خود قرض کے ادا کرنے کا تمام سامان کردیا۔

(سنن ابی داود، کتاب الخراج والفیء والامارۃ، باب فی الامام یقبل ھدایاالمشرکین، الحدیث: ۳۰۵۵، ج۳، ص ۲۳۰)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ شرف حاصل تھا، کہ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کہیں جاتے تو وہ پہلے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو جوتے پہناتے، پھر آگے آگے عصا لیکر چلتے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مجلس میں بیٹھنا چاہتے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاؤں سے جوتے نکالتے، پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو عصا دیتے، جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اٹھتے، پھر اسی طرح جوتے پہناتے، آگے آگے عصا لیکر چلتے، اور حجرہ مبارکہ تک پہنچ جاتے۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نہاتے تو پردہ کرتے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سوتے تو بیدار کرتے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سفر میں جاتے تو بچھونا، مسواک، جوتا اور وضو کا

پانی انکے ساتھ ہوتا، اس لئے وہ صاحب سواد رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یعنی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے میر سامان کہے جاتے تھے۔

(الطبقات الکبری،عبد اللّٰه بن مسعود رضی اللّٰه عنه ، ج٣،ص١١٣)

حضرت ربیعہ اسلمی رضی اللہ عنہ بھی شب وروز آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں مصروف رہتے جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم عشاء کی نماز سے فارغ ہوکر دولت سرائے اقدس میں تشریف لے جاتے تو وہ دروازے پر بیٹھ جاتے کہ مبادا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو کوئی ضرورت پیش آجائے۔

ایک بار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو نکاح کرنے کا مشورہ دیا، بولے یہ تعلق آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت گزاری میں خلل انداز ہوگا جسکو میں پسند نہیں کرتا۔لیکن آپ کے باربار کے اصرار سے شادی کرنے پر رضامند ہوگئے ۔

(المسند لامام احمد بن حنبل، حدیث ربیعة بن کعب الاسلمی رضی اللّٰه عنه، الحدیث:١٦٥٧٧،ج٥،ص٥٦٩)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مستقل خدمت گزار تھے، ان کا کام یہ تھا کہ سفر میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اونٹنی کو ہانکتے ہوئے چلتے تھے۔ (مدارج النبوت،قسم پنجم،باب چهارم،ج٢،ص٤٩٥)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بچپن ہی سے ان کی والدہ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کے لئے وقف کردیا تھا۔

(الاصابة ،انس بن مالك بن النضر،ج١،ص٢٧٦ ملخصًا)

حضرت سلمیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایک صحابیہ تھیں، جنہوں نے اس استقلال کے ساتھ

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت کی کہ انکو خادمہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا لقب حاصل ہوا۔

(سنن ابی داود، کتاب الطب، باب فی الحجامة، الحدیث:۳۸۵۸، ج۴،ص۶)

حضرت سفینہ حضرت سلمٰی رضی اللہ عنہا کی والدہ کے غلام تھے۔ انہوں نے ان کو اس شرط پر آزاد کرنا چاہا کہ وہ اپنی عمر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت گزاری میں صرف کردیں، انہوں نے کہا کہ اگر آپ یہ شرط نہ بھی کرتیں تب بھی میں تانفسِ واپسیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت سے علیحدہ نہ ہوتا۔

(سنن ابی داود، کتاب العتق، باب العتق علی الشرط،الحدیث:۳۹۳۲، ج۴،ص ۳۱)

ان بزرگوں کے علاوہ اکثر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر رہتے تھے ان کو بھی عموماً شرف خدمت حاصل ہوا کرتا تھا، ایک بار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم رفع حاجت کے لئے بیٹھے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ کے پیچھے پانی کا کوزہ لیکر کھڑے رہے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے پوچھا عمر کیا ہے؟ بولے کہ وضو کا پانی، فرمایا کہ ہر وقت اس کی ضرورت نہیں۔

(سنن ابی داود، کتاب الطھارة، باب فی الاستبراء ، الحدیث:۴۲،ج۱،ص۴۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جو ہمیشہ خدمت مبارک میں حاضر رہتے تھے انکو اکثر یہ شرف حاصل ہوتا کہ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم رفع حاجت کے لئے تشریف لے جاتے تو وہ کسی طشت یا کوزہ میں پانی لاتے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم وضو کرتے۔

(سنن ابی داود، کتاب الطھارة ، باب الرجل یدلك یده بالأرض اذا استنجی، الحدیث:۴۵،ج۱،ص۵۰)

حضرت ابوسمح رضی اللہ عنہ ہمیشہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں مصروف رہتے تھے ، چنانچہ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم غسل فرماتے تو وہ پیٹھ پھیر کر کھڑے ہوجاتے اورآپ ان کی آڑ میں نہالیتے۔

(اسدالغابة، تذكرة ابوالسمح مولى النبى صلى الله عليه وسلم، ج٦،ص١٦٦)

جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے حجۃ الوداع میں رمی جمرہ کرنا چاہی تو خدام بارگاہ میں حضرت اسامہ اورحضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہما ساتھ ساتھ تھے،ایک کے ہاتھ میں ناقہ کی نکیل تھی اوردوسرے بزرگ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے سر پراپنا کپڑا تانے ہوئے چلتے تھے کہ آفتاب کی شعائیں چہرہ مبارک کوگرم نگاہوں سے نہ دیکھنے پائیں۔

(سنن ابى داود، كتاب المناسك، باب فى المحرم يظلل، الحديث ١٨٣٤،ج٢، ص٢٤٢)

محبتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم

حدیث شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ جب تک میں تم کوتمہارے باپ اولاد اورتمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں،تم لوگ (کامل) مومن نہیں ہوسکتے ، اورصحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کوایمان کا یہی درجہ کمال حاصل تھا، چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد جب غزوہ احد کی شرکت کے لئے روانہ ہوئے تو بیٹے سے کہا کہ میں ضرور شہید ہونگا اوررسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے سوا مجھ کوتم سے زیادہ کوئی عزیز نہیں ہے۔تم میرا قرض ادا کرنا،اپنے بھائیوں کے ساتھ نیک سلوک کرنا۔

(اسدالغابة، تذكرة عبدالله بن عمروبن حرام رضى الله عنه، ج٣،ص٣٥٤)

اس کے علاوہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اوربھی مختلف طریقوں سے آپ صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وآلہ وسلم کی محبت کا اظہار کرتے تھے۔

ایک بار ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، جوشِ محبت میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی قمیص الٹ دی، اس کے اندر گھس گئے، آپ کو چوما، آپ سے لپٹ گئے۔

(سنن ابی داود، کتاب الزکاۃ، باب مالایجوز منعہ،الحدیث: ۱۶۶۹، ج۲،ص۱۷۷)

حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک شگفتہ مزاج صحابی تھے، ایک روز ہنسی مذاق کی باتیں کرتے تھے، کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے پہلو میں ایک چھڑی سے کونچ دیا، انہوں نے اس کا انتقام لینا چاہا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس پر راضی ہوگئے، لیکن انہوں نے کہا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بدن پر کرتا ہے، حالانکہ میرے بدن پر کرتا نہیں، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کرتا بھی اٹھادیا، کرتے کا اٹھانا تھا کہ وہ آپ سے لپٹ گئے، کروٹ کو بوسہ دیا، اورعرض کیا: یارسول اللہ! عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یہی مقصود تھا۔

(سنن ابی داود، کتاب الأدب، باب فی قبلۃ الجسد،الحدیث ۵۲۲۴، ج۴، ص۴۵۶)

جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں وفدعبدالقیس حاضر ہوا تو سواری سے اترنے کے ساتھ ہی سب کے سب دوڑے اورآپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ پاؤں کو بوسہ دیا۔

(المرجع السابق،باب فی قبلۃ الرجل، الحدیث:۵۲۲۵،ج۴،ص۴۵۶)

حضرت کردم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حجۃ الوداع میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے قدم چوم لئے اورآپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی

رسالت کا اقرار کیا، اور آپ کی باتیں سنتے رہے۔

(سنن ابی داود، کتاب النکاح، باب تزویج من لم یولد، الحدیث:۲۱۰۳، ج۲، ص ۳۴۰)

حضرت زاہر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک بدوی صحابی تھے، جو رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے نہایت محبت رکھتے تھے، اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں ہدیہ بھیجا کرتے تھے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم بھی ان سے محبت رکھتے تھے اور فرمایا کرتے تھے، کہ زاہر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمارے بدوی ہیں اور ہم ان کے شہری ہیں۔

ایک دن وہ اپنا سودا فروخت کررہے تھے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے پیچھے سے آکر ان کو گود میں لے لیا، انہوں نے کہا کون ہے؟ چھوڑ دو! لیکن مڑ کر دیکھا اور معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں تو اپنی پشت کو بار بار آپ کے سینہ سے چمٹاتے تھے اور تسکین نہیں ہوتی تھی۔

(شمائل ترمذی،باب ماجاء فی صفة مزاج رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم، الحدیث:۲۳۸،ج۵،ص ۵۴۵)

عرب میں یہ خیال تھا کہ اگر کسی کے پاؤں سن ہوجائیں اور وہ اپنے محبوب کو یاد کرے تو یہ کیفیت زائل ہوجاتی ہے۔ ایک بار حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاؤں سن ہوگئے تو کسی نے کہا اپنے محبوب کو یاد کرلو، بولے یا محمداہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم)

(الأدب المفرد،باب مایقول الرجل اذاخدرت رجله ، الحدیث:۹۹۳،ص ۲۶۱)

حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایک صحابیہ تھیں، جب وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا ذکر کرتیں تو فرطِ مسرت سے کہتیں "بابی" یعنی میرے باپ آپ پر قربان۔

(سنن النسائی، کتاب الحیض والاستحاضة، باب شهودالحیض العیدین ودعوة المسلمین، ج۱،ص۱۹۳)

عزت اور محبت کی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے آرام وآسائش کا نہایت خیال رکھتے تھے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کسی قسم کی تکلیف گوارا نہیں کرتے تھے۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایک سفر میں تھے جس میں ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہایت اہتمام کے ساتھ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لئے پانی ٹھنڈا کرتے تھے۔

(صحیح مسلم، کتاب الزھدو الرقائق،باب حدیث جابر الطویل، الحدیث۳۰۰۶، ص۱۶۰۲)

ایک عورت تھی جو ہمیشہ مسجد نبوی علی صاحبہ الصلوۃ والسلام میں جھاڑو دیا کرتی تھی، اس کا انتقال ہوگیا تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اسکو دفن کر دیا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اطلاع نہ دی، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو معلوم ہوا تو فرمایا، کہ مجھے کیوں نہیں خبر کی بولے ہم نے تکلیف دینا گوارا نہ کیا، اسی طرح ایک اور صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہوگیا تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو خبر نہ کی اور کہا کہ اندھیری رات تھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو زحمت ہوتی۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی الصلوۃ علی القبر، الحدیث: ۱۵۲۸۔۱۵۳۰، ج۲،ص۲۳۳۔۲۳۴)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو جو چیز محبوب ہوتی وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بھی محبوب ہو جاتی۔ ''کدو'' آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو بہت مرغوب تھا اس لئے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بھی اس کو نہایت پسند فرماتے تھے، چنانچہ ایک روز کدو کھارہے تھے تو خود بخود بول اٹھے، اس بنا پر کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو تجھ سے محبت تھی، تو مجھے کس قدر محبوب ہے۔

(سنن الترمذی، کتاب الاطعمة، باب ماجاء فی اکل الدباء، الحدیث: ۱۸۵۶، ج۳، ص۳۳۶)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک آپ کی ہر چیز کو محبوب بنادیا تھا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا معمول تھا کہ ہر کام کی ابتداء داہنے جانب سے فرماتے۔

ایک بار حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے دائیں اور حضرت خالد بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بائیں جانب بیٹھے ہوئے تھے، حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا دودھ لائیں تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے پی کر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے فرمایا کہ حق تو تمہارا ہی ہے لیکن اگر ایثار کرو تو خالد کو دے سکتے ہو۔ بولے، میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا جھوٹا کسی کو نہیں دے سکتا۔(سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب ما یقول اذا اکل طعاما، الحدیث:٣٤٦٦، ج٥،ص٢٨٣)

ایک مرتبہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے پانی یا دودھ پی کر حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کو عنایت فرمایا۔ بولیں: میں اگرچہ روزے سے ہوں لیکن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا جھوٹا واپس کرنا پسند نہیں کرتی ہوں۔ (المسند لامام احمد بن حنبل،حدیث ام ھانیٔ بنت ابی طالب واسمھا فاختة،الحدیث:٢٦٩٥٨،ج١٠،ص٢٦٠)

ایک بار ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خدمت مبارک میں حاضر ہوئے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کھانا کھارہے تھے، ان کو بھی شریک کرنا چاہا، وہ روزے سے تھے اس لئے ان کو افسوس ہوا کہ ہائے رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا کھانا نہ کھایا۔

(سنن ابن ماجه، کتاب الاطعمة،باب عرض الطعام، الحدیث:٣٢٩٩،ج٤، ص٢٦)

تکلیف کی وجہ سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو رنج ہوتا تو تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو

رنج ہوتا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو خوشی ہوتی تو تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی اس میں شریک ہوتے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک مہینے کے لئے ازواج مطہرات سے علیحد گی اختیار کرلی تو تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے مسجد میں آکر گریہ وزاری شروع کردی۔

(صحیح مسلم، کتاب الطلاق، باب فی الایلاء و اعتزال النساء...الخ، الحدیث: ۱۴۷۹، ص ۷۸۴)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے جب مرض الموت میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امام بنانا چاہا تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ وہ رقیق القلب آدمی ہیں۔ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو نہ دیکھیں گے تو خود روئیں گے، اور تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی۔

(سنن ابن ماجه، کتاب الصلوة، باب ماجاء فی صلاة رسول الله صلی الله علیه وسلم فی مرضه، الحدیث: ۱۲۳۲، ج ۲، ص ۷۴)

حضرت عمرو بن الجموح رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک فیاض صحابی تھے، ان کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے اس قدر محبت تھی کہ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نکاح کرتے تو وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی جانب سے دعوت ولیمہ کرتے۔

(اصابة، تذکرة عمرو بن الجموح، ج ٤، ص ۵۰۷)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم جب کسی غزوہ میں تشریف لے جاتے تو صحابیات رضی اللہ تعالیٰ عنھن فرط محبت سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی واپسی اور سلامتی کے لئے نذریں مانتی تھیں۔

ایک بار آپ جب کسی غزوہ سے واپس آئے تو ایک صحابیہ (جاریہ سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے کہا کہ یارسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم میں نے نذر مانی تھی کہ اگر خدا

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو صحیح و سالم واپس لائے گا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے دف بجا کے گاؤں گی۔

(سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب ابی حفص عمر بن خطاب ، الحدیث: ۳۷۱۰، ج۵، ص۳۸۶)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عموماً فقر و فاقہ کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے سامنے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خانگی زندگی کا یہ منظر آجاتا تو فرط محبت سے آبدیدہ ہوجاتے۔

ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ دولت سرائے اقدس میں تشریف لے گئے تو دیکھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم چٹائی پر لیٹے ہوئے ہیں، جس پر کوئی بستر نہیں ہے۔ جسم مبارک پر تہبند کے سوا کچھ نہیں، پہلو میں چٹائی کے نشانات پڑے ہیں، توشہ خانہ میں مٹھی بھر جو کے سوا اور کچھ نہیں، آنکھوں سے بے ساختہ آنسو نکل آئے، ارشاد ہوا کہ عمر کیوں روتے ہو؟ بولے، کیوں نہ روؤں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی یہ حالت ہے اور قیصر و کسریٰ دنیا کے مزے اڑا رہے ہیں، فرمایا کیا تمہیں یہ پسند نہیں کہ ہمارے لئے آخرت اور ان کے لئے دنیا ہو۔

(صحیح مسلم، کتاب الطلاق، باب فی الایلاء واعتزال النساء و تخییرھن، الحدیث: ۱۴۷۹، ص۷۸۴)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ حالت یاد آتی تھی تو آنکھوں سے آنسو نکل پڑتے تھے۔

ایک بار حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے چپاتیاں آئیں تو دیکھ کر رو

پڑے کہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی آنکھوں سے کبھی چپاتی نہیں دیکھی۔

(سنن ابن ماجه، كتاب الاطعمة، باب الرقاق، الحديث:٣٣٣٨،ج٤،ص٤٣)

ایک دن حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دوستوں کو گوشت روٹی کھلایا تو رو پڑے اور کہا کہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا وصال بھی ہوگیا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے پیٹ بھر جو کی روٹی کبھی نہیں کھائی۔

(شمائل ترمذی، باب ماجاء فی عیش النبی صلی اللّٰہ علیه و سلم ، الحدیث: ٣٧٨، ج٥، ص٥٧٥)

اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کسی چیز سے متمتع نہ ہوتے تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس سے متمتع ہونا پسند نہ کرتے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا تو آپ کے کفن کے لئے ایک حلہ خریدا گیا لیکن بعد میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دوسرے کپڑے میں کفنائے گئے، اور یہ حلہ حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس خیال سے لے لیا کہ اس کو اپنے کفن کے لئے محفوظ رکھیں گے لیکن پھر کہا کہ جب خدا عزوجل کی مرضی نہ ہوئی کہ وہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا کفن ہو، تو میرا کیوں ہو۔ یہ کہہ کر اس کو فروخت کر کے اس کی قیمت صدقہ کردی۔

(صحيح مسلم، كتاب الجنائز، باب فی كفن الميت، الحديث: ٩٤١، ص٤٦٩)

غزوہ تبوک سخت گرمیوں کے زمانے میں واقع ہوا تھا، حضرت ابوخیثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک صحابی تھے جو اس غزوہ میں شریک نہ ہوسکے تھے ایک دن وہ گھر میں آئے تو دیکھا کہ ان کی ازواج نے ان کی آسائش کے لئے نہایت سامان کیا ہے، بالا خانے پر چھڑکاؤ کیا ہے، پانی سرد کیا ہے عمدہ کھانا تیار کیا ہے لیکن وہ تمام سامان عیش دیکھ کر

بولے رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس لو اور گرمی میں کھلے ہوئے میدان میں ہوں اور ابوخیثمہ سایہ، سرد پانی، عمدہ غذا اور خوبصورت عورتوں کے ساتھ لطف اٹھائے خدا عزوجل کی قسم! یہ انصاف نہیں ہے، میں ہرگز بالا خانہ پر نہ آؤنگا چنانچہ اسی وقت زادِ راہ لیا اور تبوک کی طرف روانہ ہوگئے۔

(اسدالغابة، تذكرة مالك بن قيس بن خيثمة، ج٥، ص٤٧)

وصال کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یاد آتے تو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بے اختیار رو پڑتے۔ ایک دن حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: اور جمعرات کا دن کس قدر سخت تھا، اس کے بعد اس قدر روئے کہ زمین کی کنکریاں آنسو سے تر ہوگئیں۔ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا جمعرات کا دن کیا؟ بولے اسی دن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مرض الموت میں شدت آئی تھی۔

(صحيح مسلم، كتاب الوصية، باب ترك الوصية لمن ليس له شئ يوصى فيه، الحديث: ١٦٣٧، ص٨٨٨)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک صحبتوں کی یاد آتی تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہوجاتے۔ ایک بار حضرت ابوبکر اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما انصار کی ایک مجلس میں گئے تو دیکھا کہ سب لوگ رو رہے ہیں، سبب پوچھا تو بولے کہ ہم کو سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مجلس یاد آگئی، علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ یہ واقعہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی علالت کے زمانہ کا ہے، جس میں انصار کو یہ خوف پیدا ہوا کہ اگر اس مرض میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو آپ کی مجلس میسر نہ ہوگی، اس لئے وہ اس غم میں رو پڑے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا تذکرہ فرماتے تھےتو آنکھوں سے آنسو جاری ہوجاتے تھے۔

(الطبقات الکبری،تذکرۃ عبداللہ بن عمر بن خطاب، ج٤،ص١٢٧)

قرابت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عزت ومحبت

رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے تعلق سے صحابہ کرام اہل بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی بھی نہایت عزت ومحبت کرتے تھے۔ ایک بار حضرت امام باقر، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم کی خدمت میں حجۃ الوداع کی کیفیت پوچھنے کی غرض سے حاضر ہوئے۔اس وقت اگرچہ وہ بحیثیت طالب العلم اور نیازمندانہ آئے تھے،تاہم حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے نہایت تپاک سے ان کا خیر مقدم کیا پہلے ان کے سر کی طرف ہاتھ بڑھایا اوران کی گھنڈی کھولی، سینے پر ہاتھ رکھا اور مرحبا کہا، پھر اصل مسئلے پر گفتگو کرنے کی اجازت دی۔

(سنن ابی داود، کتاب المناسك، باب صفۃ حجۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، الحدیث:١٩٠٥،ج٢،ص٢٦٥)

ایک بار ایک عراقی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا کہ مچھر کا خون جو کپڑے پر لگ جاتا ہے اس کا کیا حکم ہے؟ بولے ان کو دیکھو رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے کو تو شہید کرڈالا اور مچھر کے خون کا سوال کرتے ہیں۔

(سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب الحسن والحسین رضی اللہ عنہما، الحدیث:٣٧٩٥،ج٥،ص٤٢٧)

رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے چند روز بعد ایک دن حضرت

ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک راستے سے گزرے دیکھا کہ حضرت حسن علی جدہ وعلیہ السلام کھیل رہے ہیں، اٹھا کر اپنے کندھے پر رکھ لیا اور یہ شعر پڑھا

وا ! بابی شبه النبی　　لیس شبیها بعلی

میرے باپ تم پر قربان کہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہمشکل ہو، علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشابہ نہیں، حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم بھی ساتھ تھے وہ ہنس پڑے۔

(المسند لامام احمد بن حنبل،مسند ابی بکرالصدیق ، الحدیث: ۴۰، ج۱، ص۲۸)

ایک دن حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ امام حسن علی جدہ وعلیہ السلام سے ملے اور کہا کہ ذرا پیٹ کھولئے جہاں رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بوسہ دیا تھا وہیں میں بھی بوسہ دوں گا، چنانچہ انہوں نے پیٹ کھولا اور انہوں نے وہیں بوسہ دیا۔

(المسندلامام احمد بن حنبل،مسند ابی هریرة، الحدیث:۹۵۱۵،ج۳،ص۴۱۵)

ایک بار بہت سے لوگ مسجد نبوی علی صاحبہ الصلوۃ والسلام میں بیٹھے ہوئے تھے، اتفاق سے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ آ نکلے اور سلام کیا، سب نے سلام کا جواب دیا، لیکن حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاموش رہے، جب سب چپ ہوئے تو باآواز بلند کہا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ یہ کہہ کر سب کی طرف مخاطب ہو کر کہا، میں تمہیں بتاؤں کہ زمین کے رہنے والوں میں، آسمان والوں کو سب سے محبوب شخص کون ہے؟ یہی جو جارہا ہے، جنگ صفین کے بعد سے انہوں نے مجھ سے بات چیت نہیں کی، اگر وہ مجھ سے راضی ہو جائیں تو یہ مجھے سرخ اونٹوں سے بھی زیادہ محبوب ہے۔

(اسدالغابة،تذکرة عبدالله بن عمرو بن العاص،ج۳،ص۳۵۸)

حضرت ابوالطفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بہت بڑے حامی تھے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے انتقال کے بعد ایک بار حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے پوچھا کہ تمہارے دوست ابوالحسن کے غم میں تمہارا کیا حال ہے؟ بولے، موسیٰ علیہ السلام کے غم میں جو حال ان کی ماں کا تھا۔

(اسدالغابة، تذکرة ابو طفیل عامر بن واثلة، ج٦،ص١٩٢)

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی وراثت کا مطالبہ کیا، اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی قرابت کے حقوق جتائے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس موقع پر جو تقریر کی اس میں خاص طور پر اہل بیت کی محبت کا بیان کیا اور کہا کہ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی قرابت کے حقوق کا لحاظ مجھے اپنی قرابت سے زیادہ ہے۔ اُن لوگوں کو بھی اِن کے حقوق کا لحاظ رکھنے کا حکم دیا۔

(صحیح البخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی، باب مناقب قرابة رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ، الحدیث:٣٧١٢،ج٢،ص٥٣٨)

ایک بار حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک معاملہ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اصرار کیا اور کہا کہ یاامیر المومنین! اگر موسیٰ علیہ السلام کے چچا آپ کے پاس مسلمان ہو کر آتے تو آپ کیا کرتے، بولے انکے ساتھ حسن سلوک کرتا حضرت عباس نے کہا تو پھر میں رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا چچا ہوں، بولے اے ابوالفضل آپ کی کیا رائے ہے، خدا عزوجل کی قسم! آپ کے باپ مجھے اپنے باپ سے زیادہ

محبوب ہیں، کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ وہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو میرے باپ سے زیادہ محبوب تھے اور میں رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کو اپنی محبت پر ترجیح دیتا ہوں۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہوا تو بنو ہاشم نے الگ اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے الگ انصار کی تمام آبادیوں میں اس کا اعلان کروادیا۔ لوگ اس کثرت سے جمع ہوئے کہ کوئی شخص تابوت (جنازہ مبارک) کے پاس نہیں جا سکتا تھا، خود بنو ہاشم کے لوگوں نے اس طرح گھیر لیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سپاہیوں کے ذریعے سے ان کو ہٹایا۔ (الطبقات الکبری، تذکرۃ عباس بن عبدالمطلب، ج٤، ص٢٣)

عرب میں جب قحط پڑتا تھا، تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے وسیلہ سے بارش کی دعا مانگتے تھے، اور کہتے تھے کہ خداوندا ہم پہلے اپنے پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو وسیلہ بناتے تھے اور تو پانی برساتا تھا، اور اب اپنے پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے چچا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وسیلہ بناتے ہیں، ہمارے لئے پانی برسا۔

(صحیح البخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی، باب ذکر العباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ، الحدیث: ٣٧١٠، ج٢، ص٥٣٧)

ایک بار حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شفاء بنت عبداللہ العدویہ کو بلا بھیجا، وہ آئیں تو دیکھا کہ عاتکہ بنت اسید پہلے سے موجود ہیں، کچھ دیر کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دونوں کو ایک ایک چادر دی، لیکن شفا کی چادر کم درجہ کی تھی، اس لئے انہوں نے کہا کہ میں عاتکہ سے زیادہ قدیم الاسلام اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی چچا زاد بہن ہوں، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے خاص اس غرض کے لئے بلایا تھا اور عاتکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

تو یونہی آ گئی تھیں، بولے میں نے یہ چادر تمہیں ہی دینے کے لئے رکھی تھی، لیکن جب عاتکہ آ گئیں تو مجھے رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی قرابت کا لحاظ کرنا پڑا۔

(الاصابة فی تمییز الصحابة، کتاب النساء، تذکرة عاتکة بنت اسید، الحدیث: ۱۱۴۵۰، ج۸، ص۲۲٦۔۲۲۷)

حضرت ہند بن ابی ہالہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بیٹے تھے، صرف اتنے تعلق سے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی پرورش فرمائی تھی، جب ان کے بیٹے کا بصرہ میں بمرض طاعون انتقال ہوا تو پہلے ان کا جنازہ نہایت کسمپرسی کی حالت میں اٹھایا گیا، لیکن اس حالت کو دیکھ کر ایک عورت نے پکارا: وا ھند بن ھنداہ وابن ربیب رسول اللہ (ہائے ہند بن ہند ہائے پروردۂ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرزند) یہ سننا تھا کہ لوگ اپنے مردوں کی تجہیز و تکفین چھوڑ کر ان کے جنازہ میں شریک ہو گئے۔

(الاستیعاب فی معرفة الصحابة، باب ھند، تذکرة ھندبن ھالة التمیمی، ج٤، ص١٠٦)

قبیلہ بنوزہرہ میں چونکہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ننہال تھی، اس لئے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس قبیلہ کے پاس خاطر کا نہایت لحاظ کرتی تھیں، چنانچہ وہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے خفا ہوئیں تو انہوں نے اسی قبیلہ کے چند بزرگوں کو شفیع بنایا۔

(صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب مناقب قریش، الحدیث:٣٥٠٣، ج٢، ص٤٧٥)

رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عزت ومحبت

رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جن لوگوں سے محبت رکھتے تھے صحابہ کرام

رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی انکی نہایت توقیر وعزت کرتے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عطیہ ساڑھے تین ہزار اور اپنے بیٹے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا تین ہزار مقرر فرمایا، تو انہوں نے اعتراض کیا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مجھ پر کیوں ترجیح دی، وہ تو کسی جنگ میں مجھ سے آگے نہ رہے۔ بولے، اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے باپ تمہارے باپ سے زیادہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو محبوب تھے اور اسامہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو تم سے زیادہ محبوب تھے، اس لئے میں نے اپنے محبوب پر رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے محبوب کو ترجیح دی۔

(سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب زید بن حارثة، الحدیث:٣٨٣٩، ج٥، ص٤٤٥)

ایک بار حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے دیکھا کہ ایک شخص مسجد کے گوشے میں دامن گھسیٹتا ہوا پھر رہا ہے، بولے یہ کون شخص ہے؟ ایک آدمی نے کہا: آپ ان کو نہیں پہچانتے؟ یہ محمد بن اسامہ ہیں، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے یہ سنکر گردن جھکالی، اور زمین پر ہاتھ مار کر کہا: اگر رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان کو دیکھتے تو ان سے محبت فرماتے۔

(صحیح البخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی صلی الله علیه و سلم ، باب ذکر اسامة بن زید، الحدیث:٣٧٣٤، ج٢، ص٥٤٣)

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نہ صرف آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دوستوں کی عزت کرتے تھے بلکہ آپ نے جن غلاموں کو آزاد کر کے اپنا مولیٰ (آزاد کردہ غلام) بنالیا تھا ان کے ساتھ بھی نہایت لطف و مدارات کے ساتھ پیش آتے تھے۔

ایک بار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جن غلاموں کے ناک کان کاٹ لئے گئے ہیں یا ان کو جلا دیا گیا ہے، وہ آزاد ہیں، اور وہ اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مولیٰ ہیں۔ لوگ یہ سنکر ایک خواجہ سرا کو لائے جس کا نام سندر تھا، آپ نے اس کو آزاد کر دیا، آپ کی وفات کے بعد وہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانہ خلافت میں آتا تو دونوں بزرگ اس کے ساتھ عمدہ سلوک کرتے، اس نے ایک بار مصر جانا چاہا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خط لکھ دیا کہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی وصیت کے موافق اس کے ساتھ عمدہ سلوک کرنا۔

(المسندلامام احمد بن حنبل، حدیث عبداللہ بن عمرو بن العاص، الحدیث : ٦٧٢٢، ج ٢، ص ٦٠٣)

دوسری روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کی اور اس کے اہل وعیال کی بیت المال سے کفالت کرتے تھے، اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گورنر مصر کو لکھا تھا کہ اس کو کچھ زمین دے دی جائے۔ (المرجع السابق)

لیکن اس روایت میں اس کے نام کی تصریح نہیں، ممکن ہے یہ کوئی دوسرا غلام ہو۔

شوقِ زیارتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے دل رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے شوق زیارت سے لبریز تھے اس لئے جب زیارت کا وقت قریب آتا تو یہ جذبہ اور بھی ابھر جاتا، اور اس کا اظہار مقدس نغمہ سنجی کی صورت میں ہوتا۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ جب اپنے رفقاء کے ساتھ مدینہ پہنچے تو سب

کے سب ہم آہنگ ہوکر زبان شوق سے یہ رجز پڑھنے لگے

غدا نلقی الاحبہ　　　محمدا و حزبہ

ہم کل اپنے دوستوں یعنی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کے گروہ سے ملیں گے۔

مصافحہ کی رسم سب سے پہلے ان ہی لوگوں نے ایجاد کی جو اظہار شوق ومحبت کا ایک لطیف ذریعہ ہے۔

دربار نبوت کی غیر حاضری صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک بڑا جرم تھا۔ایک دن حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ نے پوچھا کہ ''تم نے کب سے رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت نہیں کی۔''بولے، اتنے دنوں سے''۔اس پر انھوں نے ان کو برا بھلا کہا تو بولے۔ چھوڑو میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں جاتا ہوں، ان کے ساتھ نماز مغرب پڑھوں گا اور اپنے اور تمھارے لئے استغفار کی درخواست کروں گا۔

(سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب الحسن والحسین رضی اللہ عنہما، الحدیث:٣٨٠٦، ج٥، ص٤٣١)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے وصال کے بعد یہی شوق تھا جو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے مزار کی طرف کھینچ لاتا تھا۔ایک بار حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ آئے اور مزار پاک پر اپنے رخسار رکھ دیئے۔مروان نے دیکھا تو کہا، کچھ خبر ہے، یہ کیا کرتے ہو؟ فرمایا میں اینٹ پتھر کے پاس نہیں آیا ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا ہوں۔(المسند للامام احمد بن حنبل، مسند ابی ایوب انصاری، الحدیث:٢٣٦٤٦، ج٩، ص١٤٨)

شوقِ دیدارِ رسول

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار ایمان کا باعث ہوتا تھا اس بنا پر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس کے نہایت مشتاق رہتے تھے۔ جب سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو تشنگانِ دیدار میں جن لوگوں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو نہیں دیکھا تھا وہ آپ کو پہچان نہ سکے لیکن جب دھوپ آئی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کے اوپر اپنی چادر کا سایہ کیا، تو سب نے اس سایہ میں آفتاب نبوت کی دید سے اپنا ایمان تازہ کیا۔

(صحیح البخاری، کتاب مناقب الأنصار، باب هجرة النبی صلی الله علیه وسلم واصحابه الی المدینة، الحدیث:۳۹۰۶، ج۲، ص۵۹۳)

حجۃ الوداع میں مشتاقان دیدار نے آفتاب نبوت کو ہالے کی طرح اپنے حلقے میں لے لیا، بدو، آ کر شربت دیدار سے سیراب ہوتے تھے اور کہتے تھے: ''یہ مبارک چہرہ ہے''۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مرض الموت کے زمانہ میں جب حجرہ مبارکہ کا پردہ اٹھایا اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو حالتِ نماز میں ملاحظہ فرما کر مسکرائے تو اس آخری دیدار سے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر مسرت کی وہ کیفیت طاری ہوئی کہ سوچا نماز ہی توڑ دیں اور اس جمال بے مثال کا آج جی بھر کر نظارہ کرلیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

کأن وجهه ورقة مصحف ما رأینا منظرا کان اعجب الینا من وجه النبی صلی الله علیه وسلم حین وضح لنا۔ (صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب اهل العلم والفضل احق بالامامة، الحدیث:۶۸۱، ج۱، ص۲۴۳)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا چہرہ قرآن کے ورق کی طرح صاف تھا ہم نے کوئی منظر ایسا نہ دیکھا جو ہمیں رخ انور کے اس منظر سے زیادہ خوشگوار ہو جب چہرہ مبارک ہم پر نمودار ہوا۔

بعض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو آنکھیں صرف اس لئے عزیز تھیں کہ ان کے ذریعے رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار ہوتا تھا۔ لیکن جب خدا عزوجل نے ان کو اس شرف سے محروم کر دیا تو، وہ آنکھوں سے بھی بے نیاز ہو گئے۔

ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھیں جاتی رہیں، لوگ عیادت کو آئے تو انھوں نے کہا کہ ان سے مقصود تو صرف رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا دیدار تھا۔ لیکن جب آپ کا وصال ہو گیا، تو اگر میرے عوض تبالہ کی ہرنیاں اندھی ہو جائیں اور میری بینائی لوٹ آئے تب بھی مجھے پسند نہیں۔

(الادب المفرد، باب العیادۃ من الرمد، الحدیث: ۵۴۳، ص ۱۵۳)

شوقِ صحبتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فیض ایک ایسی دولت جاودانی تھا جس پر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہر قسم کے دنیوی مال ومتاع کو قربان کر دیتے تھے۔

ایک بار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ میں تمہیں ایک مہم پر بھیجنا چاہتا ہوں، خدا عزوجل مال غنیمت دے گا تو تم کو معتد بہ حصہ دوں گا۔ بولے، میں مال کے لئے مسلمان نہیں ہوا صرف اس لئے اسلام لایا ہوں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فیض صحبت حاصل ہو۔

(الادب المفرد، باب المال الصالح للمرء الصالح، الحدیث: ۳۰۲، ص ۹۶)

جو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم دنیوی تعلقات سے آزاد ہوجاتے تھے وہ صرف آستانہ نبوت سے وابستگی پیدا کر کے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی صحبت سے فیض یاب ہوتے تھے۔ حضرت قیلہ رضی اللہ عنہا بیوہ ہوگئیں تو بچوں کو ان کے چچا نے لے لیا۔ اب وہ تمام دنیوی جھگڑوں سے آزاد ہو کر ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ خدمت مبارک میں حاضر ہوئی اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات وتلقینات سے عمر بھر فائدہ اٹھاتی رہیں۔ (الطبقات الکبری، تذکرۃ قیلۃ بنت مخرمۃ، ج۸، ص ۲۴۰)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کسی قدر دور مقام عالیہ میں رہتے تھے اس لئے روزانہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فیض صحبت سے متمتع نہ ہوسکتے تھے۔ تاہم یہ معمول کر لیا تھا کہ ایک روز خود آتے تھے اور دوسرے روز اپنے اسلامی بھائی حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجتے تھے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی تعلیمات وارشادات سے محروم نہ رہنے پائیں۔

(صحیح البخاری، کتاب العلم، باب التناوب فی العلم، الحدیث:۸۹، ج ۱، ص ۵۰)

دنیا میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا فیض صحبت اٹھانے کے ساتھ بعض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے خواہش کی کہ آخرت میں بھی یہ دولت جاودانی نصیب ہو، حضرت ربیعہ بن کعب اور حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے یہی تمنا ظاہر کی اور مژدہ جانفزا سے سرفراز ہوئے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت کا اثر

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم چونکہ نہایت خلوص وصفائے قلب کے ساتھ آپ صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد اور ہدایت سے فیض یاب ہونے کے لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔اس لئے ان پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحبت کا اثر شدت سے پڑتا تھا، ایک بار حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ ''یا رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یہ کیا بات ہے کہ جب ہم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ہوتے ہیں تو ہمارے دل نرم ہو جاتے ہیں، زہد وآخرت کا خیال غالب ہو جاتا ہے، پھر جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے چلے جاتے ہیں اہل وعیال سے ملتے جلتے ہیں اور بچوں کے پاس جاتے ہیں تو وہ بات باقی نہیں رہتی۔'' ارشاد ہوا کہ اگر یہی حالت قائم رہتی تو فرشتے خود تمھارے گھروں میں تمھاری زیارت کو آتے۔

(سنن الترمذی، کتاب صفة الجنة،باب ماجاء فی صفة الجنةو نعیمها، الحدیث: ۲۵۳۴،ج ٤،ص ۲۳٦)

ایک بار حضرت حنظلہ اسیدی رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس سے روتے ہوئے گزرے، دریافت حال پر بولے ''حنظلہ منافق ہوگیا، ہم رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہوتے ہیں اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جنت و دوزخ کا ذکر فرماتے ہیں تو ہمارے سامنے ان کی تصویر کھنچ جاتی ہے۔ پھر گھر میں آکر اہل وعیال سے ملتے ہیں اور کھیتی باڑی کے کام میں مصروف ہوتے ہیں تو اس حالت کو بھول جاتے ہیں۔'' حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا، ہمارا بھی یہی حال ہوتا ہے، چلو خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس چلیں، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور واقعہ بیان کیا تو سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر وہ حالت قائم رہتی تو فرشتے تمھاری مجلسوں میں، تمھارے بستروں پر، اور تمھارے راستوں میں آکر

تم سے مصافحہ کرتے۔اس حالت کا ہمیشہ قائم رہنا ضروری نہیں۔

(سنن الترمذی، کتاب صفة الجنة،باب ١٢٤،الحدیث:٢٥٢٢،ج٤،ص ٢٣٠)

استقبال رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت کی تو آپ کیساتھ طبل وعلم، لاؤلشکر خیمہ وخرگاہ کچھ نہ تھا،صرف سواری کی دو اونٹنیاں تھیں، اور ساتھ میں ایک جاں نثار رفیق سفر تھا لیکن یہ بے سروسامان قافلہ جس دن مدینہ پہنچا، مدینہ مسرت کدہ بن گیا۔عورتوں ، بچوں اور لونڈیوں کی زبان پر یہ فقرہ تھا، رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آئے رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آئے۔ہجرت کی خبر پہلے سے مدینہ میں پہنچ گئی تھی اس لئے تمام مسلمان صبح تڑکے گھر سے نکل کر مدینہ کے باہر استقبال کے لئے جمع ہوتے ،دوپہر تک انتظار کرکے واپس چلے جاتے۔

ایک دن حسب معمول لوگ انتظار کر کے چلے گئے تو ایک یہودی نے قلعہ سے دیکھ کر باآواز بلند پکارا کہ اہل عرب!لوتمھارے صاحب آپہنچے،تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم دفعۃً اُمنڈ پڑے اور ہتھیاروں سے سج سج کر گھروں سے نکل آئے۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم قباء میں تشریف لائے اور خاندانِ بنو عمرو بن عوف کے یہاں اترے تو تمام خاندان نے اللّٰہ اکبر کا نعرہ لگایا۔انصار ہر طرف سے آتے اور جوش عقیدت کے ساتھ سلام عرض کرتے۔

(الطبقات الکبری،تذکرة خروج رسول الله صلی الله علیه وسلم وابی بکر الی المدینة للهجرة ،ج١،ص ١٨٠)

انصار میں جن لوگوں نے رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کو اب تک نہیں دیکھا تھا، وہ

شوقِ دیدار میں بے تاب تھے۔لیکن آپ کو پہچان نہیں سکتے تھے۔حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دھوپ سے بچانے کے لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے سر پر چادر تانی،تو سب کو اس کے سایہ میں آفتاب نبوت نظر آیا۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم قباء سے مدینہ کی خاص آبادی کی طرف چلے تو جاں نثاروں کا جھرمٹ ساتھ تھا۔ایک مقام پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ٹھہر گئے اور انصار کو طلب فرمایا۔سب لوگ حاضر ہوئے،سلام عرض کیا،اور کہا کہ سوار ہوں،کوئی خطرہ نہیں۔ہم لوگ فرماں برداری کے لئے حاضر ہیں۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روانہ ہوئے اور انصار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے گرداگرد ہتھیار باندھے ہوئے تھے۔

قباء سے مدینہ تک دو رُویہ جاں نثاروں کی صفیں تھیں۔راہ میں انصار کے خاندان آتے تو ہر قبیلہ سامنے آکر عرض کرتا کہ حضور یہ گھر ہے،یہ مال ہے۔کوکبِ نبوت شہر کے متصل پہنچا تو ایک عام غل پڑ گیا۔لوگ بالاخانہ سے جھانک جھانک کر دیکھتے تھے اور کہتے تھے:''رسول اللہ آئے،رسول اللہ آئے''۔(صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم)

(صحیح البخاری، کتاب مناقب الانصار، باب هجرة النبی واصحابه الی المدینة، الحدیث:۳۹۱۱،ج۲،ص۵۹۶)

پردہ نشین خواتین جوشِ مسرت میں یہ ترانہ گاتی تھیں

طلع البدر علینا　　من ثنیات الوداع

وجب الشکر علینا　　ما دعا لله داع

''کوہِ وداع کی گھاٹیوں کے برج سے بدر کامل طلوع ہوا ہے۔جب تک دعا

کرنے والے دعا کریں ہم پر شکر واجب ہے۔''

جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی اونٹنی حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے دروازے پر بیٹھ گئی تو قبیلہ بنو نجّار کی بچیاں دف بجا بجا کر یہ شعر گانے لگیں۔

نحن جوار من بنی النجار　　　یا حبذا محمد من جار

''ہم خاندان نجار کی لڑکیاں ہیں، محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کیسے اچھے ہمسایہ ہیں۔''

(وفاء الوفا، الباب الثالث،الفصل الحادی عشر، ج ۱، ص ۲۶۲)

ضیافتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم

اگر خوش قسمتی سے کبھی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کی ضیافت و میزبانی کا شرف حاصل ہوجاتا تو وہ نہایت عزت ومحبت اورادب واحترام کے ساتھ اس فرض کو بجالاتے تھے۔

ایک بار ایک انصاری نے خدمت مبارک میں گزارش کی کہ نہایت لحیم وشحیم آدمی ہوں، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ نماز میں شریک نہیں ہوسکتا، آپ میرے مکان پر تشریف لاکر نماز ادا فرمایئے تاکہ میں اس طرح نماز پڑھا کروں، انھوں نے پہلے کھانا بھی تیار کر رکھا تھا، چنانچہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف لائے، اور دو رکعت نماز ادا فرمائی۔

(سنن ابی داود، کتاب الصلوۃ، باب الصلوۃ علی الحصیر،الحدیث:۶۵۷، ج ۱، ص ۲۶۳)

ایک روز آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت عمر اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہما کے ساتھ حضرت ابوہیثم بن تیہان الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان پر تشریف لے گئے، وہ باہر گئے ہوئے تھے۔ آئے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے لپٹ گئے اور قربان

ہونے لگے، پھر سب کو باغ میں لے گئے، فرش بچھایا، اور کھجوریں توڑ کر آپ کے سامنے رکھ دیں کہ خود دست مبارک سے چن چن کر تناول فرمائیں، اس کے بعد اٹھے اور بکری ذبح کی اور سب نے خوب سیر ہو کر کھانا کھایا۔

(سنن الترمذی، کتاب الزھد، باب ماجاء فی معیشة اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، الحدیث: ۲۳۷۶، ج ٤، ص ۱٦۳)

ایک روز آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان پر تشریف لے جانے کا وعدہ کیا، انھوں نے نہایت اہتمام سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی دعوت کا سامان کیا۔ اور زوجہ سے کہا، دیکھو رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم آنے والے ہیں تمہاری صورت نظر نہ آئے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو کوئی تکلیف نہ دینا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے بات چیت نہ کرنا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم تشریف لائے تو بستر بچھایا، تکیہ لگایا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم مصروف خواب استراحت ہوئے، تو غلام سے کہا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے جاگنے سے پیشتر بکری کے اس بچے کو ذبح کر کے پکالو، ایسا نہ ہو کہ آپ منہ ہاتھ دھونے کے ساتھ ہی روانہ ہو جائیں۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم بیدار ہو کر منہ ہاتھ دھونے سے فارغ ہوئے تو فوراً دسترخوان سامنے آیا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کھانا کھاتے تھے اور قبیلہ بنوسلمہ کے تمام لوگ دور ہی دور سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے دیدار سے مشرف ہوتے تھے، کہ قریب آتے تو شاید آپ کو تکلیف ہوتی، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کھانے سے فارغ ہو کر روانہ ہوئے، تو ان کی زوجہ نے پردہ میں سے عرض کیا: یا رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مجھ پر اور میرے شوہر پر نزول رحمت کی دعا کرتے جایئے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ

وسلم نے فرمایا، خداعزوجل تم پر اور تمہارے شوہر پر رحمت نازل فرمائے۔

ایک بار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے مکان پر تشریف لے گئے۔انہوں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو غسل کرایا۔نہانے کے بعد زعفرانی رنگ کی چادر اُڑھائی، پھر کھانا کھلایا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم رخصت ہوئے تو سواری حاضر کی، اور اپنے بیٹے کو ساتھ کر دیا کہ گھر تک پہنچا آئیں۔

(سنن ابی داود، کتاب الادب، باب کم مرة یسلم الرجل فی الاستیذان، الحدیث: ٥١٨٥،ج٤،ص٤٤٥)

کبھی کبھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خود کسی چیز کی خواہش ظاہر فرماتے اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس کو تیار کر کے پیش کرتے، ایک بار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کاش میرے پاس گیہوں کی سفید روٹی گھی اور دودھ میں چپڑی ہوئی ہوتی، ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوراً اٹھے اور تیار کرا کے لائے۔

(سنن ابی داود، کتاب الاطعمة ، باب فی الجمع بین لونین من الطعام،الحدیث: ٣٨١٨،ج٣،ص٥٠٣)

بعض صحابیات رضی اللہ تعالیٰ عنھن خود کوئی نئی چیز پکا کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کرتی تھیں۔ایک بار حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا نے آٹا چھانا، اور اس کی چپاتیاں تیار کر کے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کیں۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ کیا ہے؟ بولیں ہمارے ملک میں اس کا رواج ہے میں نے چاہا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لئے بھی اس قسم کی چپاتیاں تیار کروں۔ لیکن آپ نے کمال زہد وورع سے فرمایا کہ آٹے میں چوکر ملا لو پھر گوندھو۔

(سنن ابن ماجه، کتاب الاطعمة ، باب الحوّاری، الحدیث:٣٣٣٦،ج٤،ص٤٢)

نعتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

قرآن مجید کے مواعظ اور رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے کلمات طیبہ نے اگرچہ عہد صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں شاعری کے دفتر پر پانی پھیر دیا تھا۔ تاہم بلبلان باغ قدس آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مدح میں کبھی کبھی زمزمہ خواں ہوجاتے تھے، اور چونکہ یہ اشعار سچے دل سے نکلتے تھے، اور سچی تعریف پر مشتمل ہوتے تھے، اس لئے دلوں پر اثر ڈالتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ، حضرت کعب بن زبیر، اور حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہم کا یہ خاص مشغلہ تھا۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چند مدحیہ اشعار بخاری میں مذکور ہیں۔

وفينا رسول الله يتلو كتاب

اذا انشق معروف من الفجر ساطع

''یعنی ہم میں خداعزوجل کا پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ہے جب صبح نمودار ہوتی ہے تو خداعزوجل کی کتاب کی تلاوت کرتا ہے۔''

ارانا الهدى بعد العمى فقلوبنا به موقنات ان ماقال واقع

''گمراہی کے بعد اس نے ہم کو راہ راست دکھائی، اسلئے ہمارے دلوں کو یقین ہے کہ جو کچھ اس نے فرمایا وہ ضرور ہو کر رہے گا۔''

يبيت يجافى جنبه عن فراشه

اذاستثقلت بالمشركين المضاجع

''وہ راتوں کو شب بیداری کرتا ہے، حالانکہ اس وقت مشرکین گہری نیند سوتے ہیں۔''

(صحيح البخارى، كتاب التهجد، باب فضل من تعارمن الليل فصلى، الحديث: ۱۱۵۵، ج۱، ص۳۹۱)

حضرت کعب بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنا مشہور قصیدہ "بانت سعاد" آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پڑھا، تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اس کو سنکر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے فرمایا: کہ اسکو سنو!

غزوہ تبوک سے واپسی پر حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے نعت سنانے کی اجازت طلب کی اور انھوں نے پیش کی۔ اس طرح بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے نعت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کہی، جن میں سے بہت سی نعتیں "المدیح النبوی" میں مندرج ہیں۔

رضائے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضی سے سخت گھبراتے تھے اور اس سے پناہ مانگتے تھے۔

ایک بار کسی نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے آبا و اجداد میں کسی کو برا بھلا کہا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو خبر ہوئی تو فرمایا کہ "عباس مجھ سے ہیں اور میں عباس سے ہوں، ہمارے مردوں کو برا بھلا نہ کہو جس سے ہمارے زندوں کے دل دکھیں۔" یہ سنکر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے کہا ہم آپ کی ناراضی سے پناہ مانگتے ہیں، ہمارے لئے استغفار کیجئے۔ (سنن النسائی، کتاب القسامة، باب القود من اللطمة، ج ٤، الجزء الثامن، ص ٣٣)

ایک بار کسی نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے آپ کے روزے کے متعلق پوچھا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ناگوار گزرا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ حالت دیکھی تو کہا:

رضینا باللّٰہ ربا و بالاسلام دینا و بمحمد نبیا ، نعوذ باللّٰہ من غضب اللّٰہ و غضب رسولہ۔

ترجمہ: ہم نے خداعزوجل کو اپنا پروردگار، اسلام کو اپنا دین، اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنا پیغمبر مانا ہے، اور خداعزوجل اور خدا کے رسول عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غضب سے پناہ مانگتے ہیں۔'' اس فقرے کو بار بار دہراتے رہے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی ناراضگی ختم ہوگئی۔

(سنن ابی داود، کتاب الصوم، باب فی صوم الدھر، الحدیث:۲۴۲۵، ج۲، ص۴۷۳)

اس لئے اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کسی ناگوار واقعہ سے کبیدہ خاطر ہوجاتے تھے تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہر ممکن تدبیر سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو راضی کرنا چاہتے تھے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنھن سے ایلاء کیا تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر مصیبت کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو راضی کرنا چاہا، اور دردولت پر تشریف لے گئے۔ دربان نے روک لیا۔ سمجھے کہ شاید حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو یہ خیال ہے کہ حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خاطر آئے ہیں۔ اسلئے دربان سے کہا کہ اگر سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا یہ خیال ہے تو کہدو کہ خداعزوجل کی قسم! آپ حکم دیں تو حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی گردن اڑادوں۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پہلے آچکے تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو ہنسانے کیلئے کہا اگر بنت خارجہ (حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی زوجہ) مجھ سے نان ونفقہ طلب کرتیں تو میں اٹھ کے ان کی گردن توڑ دیتا، آپ ہنس پڑے ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنھن کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: یہ لوگ مجھ سے نفقہ ہی تو مانگ رہی ہیں۔ دونوں بزرگ اٹھے اور حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی گردن توڑنی چاہی اور کہا رسول اللہ

عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے وہ چیز مانگتی ہو جو (اس وقت) آپ کے پاس (موجود) نہیں ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب الطلاق، باب بیان أن تخییر امرأته لایکون طلاقا الابالنیة، الحدیث ١٤٧٨، ص ٧٨٣)

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے قطع کلام کر لیا اور تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بھی یہی حکم دیا، تو ان کو سب سے زیادہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی رضا مندی کی فکر تھی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نماز کے بعد تھوڑی دیر تک مسجد میں بیٹھا کرتے تھے، اس حالت میں وہ آتے اور سلام کرتے اور دل میں کہتے کہ لبہائے مبارک کو سلام کے جواب میں حرکت ہوئی یا نہیں؟ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہی کے متصل نماز پڑھتے اور کن انکھیوں سے آپ کی طرف دیکھتے جاتے۔

(صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب حدیث کعب بن مالک .....الخ، الحدیث: ٤٤١٨، ج٣، ص١٤٧)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حجۃ الوداع کے لئے تشریف لے گئے تو تمام ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنھن ساتھ تھیں، سوء اتفاق سے راستے میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا اونٹ تھک کر بیٹھ گیا، وہ رونے لگیں، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو خبر ہوئی تو خود تشریف لائے اور دست مبارک سے ان کے آنسو پونچھے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جس قدر ان کو رونے سے منع فرماتے تھے اس قدر وہ اور زیادہ روتی تھیں۔ جب کسی طرح چپ نہ ہوئیں، تو انکو سرزنش فرمائی، اور تمام لوگوں کو منزل کرنے کا حکم دیا، اور خود

بھی اپنا خیمہ نصب کروایا۔ حضرت صفیہ کو خیال ہوا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ناراض ہو گئے، اس لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رضامندی کی تدبیریں اختیار کیں۔

اس غرض سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئیں اور کہا کہ آپ کو معلوم ہے کہ میں اپنی باری کا دن کسی چیز کے معاوضے میں نہیں دے سکتی لیکن اگر آپ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کو مجھ سے راضی کر دیں تو میں اپنی باری آپ کو دیتی ہوں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آمادگی ظاہر کی، اور ایک دوپٹا اوڑھا جو زعفرانی رنگ میں رنگا ہوا تھا، پھر اس پر پانی چھڑکا کہ خوشبو اور پھیلے، اس کے بعد آپ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئیں، اور خیمہ کا پردہ اٹھایا، تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عائشہ! رضی اللہ تعالیٰ عنہا یہ تمھارا دن نہیں ہے بولیں: **ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ** (ترجمہ کنزالایمان: یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے۔ (پ٦، المائدۃ: ٥٤))

(المسند لامام احمد بن حنبل، حدیث صفیۃ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا، الحدیث: ٢٦٩٣٠، ج١٠، ص٢٥٣)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اکثر اپنی ناراضگی کا اظہار علانیہ طور پر نہیں فرماتے تھے، لیکن جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آپ کے چشم وابرو سے اس کا احساس ہو جاتا تھا تو فوراً آپ کو راضی کرتے تھے۔ ایک بار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک راستے سے گزرے، راہ میں ایک بلند قبہ نظر سے گزرا تو فرمایا یہ کس کا ہے، لوگوں نے ایک انصاری کا نام بتایا، آپ کو یہ شان وشوکت ناگوار ہوئی، مگر اس کا اظہار نہیں فرمایا، کچھ دیر کے بعد انصاری بزرگ آئے، اور سلام کیا، لیکن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے رخ انور پھیر لیا، بار بار یہ واقعہ پیش آیا تو انھوں نے دوسرے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی

ناراضگی کا ذکر کیا، سبب معلوم ہوا تو انھوں نے قبہ کو گرا کر زمین کے برابر کر دیا۔

(سنن ابی داود، کتاب الادب، باب ماجاء فی البناء، الحدیث:٥٢٣٧، ج٤، ص ٤٦٠)

ناراضگی کے بعد اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہو جاتے تو گویا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو دولت جاوید مل جاتی، ایک بار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سفر میں تھے، حضرت ابو رُہم رضی اللہ عنہ کی اونٹنی آپ کے ناقہ کے پہلو بہ پہلو جا رہی تھی، حضرت ابورہم رضی اللہ عنہ کے پاؤں میں سخت چمڑے کے جوتے تھے، اونٹنیوں میں مزاحمت ہوئی تو ان کے جوتے کی نوک سے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی ساق مبارک میں خراش آ گئی، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کے پاؤں میں کوڑا مار کر فرمایا: تم نے مجھ کو دکھ دیا، پاؤں ہٹاؤ، وہ سخت گھبرائے کہ کہیں میرے بارے میں کوئی آیت نازل نہ ہو جائے۔

مقام جعرانہ میں پہنچے تو گو کہ ان کی اونٹ چرانے کی باری نہ تھی، تاہم اس خوف سے کہ کہیں رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا قاصد میرے بلانے کے لئے نہ آ جائے، صحرا میں اونٹ چرانے کے لئے نکل گئے، شام کو پلٹے تو معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے طلب فرمایا تھا، مضطربانہ حاضر خدمت ہوئے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے تم نے اذیت پہنچائی، اور میں نے بھی تمہیں کوڑا مارا، جس سے تمہیں اذیت پہنچی، اسکے عوض میں یہ بکریاں لو، ان کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ رضا مندی میرے لئے دنیا ومافیہا سے زیادہ محبوب تھی۔

(الطبقات الکبری، تذکرۃ ابو رُھم الغفاری، ج٤، ص١٨٤)

غمِ ہجرِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو جو محبت تھی، اس کا اثر آپ کی زندگی میں جن طریقوں سے ظاہر ہوتا تھا، اس کا حال اوپر گزر چکا، لیکن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات کے بعد، اس محبت کا اظہار صرف گریہ وبکاء، آہ وفریاد اور نالہ وشیون کے ذریعہ سے ہوسکتا تھا۔اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے غم میں یہ دردانگیز صدائیں اس زور سے بلند کیں کہ مدینہ بلکہ کل عرب کے در ودیوار ہل گئے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم پر موت کے آثار بتدریج طاری ہوئے۔ جمعرات کے دن علالت میں اِشتِداد پیدا ہوا، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو جب یہ دن یاد آتا تھا، تو کہتے تھے، جمعرات کا دن، ہائے جمعرات کا دن، وہ جس میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی علالت میں شدت آئی، نزع کا وقت قریب آیا تو غشی طاری ہوئی۔

(صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب مرض النبی ووفاتہ، الحدیث: ٤٤٣١، ج٣، ص١٥٢)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے یہ حالت دیکھی تو بے اختیار پکار اٹھیں "واکرباہ" آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو یہ الفاظ کہہ کر آپ پر روئیں،

یاابتاہ! اجاب ربا دعاہ، یا ابتاہ! من جنۃ الفردوس ماواہ یا ابتاہ! الیٰ جبرئیل علیہ السلام ننعاہ۔

''لوگ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی تدفین کر کے آئے تو انھوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نہایت دردانگیز لہجے میں پوچھا، کیوں انس، کیسے رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ

علیہ وسلم کو مٹی دینا تمہیں گوارا ہوا؟ (المرجع السابق،الحدیث:٤٤٦٢،ص ١٦٠)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مجھے کسی کا مرض الموت نہیں کھلتا۔

(المرجع السابق،الحدیث:٤٤٤٦،ص ١٥٦)

یہ تو اہل بیت کی حالت تھی۔اہل بیت کے علاوہ اور تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم غم والم کی تصویر بنے مسجد نبوی علی صاحبہ الصلوۃ والسلام میں گریہ کناں تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کو یقین دلا رہے تھے کہ ابھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال نہیں ہوسکتا۔حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ حالت آکر دیکھی تو کسی سے بات چیت نہیں کی،سیدھے آپ کے جسد اطہر مبارک تک چلے گئے،وجہ انور سے کپڑا ہٹا کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کو بوسہ دیا اور روئے۔وہاں سے نکل کر لوگوں کو سمجھایا تو سب کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی موت کا یقین آیا۔

(المرجع السابق،الحدیث:٤٤٥٣۔٤٤٥٤،ج٣،ص١٥٨)

ایک شخص صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے قلق واضطراب کا یہ عالم دیکھ کر مدینہ سے عمان آیا تو لوگوں کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کی خبر دی اور کہا کہ میں مدینہ کے لوگوں کو ایسے حال میں چھوڑ کر آیا ہوں کہ انکے سینے دیگچی کی طرح ابال کھا رہے ہیں۔حضرت عبداللہ ابن ابی لیلیٰ انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت میں بچہ تھا،لوگ اپنے سروں اور کپڑوں پر خاک ڈال رہے تھے۔اور میں ان کے گریہ وبکا کو دیکھ کر روتا تھا۔

(اسدالغابة،تذکرة عبدالله بن ابی لیلی،ج٣،ص٣٨٣)

مدینہ کے باہر جب یہ غمناک خبر پہنچی تو قبیلہ باہلہ کے لوگوں نے اس غم میں اپنے خیمے گرادیئے اور متصل سات رات تک ان کو کھڑا نہیں کیا۔

(الاصابة،تذكرة جهم بن كلدة الباهلی،ج١،ص٦٤٠)

تَفوِیض اِلَی الرَّسُوْلِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اپنی ذاتی حیثیت بالکل فنا کردی تھی اور اپنی ذات اور اپنی آل اولاد کو رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے کردیا تھا۔ حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا ایک صحابیہ تھیں، ان سے ایک طرف تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ جونہایت دولتمند صحابی تھے نکاح کرنا چاہتے تھے، دوسری طرف آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے متعلق ان سے گفتگو کی تھی، جنکی فضیلت یہ تھی کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جو مجھے دوست رکھتا ہے چاہیئے کہ اسامہ رضی اللہ عنہ کو بھی دوست رکھے۔ لیکن حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنی قسمت کا مالک بنادیا اور کہا میرا معاملہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ میں ہے جس سے چاہے نکاح کردیجیے۔

(سنن النسائی، كتاب النكاح،باب الخطبة فی النكاح،ج٦،ص٧٠۔٧١)

حضرت ابوامامہ اسعد بن زرارہ انصاری رضی اللہ عنہ اپنی تین لڑکیوں کے نکاح کے متعلق آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو وصیت کر گئے تھے، جن میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فریعہ رضی اللہ عنہا کا نکاح نبیط بن جابر سے کردیا۔

(اسدالغابة،تذكرة فريعة بنت ابی امامة، ج٧،ص٢٥٣)

انصار کا یہ معمول تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رضامندی جانے بغیر اپنی بیواؤں

کی شادی نہیں کرتے تھے۔ایک دن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک انصاری سے فرمایا:تم اپنی لڑکی کا نکاح کردو، وہ تو منتظر ہی تھے، باغ باغ ہوگئے لیکن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، میں اپنے لئے نہیں بلکہ جُلَیبِیب کے لئے پیغام دیتا ہوں، جُلَیبِیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک ظریف الطبع صحابی تھے جو عورتوں کے ساتھ ظرافت اور مذاق کی باتیں کیا کرتے تھے، اس لئے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان کو عموماً ناپسند کرتے تھے، انھوں نے جُلَیبِیب کا نام سنا تو بولے، اس کی ماں سے مشورہ کرلوں، ماں نے جُلَیبِیب کا نام سنا تو انکار کردیا۔ لیکن لڑکی نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بات نامنظور نہیں کی جاسکتی مجھے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے حوالے کردو، آپ مجھے ضائع نہ کریں گے۔

(المسندلامام احمد بن حنبل،مسند البصريين، حديث ابی برزة الاسلمی، الحديث: ١٩٨٠٥،ج٧،ص١٨٤)

ہیبتِ رسول

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے وقار وعظمت کی بنا پر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم آپ کے سامنے اس قدر مرعوب ہوجاتے تھے کہ جسم میں رعشہ پڑ جاتا تھا۔

ایک بار ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی۔لیکن دو شخص جو مسجد کے ایک گوشہ میں تھے، شریک نماز نہیں ہوئے۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کو باز پرس کے لئے طلب فرمایا، تو وہ اس قدر مرعوب ہوئے کہ جسم میں لرزہ پڑ گیا۔

(سنن ابی داود، كتاب الصلوة،باب فيمن صلی فی منزله.....الخ،الحديث: ٥٧٥، ج١،ص٢٣٧)

ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر آپ سے بات چیت کی لیکن ان پر اسقدر رعب طاری ہوا کہ جسم میں رعشہ پڑ گیا آپ صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: گھبراؤ نہیں میں تو اس عورت کا لڑکا ہوں جو گوشت کے سوکھے ٹکڑے کھایا کرتی تھی۔

ایک بار ایک صحابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو مسجد میں اکڑوں بیٹھے ہوئے دیکھا۔ ان پر آپ کے اس خشوع وخضوع کی حالت کا یہ اثر پڑا کہ کانپ اٹھیں۔

(سنن الترمذی، الشمائل، باب ماجاء فی جلسة رسول الله، الحدیث:۱۲۶، ج۵، ص۵۲۵)

اس رعب وداب کا یہ اثر تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے لب کشائی کی جرأت نہ کر پاتے تھے۔ ایک بار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عصر یا ظہر کی نماز میں صرف دو رکعتیں ادا فرمائیں، بہت سے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم مسجد سے یہ کہتے ہوئے نکل آئے کہ رکعات نماز میں کمی کردی گئی۔ جماعت میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی شریک تھے۔ لیکن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی ہیبت سے کچھ پوچھ نہیں سکتے تھے بالآخر حضرت ذوالیدین رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے دریافت کیا کہ آپ بھول گئے یا نماز میں کمی ہوئی، تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ان کی تائید کی لیکن زبان نہ ہل سکی، بلکہ اشاروں میں حضرت ذوالیدین رضی اللہ عنہ کی تصدیق کی۔

(سنن ابی داود، کتاب الصلوة، باب السهو فی السجدتین، الحدیث: ۱۰۰۸، ج۱، ص۳۷۷)

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بڑے پایہ کے صحابی تھے۔ لیکن ان کا بیان ہے کہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حلیہ نہیں بیان کرسکتا۔ کیوں کہ میں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو کبھی آنکھ بھر کر دیکھنے کی جرأت نہیں کی۔

(صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب کون الاسلام یهدم ماقبله .....الخ،الحدیث: ۱۲۱، ص۷۴)

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بچوں تک کے رگ و ریشہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا رعب وداب سرایت کر گیا تھا۔ ایک بار حضرت ایاد رضی اللہ عنہ بچپن میں باپ کے ساتھ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں گئے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دیدار ہوا تو ان کے باپ نے پوچھا کہ جانتے ہو کہ کون ہیں؟ بولے نہیں'' کہا کہ رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔'' یہ سننے کے ساتھ ہی ان کے بدن کے رونگٹے کھڑے ہوگئے۔ ان کا خیال تھا کہ آپ کی شکل وصورت آدمیوں سے مختلف ہوگی، لیکن آپ کو نظر آیا کہ آپ بھی آدمی ہی ہیں، اور آپ کے سر پر زلفیں ہیں۔

(المسند لامام احمد بن حنبل، مسند ابی رمثة، الحدیث ۷۱۳۱، ج ۲، ص ۶۹۸)

اطاعتِ رسول

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جس طوع و رضا کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتے تھے اس کے متعلق احادیث میں نہایت کثرت سے واقعات مذکور ہیں۔ ذیل کے چند واقعات سے اس کا اندازہ ہو سکے گا۔

ایک بار حضرت زینب رضی اللہ عنہا اپنے کپڑے رنگوا رہی تھیں، آپ گھر میں آئے، تو الٹے پاؤں واپس ہوگئے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اگرچہ منہ سے کچھ نہیں فرمایا تھا، تاہم حضرت زینب رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نگاہِ عتاب کو جان گئیں، اور تمام کپڑوں کے رنگ کو دھوڈالا۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک رنگین چادر اوڑھے ہوئے دیکھا تو فرمایا یہ کیا ہے؟ وہ سمجھ گئے کہ آپ نے یہ ناپسند فرمایا۔ فوراً گھر میں آئے اور

اس کو چولھے میں ڈال دیا۔

(سنن ابی داود، کتاب اللباس، باب فی الحمرة، الحدیث: ٤٠٧١، ج٤، ص٧٤)

حضرت خریم اسدی رضی اللہ عنہ ایک صحابی تھے جو نیچا تہبند باندھتے تھے اور لمبے لمبے بال رکھتے تھے، ایک روز سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: خریم اسدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کتنا اچھا آدمی تھا، اگر لمبے بال نہ رکھتا، اور نیچا تہبند نہ باندھتا، ان کو معلوم ہوا تو فوراً قینچی منگائی، اس سے بال کترے اور تہبند اونچا کرلیا۔

(سنن ابی داود، کتاب اللباس، باب ماجاء فی اسبال الازار، الحدیث: ٤٠٨٩، ج٤، ص ٨٠)

بیوی سب کو عزیز ہوتی ہے لیکن جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے تخلفِ غزوۂ تبوک کی بناء پر تمام مسلمانوں کو حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے قطع تعلق کرنے کا حکم دیا، اور آخر میں ان کو زوجہ سے علیحدگی اختیار کرنے کی ہدایت فرمائی تو بولے طلاق دیدوں یا اور کچھ؟ لیکن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قاصد نے کہا صرف علیحدگی مقصود ہے، چنانچہ انھوں نے فوراً زوجہ کو میکے میں بھیج دیا۔

(صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب حدیث کعب بن مالک .....الخ، الحدیث: ٤٤١٨، ج٣، ص١٤٨)

شادی کا معاملہ نہایت نازک ہوتا ہے، لیکن صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو اطاعت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان معاملات میں غور وفکر کرنے سے بے نیاز بنادیا تھا، حضرت ربیعہ اسلمی رضی اللہ عنہ ایک نہایت مفلس صحابی تھے۔ ایک بار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو نکاح کرنے کا مشورہ دیا اور فرمایا: جاؤ انصار کے فلاں قبیلہ میں نکاح کرلو، وہ آئے اور کہا رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجھے تمہارے یہاں فلاں لڑکی

سے نکاح کرنے کے لئے بھیجاہے، سب نے ان کا خیر مقدم کیا اور کہا کہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد ناکام نہیں جاسکتا۔ چنانچہ فوراً انھوں نے انکی شادی کروائی اور تحائف دیئے۔

(المسند لامام احمد بن حنبل، حديث ربيعة بن كعب الاسلمى رضى الله عنه، حديث:١٦٥٧٧، ج٥، ص٥٦٩)

پابندی احکامِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم

رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کے جو احکام وقتی ہوتے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم فوراً ان کی تعمیل کرتے تھے۔ اور جو دائمی ہوتے ہمیشہ اس کے پابند رہتے تھے اور اس کے خلاف کبھی ان سے کوئی حرکت صادر نہیں ہوتی تھی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانے میں عورتیں بھی شریک جماعت ہوتی تھیں۔ اس حالت میں اقتضائے کمال عفت وعصمت یہ تھا کہ ان کے لئے مسجد کا ایک دروازہ مخصوص کر دیا جائے۔ اس بنا پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک روز ارشاد فرمایا:'' لو ترکنا هذا الباب للنسآء " کاش ہم یہ دروازہ صرف عورتوں کے لئے چھوڑ دیتے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس شدت کے ساتھ اس کی پابندی کی کہ تادم مرگ اس دروازہ سے مسجد میں داخل نہیں ہوئے۔

(سنن ابی داود، کتاب الصلوة، باب التشديدفی ذالك،الحديث:٥٧١، ج١، ص٢٣٥)

ایک بار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے غسل جنابت میں ایک بال کو بھی خشک چھوڑ دیا اس پر دوزخ میں عذاب ہوگا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس پر جس شدت سے عمل کیا اس کو خود انھوں نے بیان کیا ہے۔ فَمِنْ ثَمَّ عَادَیْتُ

رَاُسِی یعنی اس دن سے میں نے اپنے سر سے دشمنی کرلی اور برابر بال ترشواتے رہے۔ حدیث میں ہے کہ یہ فقرہ انھوں نے تین بار فرمایا۔

(سنن ابی داود، کتاب الطھارۃ، باب فی الغسل من الجنابۃ، الحدیث:۲۴۹، ج۱، ص۱۱۷)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے شوہر کے علاوہ دیگر اعزہ کے سوگ کے لئے تین دن مقرر فرمائے تھے، صحابیات رضی اللہ تعالیٰ عنہن نے اس کی اس شدت سے پابندی کی جب حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھائی کا انتقال ہوگیا، تو غالبًا چوتھے دن انھوں نے خوشبو لگائی، اور کہا کہ مجھ کو خوشبو کی ضرورت نہ تھی لیکن میں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے منبر پر سنا ہے کہ کسی مسلمان عورت کو شوہر کے سوا تین دن سے زیادہ کسی کا سوگ جائز نہیں، اس لئے یہ اسی حکم کی تعمیل تھی۔''

جب حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے والد نے انتقال کیا تو انھوں نے تین روز کے بعد اپنے رخساروں پر خوشبو ملی اور کہا مجھے اسکی ضرورت نہ تھی، صرف اس حکم کی تعمیل مقصود تھی۔

(سنن ابی داود، کتاب الطلاق، باب احداد المتوفی عنھازوجھا، الحدیث:۲۲۹۹، ج۲، ص۴۲۲)

پہلے یہ دستور تھا کہ جب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سفر جہاد میں کسی منزل پر قیام فرماتے تھے تو ادھر ادھر پھیل جاتے تھے، ایک بار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ یہ تفرق وتشتت شیطان کا کام ہے۔ اس کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس کی اس شدت سے پابندی کی کہ جب بھی منزل پر اترتے تھے تو اس قدر سمٹ جاتے تھے کہ اگر ایک چادر تان لی جاتی تو سب کے سب اس کے نیچے آجاتے۔

(سنن ابی داود، کتاب الجھاد، باب مایؤمر من انضمام العسکر، الحدیث:۲۶۲۸، ج۳، ص۵۸)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تجارت کے متعلق جو احکام جاری فرمائے تھے ان میں ایک یہ تھا۔ ” لا یبیع حاضر لباد “ شہری آدمی بدویوں کا مال نہ بکوائے (یعنی اس کا دلال نہ بنے)(سنن ابی داود، کتاب الاجارۃ، باب فی النھی ان یبیع حاضر لباد، الحدیث:۳۴۴۲، ج۳، ص ۳۷۱)

ایک بار ایک بدوی کچھ مال لیکر آیا تو حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کے یہاں اترا لیکن انھوں نے کہا کہ میں خود تو تمہارا سودا نہیں بکوا سکتا، البتہ بازار میں جاؤ بائع کی تلاش کرو میں صرف مشورہ دیدونگا۔(سنن ابی داود، کتاب الاجارۃ، باب فی النھی ان یبیع حاضر لباد، الحدیث:۳۴۴۱، ج۳، ص ۳۷۱)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے سامنے مدائن کے ایک رئیس نے چاندی کے برتن میں پانی پیش کیا، انھوں نے اس کو اٹھا کر پھینک دیا، اور فرمایا کہ میں نے اس کو منع کیا تھا، یہ باز نہ آیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ممانعت فرمائی ہے۔
(سنن ابی داود، کتاب الاشربۃ، باب فی الشرب فی آنیۃ الذھب والفضۃ، الحدیث: ۳۷۲۳، ج۳، ص ۴۷۳)

رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پہلے یمن کی گورنری پر حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو روانہ فرمایا، ان کے بعد حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو بھیجا، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے تو حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے ایک مجرم کو دیکھا، حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے سواری سے اترنے کے لئے کہا لیکن انھوں نے مجرم کی طرف اشارہ کر کے پوچھا یہ کون ہے؟ بولے یہودی تھا اسلام لایا پھر مرتد ہو گیا ہے، فرمایا جب تک خدا اور رسول عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کے مطابق قتل نہ کر دیا جائیگا، میں نہ بیٹھوں گا۔ انھوں نے بیٹھنے پر اصرار کیا، لیکن ان کا

یہی جواب تھا، چنانچہ جب وہ قتل ہو چکا تو سواری سے اترے۔

(سنن ابی داود ، کتاب الحدود، باب الحکم فی من ارتد، الحدیث:٤٣٥٤، ج٤،ص١٦٩)

لیکن اس کے بعد کی روایت میں ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسکوتقریباً بیس دن تک سمجھایا، لیکن جب وہ راہ راست پر نہ آیا تو قتل کر دیا۔

(المرجع السابق،الحدیث:٤٣٥٦، ج٤،ص ١٧٠)

ایک بار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایک مجلس میں آئے ایک شخص نے اٹھ کر ان کے لئے اپنی جگہ خالی کر دی تو انھوں نے اس کی جگہ بیٹھنے سے انکار کیا اور کہا کہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔

(سنن ابی داود، کتاب الصلوة،باب فی الرجل یقوم للرجل من مجلسه،الحدیث: ٤٨٢٧، ج٤،ص٣٣٩)

ایک بار حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک سائل آیا، انھوں نے اس کو روٹی کا ایک ٹکڑا دیدیا، پھر اس کے بعد ایک خوش لباس شخص آیا تو انھوں نے اس کو بٹھا کر کھانا کھلایا۔ لوگوں نے اس تفریق پر اعتراض کیا تو بولیں رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: " انزلوا الناس مناز لهم" ہر شخص سے اس کے درجہ کے مطابق برتاؤ کرو۔

(سنن ابی داود، کتاب الادب ،باب فی تنزیل الناس منازلهم، الحدیث:٤٨٤٢، ج٤، ص٣٤٣)

ایک بار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد سے نکل رہے تھے دیکھا کہ راستے میں مرد عورتیں مل جل کر چل رہے ہیں۔ عورتوں کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا: پیچھے رہو تم وسط راہ سے نہیں گزر سکتیں۔ اس کے بعد یہ حال ہو گیا کہ عورتیں اس قدر گلی کے کنارے سے چلتی تھیں کہ ان کے کپڑے دیواروں سے الجھ جاتے تھے۔

(المرجع السابق،باب فی مشی النساء مع الرجال فی الطریق، الحدیث:٥٢٧٢، ج٤،ص ٤٧٠)

حضرت محمد بن اسلم رضی اللہ عنہ نہایت کبیرُ السّن صحابی تھے۔لیکن جب بازار سے پلٹ کر گھر آتے اور چادر اتارنے کے بعد یاد آتا کہ انھوں نے مسجد نبوی علی صاحبہ الصلوۃ والسلام میں نماز نہیں پڑھی تو کہتے کہ خدا کی قسم! میں نے مسجد رسول میں نماز نہیں پڑھی، حالانکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہم سے فرمایا تھا کہ جو شخص مدینہ میں آئے تو جب تک اس مسجد میں دو رکعت نماز نہ پڑھ لے گھر واپس نہ جائے، یہ کہہ کر چادر اٹھاتے اور مسجد نبوی علی صاحبہ الصلوۃ والسلام میں دو رکعت نماز پڑھ کے گھر واپس آتے۔

(اسد الغابة ، تذکرة محمد بن اسلم الانصاری،ج۵، ص ۸۰)

غزوہ احزاب میں سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ کفار کی خبر لائیں، لیکن ان سے چھیڑ چھاڑ نہ کریں، وہ آئے تو دیکھا کہ ابوسفیان آگ تاپ رہے ہیں، کمان میں تیر جوڑ لیا اور نشانہ لگانا چاہا، لیکن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا حکم یاد آ گیا اور رک گئے۔

(صحیح مسلم، کتاب الجهاد والسیر،باب غزوة الأحزاب،الحدیث:۱۷۸۸، ص۹۸۸)

جو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ابو رافع بن ابی الحقیق کو قتل کرنے گئے تھے ان کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے حکم دیا تھا کہ اس کے بچوں اور عورتوں کو نہ قتل کریں۔ان لوگوں نے اس شدت کے ساتھ اس حکم کی پابندی کی کہ ابن ابی الحقیق کی عورت نے باوجودیکہ اس قدر شور کیا کہ قریب تھا ان کا راز فاش ہو جاتا، لیکن ان لوگوں نے صرف آپ کے حکم کی بنا پر اس پر ہاتھ اٹھانا پسند نہ کیا۔

(المؤطا للامام مالك، کتاب الجهاد، باب النهی عن قتل النساء، والولدان فی الغزو، الحدیث:۱۰۰۲، ج۲، ص۸)

ادبِ حرمِ رسول

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے تعلق سے صحابہ کرام ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کا اس قدر ادب کرتے تھے کہ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی ایک زوجۂ محترمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے انتقال کیا تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سجدے میں گر پڑے، لوگوں نے کہا آپ اس وقت سجدہ کرتے ہیں؟ بولے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے جب قیامت کی کوئی نشانی دیکھو تو سجدہ کرلیا کرو، پھر ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کی موت سے بڑھ کر قیامت کی کون سی نشانی ہوگی۔

(سنن ابی داود، کتاب صلاۃ الاستسقاء، باب السجود عندالآیات، الحدیث:۱۱۹۷، ج۱، ص۴۴۰)

مقام سرف میں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا جنازہ اٹھایا گیا، تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی ساتھ تھے بولے کہ ''یہ میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں ان کا جنازہ اٹھاؤ تو مطلق حرکت وجنبش نہ دو۔''

(سنن النسائی، کتاب النکاح، باب ذکرامر رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم فی النکاح.....الخ، ج۳، الجزء السادس، ص۵۳)

بعض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم عزت ومحبت کی وجہ سے ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن پر اپنی جائیدادیں وقف کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو جائیداد دی تھی جو 40 ہزار دینار میں فروخت کی گئی اور ایک باغ بھی وقف کیا تھا جو چار لاکھ درہم میں فروخت کیا گیا۔

(سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب عبدالرحمن بن عوف.....الخ، الحدیث: ۳۷۷۰۔۳۷۷۱، ج۵، ص۴۱۷)

خلفاء رضی اللہ تعالیٰ عنہم ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے ادب و احترام کا اس قدر لحاظ رکھتے تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانۂ خلافت میں ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کی تعداد کے لحاظ سے نو پیالے تیار کرائے تھے، جب ان کے پاس میوہ یا اور کوئی چیز آتی تو ان پیالوں میں تمام ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کی خدمت میں بھیجتے تھے۔

(المؤطا الامام مالك ، كتاب الزكوة، باب جذية اهل الكتاب و المجوس، الحديث: ٦٣٠، ج ١، ص ٢٥٧)

۲۳ھ میں جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حج کیا تو ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو بھی نہایت ادب و احترام کے ساتھ ہمراہ لے گئے، حضرت عثمان اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما کو سواریوں کے ساتھ کر دیا تھا۔ یہ لوگ آگے آگے چلتے تھے اور کسی کو سواریوں کے قریب نہیں آنے دیتے تھے۔ ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن منزل پر اترتی تھیں، تو خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نگرانی میں قیام کرتی تھیں۔ حضرت عثمان اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما کسی کو قیام گاہ کے متصل آنے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔

(الطبقات الكبرى، تذكرة تولية عبدالرحمن الشورى و الحج، ج ٣، ص ٩٩)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کا صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر ردعمل

حالتِ تحیُّر: مسلمانوں کو جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کی اطلاع ملی تو وہ ششدر و ساکت رہ گئے، ان میں سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خیال تھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فوت نہیں ہوئے، صرف حالت بے ہوشی میں ہیں، چنانچہ انھوں نے مسجد میں خطاب کرتے ہوئے کہا:

بعض منافقین یہ خبر اڑا رہے ہیں کہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فوت ہو گئے، لیکن یہ بات بالکل غلط ہے۔ وہ حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام کی طرح اپنے رب عزوجل کے پاس گئے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی اپنی قوم میں چالیس دن موجود نہ رہے تھے اور ان کی غیر حاضری میں لوگوں نے کہنا شروع کر دیا تھا کہ وہ فوت ہو گئے، لیکن جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام واپس آ گئے اسی طرح محمد رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم واپس آئیں گے اور وہ لوگ جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کی خبر مشہور کر رہے ہیں ان کے ہاتھ پاؤں قلم کریں گے۔

انکشافِ حقیقت: اتنے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کی اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا خاموش ہو جاؤ، لیکن وہ اپنی تقریر میں منہمک رہے۔ تب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں سے کہا: جو کچھ میں کہتا ہوں اسے غور سے سنو! سب لوگ متوجہ ہوئے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا:

''اے لوگو! تم میں سے جو شخص محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی پرستش کرتا تھا وہ سن

لے کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم تو فوت ہو گئے لیکن جو شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا تو یقیناً اللہ تعالیٰ زندہ ہے اسے موت نہیں۔ اس کے بعد سورۂ آل عمران کی یہ آیت تلاوت فرمائی:

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَا۟ئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ؕ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ وَ سَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ۝ (پ ٤، ال عمران: ١٤٤)

ترجمہ کنزالایمان: اور محمد تو ایک رسول ہیں ان سے پہلے اور رسول ہو چکے تو کیا اگر وہ انتقال فرمائیں یا شہید ہوں تو تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے اور جو الٹے پاؤں پھرے گا اللہ کا کچھ نقصان نہ کرے گا اور عنقریب اللہ شکر والوں کو صلہ دے گا۔

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب یہ آیت پڑھی تو لوگ ایسے ہو گئے کہ گویا انھوں نے کبھی پہلے یہ آیت سنی ہی نہ تھی۔ اس وقت لوگوں نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس آیت کو سن کر اپنی یاد تازہ کر لی، اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اپنا بیان ہے جس وقت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان سے میں نے یہ آیت سنی مجھ کو ایسا معلوم ہوا کہ گویا میرے پاؤں کٹ گئے میں کھڑا نہ رہ سکا اسی وقت زمین پر گر پڑا اور میں نے جانا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا وصال ہو گیا۔ (مدارج النبوت، باب دوم، در ذکر وقائع...الخ، ج ٢، ص ٤٣٣، ٤٣٤)

غم والم کے بادلوں کا چھا جانا

﴿ ١ ﴾ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی صاحبزادی حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس غم والم کے موقع پر یہ الفاظ ارشاد فرمائے: ''میرے پیارے باپ نے دعوت حق کو قبول فرمایا اور فردوس بریں میں نزول فرمایا، آہ جبرائیل علیہ السلام کو آنحضور صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وآلہٖ وسلم کے انتقال کی خبر کون پہنچائے؟ الٰہی عزوجل! روح فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو روح محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس پہنچادے۔ الٰہی عزوجل! مجھے دیدار رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے مسرور کردے۔ الٰہی عزوجل! مجھے اس مصیبت کو جھیلنے کے ثواب سے بے نصیب نہ رکھنا اور روز محشر محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی شفاعت سے محروم نہ فرمانا۔''

﴿۲﴾ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی زوجہ محترمہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس سانحہ عظیم پر اپنے رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے کہا: ہائے افسوس! وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم جس نے فقر کو غنا پر، اور مسکینی کو دولت مندی پر ترجیح دی، افسوس! وہ معلم دین جو گناہ گار امت کی فکر میں کبھی پوری رات آرام سے نہ سویا، ہم سے رخصت ہوگیا۔ جس نے ہمیشہ صبر وثبات سے اپنے نفس کے ساتھ مقابلہ کیا، جس نے برائیوں پر کبھی توجہ نہ کی، جس نے نیکی اوراحسان کے دروازے کبھی ضرورت مندوں پر بند نہ کیئے، جس روشن ضمیر کے دامن پر دشمنوں کی ایذا رسانی کا گرد وغبار کبھی نہ بیٹھا۔

﴿۳﴾ حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو آخری غسل دیتے ہوئے جو تاریخی الفاظ کہے وہ ساری امت کے جذبات رنج وغم کے ترجمان ہیں۔

''میرے ماں باپ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر نثار، آپ کی موت سے وہ چیز جاتی رہی جو کسی دوسرے کی وفات سے نہ گئی تھی، یعنی غیب کی خبروں، اور وحی آسمانی کا سلسلہ منقطع ہوگیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی موت صدمہ عظیم ہے۔ اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے صبر کا حکم نہ دیا ہوتا، اور آہ وزاری سے منع نہ کیا ہوتا تو ہم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر آنسو بہا دیتے پھر بھی اس درد کا علاج اور زخم کا اندمال نہ ہوتا۔''

(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام، باب جھاز رسول صلی اللہ علیہ وسلم و دفنہ، ج۴، ص۵۵۵)

{۴} حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جس روز حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تھے، اس کی ہر چیز روشن ہوگئی تھی اور جس روز آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی وفات ہوئی ہے، اس کی ہر چیز اداس ہوگئی ہے اور بعد تدفین ابھی مٹی سے ہاتھ بھی نہ جھاڑے تھے کہ ہم نے اپنے قلوب میں تغیر پایا۔ (کیونکہ اب انھیں مرشد کامل کی صحبت کے انوار کاملہ دکھائی نہ پڑتے تھے)

(شرح العلامة الزرقانی، الفصل الاول فی اتمامه تعالیٰ .....الخ، ج۱۲، ص۱۷۶)

{۵} دربار رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے شاعر حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو مرثیہ لکھا، اس کے چند پُر درد اشعار کا ترجمہ درج ذیل ہے، جس سے ان کے رنج وغم کے گہرے اور سچے جذبات کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

''تیری نیند کے اچاٹ ہونے کا سبب اس عظیم انسان کی جدائی ہے جو ہمارا ہادی ورہنما ہے، صد افسوس! کہ وہ جو زمین پر بہترین ہستی تھی، آج زیر زمین مدفون ہے۔ اے میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم! کاش ایسا ہوتا کہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے پہلے بقیع الغرقد میں دفن ہوجاتا۔ میرے ماں باپ اس نبی کامل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر فدا ہوں جو پیر کے روز ہمیں داغ مفارقت دے گیا۔ مدینہ کی سرزمین مجھے ویران و سنسان دکھائی دیتی ہے۔ کاش! میں آج کے دن کے لیے پیدا ہی نہ ہوا ہوتا۔ اے میرے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم! کیا میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے بغیر مدینہ میں رہ سکتا ہوں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا وصال میرے لئے جام زہر سے تلخ تر ہے۔ میرے آقا! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم آپ کا پاک وجود ایسا نور تھا جس نے تمام روئے زمین کو روشن کر رکھا تھا۔ جس نے بھی اس نور سے فیض پایا اس نے ہدایت پائی۔''

''اے ہمارے رب عزوجل! ہمیں اپنے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جنت الفردوس میں اکٹھا کردے۔ خدا عزوجل کی قسم! جب تک میں زندہ رہوں گا اپنے محبوب آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لئے روتا اور تڑپتا رہوں گا۔''

(السيرة النبوية،شعرحسان بن ثابت فی مرثيته، ج ٤،ص ٥٥٨ ـ ٥٦٢)

{ ٦ } حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا، ایک دن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو یاد کر کے رونے لگیں۔ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے عرض کیا، آپ کیوں روتی ہیں؟ کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لئے خدا تعالی کے پاس (یہاں سے) بہتر نعمتیں موجود نہیں؟ انہوں نے بھی تصدیق کی، لیکن اپنے رونے کا یہ سبب بتلایا کہ وحی آسمانی کا سلسلہ منقطع ہوگیا ہے۔ اس پر ابوبکر اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی شریک گریہ وغم ہوگئے۔

(الوفا فی احوال المصطفی صلی الله علیه وسلم(مترجم)باب وصال مصطفی اور کیفیت صحابه،ص ٨١٧)

الغرض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور امت محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں سے ہر شخص آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی وفات پر سوگوار تھا اور یاس وحرمان کی تصویر بنا ہوا تھا۔

فراقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تأثرات

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خطاب سن کر جب فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یقین ہوگیا کہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہو چکا تو ایک وقت دیکھا گیا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رو رہے ہیں اور یہ کلمات عرض کر رہے ہیں:

السلام عليك يارسول الله بابى انت وامى لقد كنت تخطبنا على جذع

نخلة فلما كثر الناس اتخذت منبرًا لتسمعهم فحن الجذع لفراقك حتى جعلت يدك عليه فسكت فامتك اولى بالحنين اليك لما فارقتها بابى انت و امى يارسول الله لقد بلغ من فضيلتك عنده ان جعل طاعتك طاعته فقال عزوجل: **مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ** ج (پ۵،النساء:۸۰)

بابى انت و امى يارسول الله لقد بلغ من فضيلتك عنده ان بعثك آخر الانبياء وذكرك فى اولهم فقال عز و جل: **وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَ مِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِيْمَ وَ مُوْسٰى وَ عِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ** ص **وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا**ۙo (پ۲۱،الاحزاب:۷)

بابى انت و امى يارسول الله لقد بلغ من فضيلتك عنده ان اهل النار يودون ان يكونوا قد اطاعوك و هم بين اطباقها يعذبون؛ **يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا** o (پ۲۲،الاحزاب:٦٦)

بابى انت و امى يارسول الله لئن كان موسى بن عمران اعطاه الله حجرا تفجر منه الانهار فليس ذلك باعجب من اصابعك حين نبع منها الماء صلى الله عليك ياسيدى يارسول الله ـ

بابى انت و امى يارسول الله لئن كان عيسٰى بن مريم اعطاه الله احياء الموتى فما هذا باعجب من الشاة المسمومة حين كلمتك و هى مشوية فقالت لك الذراع لا تاكلنى فانى مسمومة ـ

بابى انت و امى يا رسول الله لقد دعا نوح على قومه فقال: **رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا**o (پ۲۹،نوح:۲٦)

ولو دعوت علینا بمثلها لهلكنا كلنا فلقد وطئ ظهرك عقبة ابن ابى معيط و انت تصلى و ادمى وجهك و كسرت رباعيتك يوم احد فابيت ان تقول الا خيرا فقلت اللهم اغفر لقومى فانهم لايعلمون

بابى انت و امى يا رسول الله لقد بلغ من تواضعك انك جالستنا و تزوجت منا واكلت معنا ولبست الصوف وركبت الدواب واردفت خلفك ووضعت طعامك على الارض تواضعا منك صلى الله عليك وسلم رضى الله عنك يا عمر يا من احببت رسول الله واحبك الله ورسوله.

ترجمہ:''یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم! آپ پر سلام ہو۔آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کھجور کے ایک تنے پر ہمیں خطبہ دیا کرتے تھے، جب لوگوں کی کثرت ہوئی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک منبر بنوایا تا کہ سب تک آواز پہنچا سکیں۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم منبر پر رونق افروز ہوئے تو تنا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی جدائی کے سبب نالہ کناں ہوا۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنا دست مبارک رکھا تو وہ سکوں پذیر ہوا۔جب کھجور کے تنے کا یہ حال ہے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی امت کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے فراق پر نالہ شوق کرنے کا زیادہ حق پہنچتا ہے۔یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم! آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر میرے ماں باپ قربان! خداعزوجل کے نزدیک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی فضیلت اس حد کو پہنچی ہوئی ہے کہ اس نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا۔

ارشاد باری عزوجل ہوا:

مَنۡ یُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰہَ ۚ (پ ۵، النساء: ۸۰)

ترجمۂ کنزالایمان: جس نے رسول کا حکم مانا بے شک اس نے اللہ کا حکم مانا۔

یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر میرے ماں باپ قربان ہوں! خداعزوجل کے نزدیک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلت یہاں تک پہنچی ہوئی ہے کہ اس نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو آخری نبی بنا کر مبعوث کیا اور ذکر میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو سب سے اول رکھا کہ ارشاد فرمایا:

وَاِذۡ اَخَذۡنَا مِنَ النَّبِیّٖنَ مِیۡثَاقَہُمۡ وَمِنۡکَ وَ مِنۡ نُّوۡحٍ وَّاِبۡرٰہِیۡمَ وَ مُوۡسٰی وَ عِیۡسَی ابۡنِ مَرۡیَمَ ۪ وَاَخَذۡنَا مِنۡہُمۡ مِّیۡثَاقًا غَلِیۡظًا ۙ﴿۷﴾ (پ ۲۱، الاحزاب: ۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اے محبوب یاد کرو جب ہم نے نبیوں سے عہد لیا اور تم سے اور نوح اور ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ بن مریم سے، اور ہم نے ان سے گاڑھا عہد لیا۔

یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر میرے ماں باپ قربان ہوں! خداعزوجل کے یہاں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی یہ فضیلت بھی ہے کہ اہل دوزخ جب طبقات جہنم میں عذاب دیئے جاتے ہوں گے اس وقت یہ آرزو کریں گے کہ کاش انھوں نے اطاعت کی ہوتی!

یَقُوۡلُوۡنَ یٰلَیۡتَنَاۤ اَطَعۡنَا اللّٰہَ وَاَطَعۡنَا الرَّسُوۡلَا ﴿۶۶﴾ (پ ۲۲، الاحزاب: ۶۶)

ترجمہ کنزالایمان: کہتے ہوں گے ہائے کسی طرح ہم نے اللہ کا حکم مانا ہوتا اور رسول کا حکم مانا ہوتا

یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر میرے ماں باپ قربان ہوں! اگر حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام کو اللہ عزوجل نے ایسا پتھر عطا کیا جس

سے نہریں پھوٹتیں، تو یہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی مبارک انگلیوں سے زیادہ عجیب نہیں جب کہ ان سے پانی کا چشمہ رواں ہوا۔

یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم! آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر میرے ماں باپ قربان ہوں! اگر حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے مردے جلانے کا اعجاز بخشا تھا تو یہ زیادہ عجیب نہیں اس زہر آلود بکری سے، جس نے بھنی ہوئی ہو کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے کلام کیا اس بکری کی دستی نے عرض کیا: ''مجھے نہ کھائیں کیوں کہ میں زہر آلود ہوں۔''

یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم! آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر میرے ماں باپ فدا! بے شک حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کے خلاف دعا فرمائی تو عرض کیا:

رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ○ (پ۲۹،نوح:۲۶)

ترجمہ کنزالایمان: اے میرے رب زمین پر کافروں میں سے کوئی بسنے والا نہ چھوڑ۔

اگر کہیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم بھی ہم پر ایسی دعائے ضرر کر دیتے تو یقیناً ہم سارے کے سارے ہلاک ہوجاتے۔ بے شک عقبہ بن ابی معیط نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی پشت مبارک پر بوجھ ڈالا جبکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم حالت نماز میں تھے۔ جنگ احد کے دن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا چہرہ پاک زخمی وخونریز کیا گیا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے دندان مبارک شہید کئے گئے پھر بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے خیر کے سوا کچھ کہنا گوارا نہ کیا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے عرض کیا خدایا عزوجل! میری قوم کو معاف فرما کہ وہ مجھے جانتی نہیں۔

یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم! آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر میرے ماں باپ قربان! آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا تواضع وانکسار اس حد کو پہنچا ہوا تھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وآلہ وسلم نے ہماری ہم نشینی اختیار کی، ہم میں نکاح کیا، ہمارے ساتھ کھانا تناول فرمایا، بھیڑ کے بالوں (اون) کا کپڑا پہنا، جانوروں کی سواری کی، کسی کو اپنے پیچھے بھی سوار کرنا پسند کرلیا، اور اپنا کھانا زمین پر رکھنا گوارا کیا، یہ سب کچھ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا تواضع تھا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم!

اللہ عزوجل تجھ سے راضی ہوا اے عمر! اے وہ جس نے اللہ عزوجل کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کی، اور اے وہ! جس سے خود اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے محبت رکھی۔

غمِ ہجر: حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے بڑی محبت تھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا جب وصال ہو گیا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ کی گلیوں میں یہ کہتے پھرتے تھے کہ لوگو! تم نے کہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ہے تو مجھے بھی دکھا دو یا مجھے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا پتا بتا دو۔ پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس غم ہجر میں مدینے کو چھوڑ کر ملک شام کے شہر حلب میں چلے گئے۔ ایک سال کے بعد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ اے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ! تم نے ہم سے ملنا کیوں چھوڑا؟ کیا تمھارا دل ہم سے ملنے کو نہیں چاہتا؟

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ خواب دیکھ کر، لبیک یا سیدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! اے آقا! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم غلام حاضر ہے، کہتے ہوئے اٹھے اور اسی وقت رات ہی کو اونٹنی پر سوار ہو کر مدینے کو چل پڑے۔ رات دن برابر چل کر مدینہ منورہ میں داخل

ہوئے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ پہلے سیدھے مسجد نبوی (علی صاحبہ الصلوۃ والسلام) پہنچے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو ڈھونڈا، مگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو نہ دیکھا، پھر حجروں میں تلاش کیا جب وہاں بھی نہ ملے تب مزار انور پر حاضر ہوئے اور رو کر عرض کیا: یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم حلب سے غلام کو یہ فرما کر بلایا کہ ہم سے مل جاؤ اور جب بلال زیارت کے لئے حاضر ہوا تب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پردہ میں چھپ گئے۔ یہ کہہ کر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بے ہوش ہو کر قبر انور کے پاس گر گئے، بہت دیر میں جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہوش آیا تو لوگ قبر انور سے اٹھا کر باہر لائے۔

اس عرصہ میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آنے کا سارے مدینہ میں غل ہوا کہ آج رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے مؤذن بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے ہیں۔ سب نے مل کر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے درخواست کی اللہ عزوجل کے لئے ایک دفعہ وہ اذان سنا دو جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو سناتے تھے۔ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمانے لگے، دوستو! یہ بات میری طاقت سے باہر ہے کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی حیات ظاہری میں اذان دیتا تھا تو جس وقت اشهدان محمدا رسول الله کہتا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو سامنے آنکھوں سے دیکھ لیتا تھا۔ اب بتاؤ کہ کسے دیکھوں گا؟ مجھے اس خدمت سے معاف رکھو۔ ہر چند لوگوں نے اصرار کیا مگر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انکار ہی کیا۔

بعض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی یہ رائے ہوئی کہ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی کا کہنا نہیں مانیں گے تم کسی کو بھیج کر حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما کو بلالو، اگر وہ آ کر بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اذان کی فرمائش کریں گے تو بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ ضرور مان جائیں گے،

کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے اہل بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عشق ہے۔ یہ سنکر ایک صاحب جا کر حضرت حسن اور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بلا لائے۔ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آ کر بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ اے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ! آج ہمیں بھی وہی اذان سنا دو جو ہمارے نانا جان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو سنایا کرتے تھے۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گود میں اٹھا کر کہا۔ تم میرے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے جگر پارہ ہو، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے باغ کے پھول ہو، جو کچھ تم کہو گے منظور کروں گا، تمہیں رنجیدہ نہ کروں گا کہ اس طرح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو مزار مبارک میں رنج پہنچے گا اور پھر فرمایا: حسین! رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجھے لے چلو جہاں کہو گے اذان کہہ دوں گا۔

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر آپ کو مسجد کی چھت پر کھڑا کر دیا۔ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اذان کہنا شروع کی الله اکبر! الله اکبر! مدینہ منورہ میں یہ وقت عجب غم اور صدمہ کا وقت تھا۔ آج مہینوں کے بعد اذانِ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آواز سنکر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی دنیوی حیات مبارک کا سماں بندھ گیا۔ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اذان سنکر مدینہ منورہ کے بازار وگلی کوچوں سے لوگ آن کر مسجد میں جمع ہوئے ہر ایک شخص گھر سے نکل آیا۔ پردہ والی عورتیں باہر آگئیں اپنے بچوں کو ساتھ لائیں۔ جس وقت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اشھد ان محمدا رسول الله منہ سے نکالا ہزارہا چیخیں ایک دم نکلیں اس وقت رونے کا کوئی ٹھکانا نہ تھا۔ عورتیں روتی رہیں بچے اپنی ماؤں سے پوچھتے تھے کہ تم بتاؤ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ مؤذنِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم تو آ گئے۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم مدینہ

کب تشریف لائیں گے۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب اشھد ان محمدا رسول اللہ منہ سے نکالا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو آنکھوں سے نہ دیکھا تو غم ہجر میں بے ہوش ہو کر گر گئے اور بہت دیر کے بعد ہوش میں آ کر اٹھے اور روتے رہے۔ پھر ملک شام چلے گئے۔

(مدارج النبوت، باب دھم، درذکر مؤذنین...الخ، ج۲، ص۵۸۳)

روضہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں ایک عورت حاضر ہوئیں اور آ کر عرض کیا کہ مجھے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت کرادو، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حجرہ شریفہ کھولا، انھوں نے زیارت کی اور زیارت کرکے روتی رہیں اور روتے روتے انتقال فرما گئیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وارضاھا عنا۔

(الشفاء للقاضی عیاض، کتاب فی لزوم محبتہ علیہ السلام، فصل فیماروی.....الخ، ج۲، ص۴۴)

رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی نظر میں

رسول خدا عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم لوگوں میں سب سے زیادہ باوقار تھے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ہر ادا پروقار تھی۔ (حضرت خارجہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خاموشی، حلم اور قوت، تفکر اور تدبر کی آئینہ دار تھی۔ (حضرت ابن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

رسول خدا عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے کلام میں ترتیل وترسیل کی صفت تھی یعنی ٹھہر ٹھہر کر گفتگو فرماتے تھے۔ (حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

رسول خدا عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پردہ نشین کنواری لڑکیوں سے زیادہ باحیا تھے جب آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کسی چیز سے کراہت فرماتے تو ہم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ انور سے پہچان لیتے۔(حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حیا کی وجہ سے کسی کے چہرے پر نظریں جما کر بات نہ کرتے تھے۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مکروہ باتوں کا ذکر اشارے کنائے میں فرما دیتے۔(حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے خوش کلامی فرماتے، ان میں مل جل کر بیٹھتے، اوران کے بچوں کو گود میں بٹھاتے اور پیار کرتے۔(حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مصافحہ فرماتے، اور جوکوئی حاضر خدمت ہوتا اس کی عزت کرتے۔(حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاجت مند بن کر حاضر ہوتے، شکم سیر ہوکر رخصت ہوتے، اور فقیہ بن کر نکلتے۔

(حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

زمانہ جاہلیت میں بھی لوگ آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اپنے مقدمات فیصلے کے لئے لے جاتے۔(حضرت ربیع ابن خُثَیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

(نسیم الریاض، القسم الاول، فصل واما عدله، ج ۲، ص ۳۷۸)

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایسے حال میں وصال فرمایا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اہل خانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے کبھی جو سے

پیٹ نہ بھرا تھا۔(حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

ہم آل محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم و رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا یہ حال تھا کہ ایک ایک مہینہ گھر میں آگ تک روشن نہ ہوتی تھی، صرف کھجور اور پانی پر گزارا ہوتا تھا۔

(حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا)

(شمائل الترمذی، باب ماجاء فی عیش النبی ،الحدیث: ۳۷۱، ج۵، ص۵۷۳)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اتنی عبادت فرمایا کرتے تھے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے پائے مبارک متورم ہوجاتے۔(حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

(صحیح البخاری، کتاب التہجد، باب قیام النبی حتی ترم قدماہ، الحدیث: ۱۱۳۰، ج۱، ص۳۸۴)

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے عرض کیا گیا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اتنی نماز کیوں پڑھا کرتے ہیں؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: کیا میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔(حضرت ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) (المرجع السابق)

ایک دفعہ میں حاضر خدمت ہوا۔آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نماز پڑھ رہے تھے اور آپ کے سینہ مبارک سے ایسی آواز آرہی تھی جیسے ہنڈیا پک رہی ہو۔

(حضرت عبداللہ بن شخّیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں میں سے بہترین شخص کو منتخب کیا جو سب سے زیادہ عالی نسب، راست گفتار اور شریف النفس تھا اور وہ تمام عالم کا انتخاب تھا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم۔

(حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نہ فحش گو تھے، نہ لعنت کرنے والے تھے اور نہ گالی دینے والے تھے۔(حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم بیمار کی عیادت کرتے، جنازے کے ساتھ چلتے، اگر کوئی غلام دعوت کرتا تو اسے قبول فرماتے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سب لوگوں سے بہتر، سب سے زیادہ سخی اور سب سے زیادہ شجاع تھے۔

(حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی تواضع وانکساری دیکھ کر مجھے یقین ہوگیا کہ آپ پیغمبر ہیں بادشاہ نہیں۔ (حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم تمام لوگوں سے زیادہ سخی اور فیاض تھے، اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی سخاوت کا ظہور رمضان مبارک میں سب سے زیادہ ہوتا تھا۔

(حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے (رحلت کے وقت) نہ کوئی دینار چھوڑا نہ کوئی درہم، نہ بکری نہ اونٹ۔ (حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا)

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ترکہ میں سوائے ہتھیاروں اور ایک خچر کے کچھ نہ چھوڑا۔ (حضرت عمر بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

میں نے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو ایک ایسا شخص پایا جو نیکیوں کے کرنے کا اور شر سے بچنے کا حکم دیتا ہے۔ (حضرت انیس (برادر ابوذر غفاری) رضی اللہ تعالیٰ عنہما)

جب گھمسان کا رن پڑتا اور لڑنے والوں کی آنکھوں میں خون اتر آتا، اس وقت ہم نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی اوٹ لیا کرتے تھے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ہم سب سے آگے دشمن کی جانب ہوا کرتے تھے۔ (حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

(نسیم الریاض، القسم الاول، فصل واما الشجاعۃ...الخ، ج ۲، ص ۳۰۱)

جو آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو اول نظر دیکھ لیتا، مرعوب ہو جاتا اور جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی مجالس میں بیٹھتا اس کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے محبت ہو جاتی۔ اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا مدح خواں یہ کہہ دے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم جیسا نہ کبھی پہلے دیکھا اور نہ آئندہ دیکھنے کی امید ہے تو کچھ مبالغہ نہیں۔

(حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

عقلمندوں پر واضح ہو چکا ہے کہ جناب محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نہ شاعر ہیں نہ جادوگر، ان کا کلام رب العٰلمین عزوجل کی وحی ہے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی اطاعت ہر شخص پر واجب ہے۔ (حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

وہ ہر خوبی سے آراستہ ہیں، ہر خلق کریم سے ممتاز ہیں، طمانیت ان کا لباس، نیکی ان کا شعار ہے۔ ان کا ضمیر تقویٰ ہے، ان کا کلام حکمت ہے، صدق ووفا ان کی فطرت ہے، عفوو احسان ان کی عادت ہے، عدل ان کی سیرت ہے، سچائی ان کی شریعت ہے ہدایت ان کی رہنما ہے، مذہب ان کا اسلام ہے اور احمد ان کا نام ہے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم۔

(صحابی رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

بارگاہ رسالت میں صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا خراج عقیدت

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

لــمـــا رأيــت نبيــنـا متـجـدلا ضــاقـت عــلـى بعرضهن الدور

فــارتـــاع قــلبـى عند ذاك لهلكـه و الـعـظـم مـنـى ما حييت كسير

يـاليتـنـى مـن قبـل مهلك صاحبى غيبت فى جدث على صخور

(شرح العلامة الزرقانی،المقصد العاشر،الفصل الاول فی اتمامه ...الخ،ج۱۲،ص۱۵۱)

ترجمہ: ﴿ ۱ ﴾ جب میں نے اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو وفات یافتہ دیکھا تو مکانات اپنی وسعت کے باوجود مجھ پر تنگ ہوگئے۔

﴿ ۲ ﴾ اس وقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی وفات سے میرا دل لرز اٹھا اور زندگی بھر میری ہڈی شکستہ رہے گی۔

﴿ ۳ ﴾ کاش! میں اپنے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے انتقال سے پہلے قبر میں دفن کردیا گیا ہوتا اور مجھ پر پتھر ہوتے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

وقـد بدأنا فكذ بنا فقال لنا صدق الحديث نبى عنده الخبر

وقـد ظلمت ابنة الخطاب ثم هد ىٰ ربى عشية قالوا قد صبا عمر

لما دعت ربها ذاالعرش جاهدة والـدمـع مـن عينها عجلان يبتدر

فـقـلـت اشهد ان الله خالقنا وأن احـمـد فيـنـا اليوم مشتهر

نبى صدق اتىٰ بالحجة من ثقة وافـى الاما نة مافى وعده خور

(سیرت ابن اسحاق، ج۲،ص۱۵۳)

ترجمہ: ﴿ ۱ ﴾ اور ہم پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے آغاز تبلیغ کی جس کی ہم نے

تکذیب کی تو خبر رکھنے والے نبی نے ہم سے سچی بات کہی۔

﴿۲﴾ میں نے بنت خطاب پر زیادتی کی پھر میرے رب عزوجل نے اس شام کو مجھے ہدایت دی جب لوگوں نے کہا کہ عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) آبائی دین سے نکل گیا ہے۔

﴿۳﴾ اور پھر جب اس نے دل سوزی سے اپنے رب عزوجل کو پکارا اور اسکی آنکھوں سے آنسو بڑی تیزی سے رواں تھے۔

﴿۴﴾ تو میں نے کہا کہ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ عزوجل ہمارا خالق ہے اور احمد مجتبیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آج ہمارے درمیان مشہور و متعارف ہیں۔

﴿۵﴾ کہ وہ سچے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں جو مستند دلیل و برہان لائے اور وہ امانت دار ہیں ان کے وعدے کمزور نہیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

رسول عظيم الشان يتلو كتابه　　　له كل من يبغى التلاوة وامق

محب عليه كل يوم حلاوة　　　وان قال قولا فالذى قال صادق

(سیرت ابن اسحاق، ج۲، ص۱۵۹)

ترجمہ: ﴿۱﴾ وہ عظیم المرتبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنی اس کتاب کی تلاوت فرماتے ہیں کہ ہر پڑھنے والا اس کا عاشق ہو جائے۔

﴿۲﴾ وہ محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں ان پر ہر روز حلاوت و تازگی ہے اور اگر کوئی بات کہیں تو یقیناً وہ سچی ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم

وکان رسول الله ارسل بالعدل　　فامسی رسول الله قد عز نصره

مبینة آیاته لذوی العقل　　فجاء بفرقان من الله منزل

فامسوا بحمدالله مجتمعی الشمل　　فآمن اقوام بذاك ایقنوا

فزادهم ذوالعرش خبلا علی خبل　　وانكر اقوام فزاغت قلوبهم

(السیرة النبویة لابن هشام، ماقیل من الشعر فی یوم بدر، ج۳، ص۱۲)

ترجمہ: ﴿۱﴾ یوم بدر رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خوب تائید ونصرت ہوئی، اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم عدل وانصاف کے ساتھ مبعوث کئے گئے۔

﴿۲﴾ وہ اللہ عزوجل کی طرف سے نازل کردہ فرقان حمید لیکر آئے جس کی آیات ارباب دانش کیلئے روشن وواضح ہیں۔

﴿۳﴾ تو اس پر بہت سے لوگ ایمان لائے اور اس کا یقین کیا جس کی وجہ سے وہ بحمدہ تعالیٰ مربوط ومنظّم ہوگئے۔

﴿۴﴾ اور کچھ لوگ اس سے منکر ہوئے تو ان کے دلوں میں کجی آگئی اور رب عرش عزوجل نے بھی ان کی تباہیوں میں اضافہ کردیا۔

حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

الی الاسلام والدین الحنیف　　حمدت الله حین هدیٰ فؤادی

خبیر بالعباد بهم لطیف　　لدین جاء من رب عزیز

تحدر دمع ذی اللب الحصیف　　اذا تلیت رسائله علینا

فلا تغشوه بالقول العنیف　　واحمد مصطفی فینا مطاع

فلا والله نسلمه لقوم ولما نقض فيهم بالسيوف

(سیرت ابن اسحاق، ج۲، ص۱۵۳)

ترجمہ: ﴿۱﴾ میں نے خداعزوجل کی حمد کی جب اس نے اسلام اور دین حنیف کی راہ دکھائی۔

﴿۲﴾ وہ دین جو بندوں پر لطف فرمانے والے اور انکی خبر رکھنے والے رب عزیز کا ہے۔

﴿۳﴾ جب اس کے پیغام ہمیں سنائے گئے تو دور اندیش و عقل والوں کے آنسو رواں ہو گئے۔

﴿۴﴾ احمد مصطفٰے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہمارے درمیان فرمانروا ہیں تو ان کے حضور سخت کلامی سے نہ پیش آؤ۔

﴿۵﴾ خداعزوجل کی قسم! ہم انھیں مخالفین کے سپرد نہیں کریں گے ابھی تو ہم نے انکے درمیان تلواروں کا فیصلہ بھی جاری نہ کیا۔

حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

واحسن منك لم ترقط عينى و اجمل منك لم تلد النساء

خلقت مبرأ من كل عيب كانك قد خلقت كما تشاء

ترجمہ: ﴿۱﴾ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ حسین نہ کبھی میری آنکھوں نے دیکھا اور نہ ہی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ خوبصورت کسی ماں نے جنا۔

﴿۲﴾ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہر عیب سے پاک پیدا فرمائے گئے گویا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تخلیق آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خواہش کے مطابق ہوئی۔

وشق له من اسمه كى يجله فذوالعرش محمود و هذا محمد

نبى اتانا بعد ياس و فترة من الرسل والاوثان فى الارض تعبد

فامسیٰ سراجاً مستنیراً وھادیا　　یلوح کما لاح الصقیل المھند
وانذرنا نارا و بشر جنة　　وعلمنا الاسلام فالله نحمد

ترجمہ: ﴿۱﴾ اس نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اجلال واکرام کے لئے اپنے نام سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نام مشتق کیا تو رب عرش عزوجل محمود ہے اور یہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

﴿۲﴾ یہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بڑی ناامیدی اور رسولوں علیہم السلام کے ایک طویل وقفہ کے بعد ہمارے پاس تشریف لائے جبکہ زمین پر بتوں کی پرستش ہورہی تھی۔

﴿۳﴾ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم روشن چراغ اور ہادی ورہبر بن کر اس طرح چمکے جیسے صیقل کردہ ہندی تلوار چمکتی ہے۔

﴿۴﴾ ہمیں جہنم کا ڈر سنایا اور جنت کی بشارت دی اور ہمیں اسلام کی تعلیم دی تو ہم خداعزوجل ہی کی حمد بیان کرتے ہیں۔

ھجوت محمدًا واجبت عنه　　وعند الله فی ذاك الجزاء
اتھجوه ولست له بکفء　　فشر کما لخیرکما الفداء
ھجوت مبارکا برا حنیفا　　امین الله شیمته الوفاء
امن یھجو رسول الله منکم　　و یمدحه و ینصره سواء
فان ابی و والده وعرضی　　لعرض محمد منکم وقاء

(السیرة النبویة لابن ھشام،شعر حسان فی فتح مکة،ج٤،ص٣٥٩)

ترجمہ: ﴿۱﴾ تونے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ہجو کی تو میں نے ان کی طرف سے تمہیں جواب دیا اور خداعزوجل کے یہاں اس میں اجروثواب ہے۔

﴿ ۲ ﴾ تو ان کی ہجو کرتا ہے جبکہ تو ان کے برابر نہیں تم میں کا برا (یعنی تو) بھلے پر (یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر) قربان ہو۔

﴿ ۳ ﴾ تو نے ایسے کو برا کہا جو مبارک، پاکباز، حنیف، خدا عزوجل کے امین ہیں جنکی خصلت وفاداری ہے۔

﴿ ۴ ﴾ کیا تم میں کا جو رسول خدا عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ہجو کرے اور جو انکی مدح وستائش اوران کی حمایت کرے دونوں برابر ہیں؟

﴿ ۵ ﴾ میرے باپ دادا، میری عزت وآبرو محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عزت وحرمت کے لئے ڈھال ہے۔

و هل عدلت یوما رزیة هالك رزیة یوم مات فیه محمد
فبورکت یا قبر الرسول و بورکت بلاد ثوی فیها الرشید المسدد
وما فقد الماضون مثل محمد ولا مثله حتی القیامة یفقد
ولیس هو ای نازعا عن ثنائه لعلی به فی جنة الخلد اخلد
مع المصطفی ارجو بذاك جواره وفی نیل ذاك الیوم اسعی و اجهد

(السيرة البنوية لابن هشام،شعرحسان بن ثابت فی مرثيته،ج ٤،ص ٥٥٩ـ ٥٦١)

ترجمہ: ﴿ ۱ ﴾ کیا کسی مرنے والے کی مصیبت کا دن اس دن کے برابر ہے جسمیں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا انتقال ہوا۔

﴿ ۲ ﴾ تجھے مبارکباد ہے اے قبر رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! اوراس شہر کو بھی جس میں ہدایت ودرستی والے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آسودہ خاک ہیں۔

﴿ ۳ ﴾ نہ زمانۂ ماضی والوں کو محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جیسے (عظیم وجلیل) کی وفات کا

صدمہ ہوا نہ قیامت تک کسی کو ایسا صدمہ ہوگا۔

﴿۴﴾ میرا دل انکی نعت سے باز رہنے والا نہیں شاید اسی کے صدقے مجھے جنۃ الخلد میں دوام نصیب ہو۔

﴿۵﴾ اسی کے سبب تو میں محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے قرب کا امیدوار ہوں اور وہی دن پانے کے لئے میں کوشش ومحنت کررہا ہوں۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

روحی الفداء لمن اخلاقه شهدت　　بانه خير مولود من البشر

عمت فضائله كل العباد كما　　عم البرية ضوء الشمس و القمر

انى تفرست فيك الخير اعرفه　　والله يعلم عن ماخاننى البصر

انت النبى فمن يحرم شفاعته　　يوم الحساب فقد ازرى به القدر

فثبت الله مااتاك من حسن　　تثبيت موسىٰ و نصرا كالذى نصر

(وسيلة الاسلام، ج۱، ص۸۷۔الطبقات الكبرىٰ لابن سعد، ج۳، ص۴۰۰)

ترجمہ: ﴿۱﴾ میری روح اس پر قربان جس کے اخلاق اس بات کے گواہ ہیں کہ وہ خیر البشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ہے۔

﴿۲﴾ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے احسانات سارے بندوں پر عام ہیں جیسے آفتاب وماہتاب کی روشنی ساری مخلوق کو عام ہے۔

﴿۳﴾ میں نے غور کر کے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے اندر بھلائی دیکھ لی جسے میں پہچانتا ہوں اور خدا عزوجل جانتا ہے کہ میری آنکھوں نے مجھ سے خیانت نہیں کی۔

﴿۴﴾ آپ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں جو شخص بروز قیامت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم

کی شفاعت سے محروم ہوا اسے قسمت نے ذلیل ورسوا کر دیا۔

﴿ ۵ ﴾ اللہ عزوجل نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو جو بھلائی دی اسے قائم رکھے جیسے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہوا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی مدد کرے جیسے ان کی مدد ہوئی۔

حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نبئت ان رسول الله اوعدنی　　　والعفو عند رسول الله مأمول

فقد اتيت رسول الله معتذرا　　　والعذر عند رسول الله مقبول

ان الرسول لنور يستضاء به　　　مهند من سيوف الله مسلول

(السيرة البنوية لابن هشام، امر كعب بن زهير، ج٤، ص٤٣٣، ٤٣٥)

ترجمہ: ﴿ ۱ ﴾ مجھے خبر دی گئی کہ رسول خدا عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے میرے قتل کی وعید فرمائی ہے۔ اور رسول خدا عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے یہاں تو (مجھے) عفوودرگزر کی ہی امید ہے۔

﴿ ۲ ﴾ تو میں رسول خدا عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے یہاں معذرت کے ساتھ حاضر ہو گیا ہوں اور معذرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں مقبول ہے۔

﴿ ۳ ﴾ بیشک رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایسے نور ہیں جس سے روشنی حاصل کی جاتی ہے اور وہ خدا عزوجل کی تلواروں میں سے ایک بے نیام ہندی تلوار ہیں۔

حضرت عباس بن مرداس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

يا خاتم النبآء انك مرسل　　　بالحق كل هدى السبيل هدا كا

ان الاله بنى عليك محبة　　　فى خلقه و محمدا سما كا

(السيرة النبوية لابن هشام، غزوة حنين فى سنة ثمان بعد الفتح، شعر اخر لعباس بن مرداس، ج٤، ص٣٩٠)

ترجمہ: ﴿ ۱ ﴾ اے خاتم الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حق کے ساتھ مبعوث ہوئے۔ راہ حق کی ہدایت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہی کی ہدایت ہے۔

﴿ ۲ ﴾ اللہ عزوجل نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اوپر اپنی مخلوق میں محبت کی بنیاد رکھی اور آپ کا نام محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم رکھا۔

حضرت مالک بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ما ان رایت ولا سمعت بمثله   فی الناس کلهم بمثل محمد
اوفی و اعطی للجزیل اذا اجتدیٰ   ومتی تشاء یخبرك عما فی غد

(المقتفی فی سیرت المصطفی، ج ۱، ص ٤ ۲ ۱)

ترجمہ: ﴿ ۱ ﴾ سارے انسانوں میں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جیسا کسی کو نہ دیکھا اور نہ سنا۔

﴿ ۲ ﴾ جب ان سے مانگا جائے تو خوب دینے والے ہیں اور تم جب چاہو وہ تمھیں آئندہ کی خبر دے دیں۔

حضرت ابوسفیان بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ

لقد عظمت مصیبتنا وجلت   عشیة قیل قد قبض الرسول
فقد ناالوحی والتنزیل فینا   یروح به و یغدو جبرئیل
نبی کان یجلو الشك عنا   بما یوحی الیه وما یقول
ویهدینا فلانخشی ضلالاً   علینا والرسول لنا دلیل
أ فاطم! ان جزعت فذاك عذر   وان لم تجزعی ذاك السبیل
فقبر ابیك سید کل قبر   وفیه سید الناس الرسول

(روض الانف مع سیرت ابن هشام(مترجم)، ج ٤، ص ٦٨١)

ترجمہ: ﴿۱﴾ اس شام ہم پر بڑی مصیبت آئی جب کہا گیا کہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم وفات پاگئے۔

﴿۲﴾ وحی وتنزیل جسے جبریل علیہ السلام صبح وشام لاتے تھے ہم اس سے محروم ہوگئے۔

﴿۳﴾ وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خداعزوجل کی وحی اور اپنے اقوال کے ذریعے ہمارے شکوک دور فرماتے تھے۔

﴿۴﴾ اور ہماری رہبری کرتے تھے تو ہمیں اپنے اوپر گمراہی کا خوف نہ ہوتا جب کہ خود رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہمارے رہبر ورہنما ہیں۔

﴿۵﴾ اے فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا! آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روئیں تو معذور ہیں اور نہ روئیں تو یہ بھی بہتر راہ ہے۔

﴿۶﴾ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے والد گرامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی قبر ہر قبر کی سردار ہے اور اس میں تمام لوگوں کے سردار رسول باوقار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آرام فرما ہیں۔

اعرابی

یا خیر من دفنت بالقاع اعظمه   فطاب من طیبهن القاع والاکم

نفسی الفداء بقبر انت ساکنه   فیه العفاف وفیه الجود والکرم

ترجمہ: ﴿۱﴾ اے سب سے بہتر ان میں جن کی ہڈیاں زمین میں دفن ہوئیں تو انکی خوشبو سے چٹیل میدان اور ٹیلے خوشبودار ہوگئے اور مہک اٹھے۔

﴿۲﴾ میری جان قربان ہو اس قبر پر جس میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آرام فرما ہیں کہ اسی میں عفت وپاک دامنی اور جودوکرم ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

فلو سمعوا فی مصر اوصاف خده   لما بذلوا فی سوم یوسف من نقد

لواحی زلیخا لورأین جبینه   لاثرن بالقطع القلوب علی الایدی

(شرح العلامة الزرقانی، عائشة ام المؤمنین، ج٤، ص ٣٩٠)

ترجمہ: ﴿۱﴾ اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے رخسار مبارک کے اوصاف اہل مصر سن پاتے تو جناب یوسف علیہ السلام کی قیمت لگانے میں سیم وزر نہ بہاتے۔

﴿۲﴾ اگر زلیخا کو ملامت کرنے والی عورتیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی جبین انور دیکھ پاتیں تو ہاتھوں کے بجائے اپنے دل کاٹنے کو ترجیح دیتیں۔

حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ماذا علیٰ من شم تربة احمد   ان لایشم مدی الزمان غوالیا

صبت علی مصائب لو انّها   صبت علی الایام صرن لیا لیاً

(الوفا باحوال المصطفی صلی الله تعالیٰ علیه وآلہٖ وسلم (مترجم)، باب ٤٠، بعدازوصال حضرت فاطمہ رضی الله عنها کی کیفیت، ص ٨٣١)

ترجمہ: ﴿۱﴾ جس نے قبر رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خاک سونگھ لی اگر وہ زمانے بھر گراں قیمت عطروں اور خوشبوؤں کو نہ سونگھے تو کوئی نقصان کی بات نہیں (یعنی اسے وہی خوشبو کافی ہے اور کسی خوشبو کی اب اسے کوئی ضرورت نہیں۔)

﴿۲﴾ مجھ پر ایسے مصائب ٹوٹے کہ اگر وہ دنوں پر ٹوٹتے تو وہ راتیں بن جاتے۔

حضرت صفیہ بنت عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہا

الا یارسول اللہ کنت رجاء نا وکنت بنا براً ولم تك جافیا
وکنت رحیما ھادیا ومعلما لیبك علیك الیوم من کان باکیا
فدی لرسول اللہ امی وخالتی وعمی وآبائی ونفسی ومالیاً

(حجۃ اللہ علی العلمین، قسم الرابع، الباب الاول، ص ۵۱۰)

ترجمہ: ﴿۱﴾ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ! آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہماری امید اور ہمارے ساتھ اچھا سلوک کرنے والے تھے بدسلوکی والے نہ تھے۔

﴿۲﴾ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مہربان، راہنما، اور معلم تھے، رونے والے کو چاہیے کہ آج آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر روئے۔

﴿۳﴾ میری ماں، میری خالہ، میرے چچا، میرے آباء واجداد، میری جان ومال سب کچھ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر قربان ہوں۔

بناتِ مدینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع
وجب الشکر علینا ما دعا للہ داع
ایھا المبعوث فینا جِئت بالامر المُطاع

(الوفاء الوفا، الفصل الحادی عشر، ج۱، ص۲۶۲)

ترجمہ: ﴿۱﴾ وداع کی گھاٹیوں سے بدر کامل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم طلوع ہوا۔

﴿۲﴾ ہم پر شکر بجالانا واجب ہوا جب تک خدا عزوجل کے لئے کوئی دعوت دینے والا دعوت دیتا رہے۔

﴿۳﴾ اے ہمارے درمیان مبعوث ہونے والے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم وہ حکم لیکر تشریف لائے جس کی اطاعت کی جائے۔

ماخذومراجع

نمبر شمار	نام کتاب	مطبوعہ
١	التفسير الكبير	داراحياء التراث العربى بيروت
٢	الدرالمنثور	دارالفكربيروت
٣	صحيح البخارى	دارالكتب العلمية بيروت
٤	صحيح مسلم	دارابن حزم بيروت
٥	سنن ابى داود	داراحياء التراث العربى بيروت
٦	سنن الترمذى	دارالفكربيروت
٧	سنن النسائى	دارالجيل بيروت
٨	سنن ابن ماجه	دارالمعرفة بيروت
٩	المسند للامام احمد بن حنبل	دارالفكر بيروت
١٠	المؤطا للامام مالك	دارالمعرفة بيروت
١١	مشكاة المصابيح	دارالفكر بيروت
١٢	حلية الاولياء	دارالكتب العلمية بيروت
١٣	فتح البارى شرح صحيح البخارى	دارالكتب العلمية بيروت
١٤	اشعة اللمعات شرح مشكاة المصابيح	المكتبة الرشيدية كوئٹه
١٥	شرح العلامة الزرقانى على المواهب	دارالكتب العلمية بيروت
١٦	الوفا باحوال المصطفٰى	حامد اينڈ كمپنى لاهور
١٧	شواهد النبوة (فارسى)	مكتبة الحقيقة تركى
١٨	السيرة النبوية لابن هشام	دارالمعرفة بيروت

١٩	الطبقات الكبرى لابن سعد	دارالكتب العلمية بيروت
٢٠	الاستيعاب فى معرفة الاصحاب	دارالكتب العلمية بيروت
٢١	الاصابة فى تمييز الصحابة	دارالكتب العلمية بيروت
٢٢	اسد الغابة	داراحياء التراث العربى بيروت
٢٣	الخصائص الكبرى	دارالكتب العلمية بيروت
٢٤	وفاء الوفا باخبار دار المصطفى	داراحياء التراث العربى بيروت
٢٥	مدارج النبوة	دارالكتب العلمية بيروت
٢٦	روض الانف (مترجم)	ضياء القرآن لاهور
٢٧	المواهب اللدنية للقسطلانى	مركز اهلسنت بركات رضا
٢٨	دلائل النبوة لابى نعيم (مترجم)	ضياء القرآن لاهور
٢٩	الادب المفرد	دارالحديث ملتان
٣٠	شرح الشفاء مع شرحه للملا على القارى	دارالكتب العلمية بيروت
٣١	المقتفى فى سيرة المصطفى	دار الحديث قاهره
٣٢	سيرت ابن اسحاق	معهد الد راسات والابحاث للتعريب بيروت
٣٣	وسيلة الاسلام	دارالعرب اسلامى بيروت

مجلس المدینۃ العلمیۃ کی طرف سے پیش کردہ قابلِ مطالعہ کتب

﴿شعبہ کُتُبِ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ﴾

(۱) **کرنسی نوٹ کے مسائل**: یہ کتاب (کِفْلُ الْفَقِیْهِ الْفَاهِمِ فِیْ اَحْکَامِ قِرْطَاسِ الدَّرَاهِمْ) کی تسہیل وتخریج پر مشتمل ہے۔جس میں نوٹ کے تبادلے اوراس سے متعلق شرعی احکامات بیان کئے گئے ہیں۔(کل صفحات:199)

(۲) **ولایت کا آسان راستہ** (تصورِ شیخ): یہ رسالہ(اَلْیَاقُوْتَةُ الْوَاسِطَةُ) کی تسہیل و تخریج پر مشتمل ہے۔جس میں پیر و مرشد کے تصوّر کے موضوع پر وارِد ہونے والے اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے۔(کل صفحات:60)

(۳) **ایمان کی پہچان** (حاشیہ تمہیدِ ایمان):اس رسالے میں تمہیدِ ایمان کے مشکل الفاظ کے معانی اورضروری اصطلاحات کی مختصر تشریحات درج کی گئی ہیں۔(کل صفحات:74)

(٤) **کامیابی کے چار اصول** (حاشیہ وتشریح تدبیر فلاح ونجات واصلاح) اس رسالے میں پورے عالم اسلام کے لیے چار نکات کی صورت میں معاشی حل پیش کیا گیا ہے۔(کل صفحات: 41)

(۵) **شریعت وطریقت**: یہ رسالہ (مَقَالُ الْعُرَفَاءِ بِإِعْزَازِ شَرْعٍ وَعُلَمَاءِ)کاحاشیہ ہے۔اس عظیم رسالے میں شریعت اورطریقت کوالگ الگ ماننے والے جاہلوں کی صحیح رہنمائی کی گئی ہے۔(کل صفحات:57)

(٦) **ثبوتِ ھلال کے طریقے** (طُرُقُ إِثْبَاتِ هِلَالٍ) : اس رسالے میں چاند کے ثبوت کے لئے مقرر شرعی اصول وضوابط کی تفصیلات کا بیان ہے۔(کل صفحات:63)

(۷) **عورتیں اور مزارات کی حاضری**: یہ رسالہ(جُمَلُ النُّوْرِ فِيْ نَهْيِ النِّسَاءِ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ) کا حاشیہ ہے۔اس رسالے میں عورتوں کے زیارتِ قبور کے لئے نکلنے سے متعلق شرعی حکم پر وارِد ہونے والے اعتراضات کے مسکت جوابات شامل ہیں۔(کل صفحات:35)

(۸) **اعلیٰ حضرت سے سوال جواب** (إِظْهَارُ الْحَقِّ الْجَلِيْ) :اس رسالے

میں امامِ اہلِ سنّت علیہ رحمۃ الرحمٰن پر بعض غیر مقلّدین کی طرف سے کئے گئے چند سوالات کے مدلّل جوابات بصورتِ انٹرویو درج کئے گئے ہیں۔ (کل صفحات:100)

(۹) عیدین میں گلے ملنا کیسا؟ یہ رسالہ (وِشَاحُ الْجِیْدِ فِیْ تَحْلِیْلِ مُعَانَقَةِ الْعِیْدِ) کی تسہیل وتخریج پر مشتمل ہے۔اس رسالے میں عیدین میں گلے ملنے کو بدعت کہنے والوں کے رد میں دلائل سے مزیّن تفصیلی فتویٰ شامل ہے۔ (کل صفحات:55)

(۱۰) راہِ خدا عزوجل میں خرچ کرنے کے فضائل : یہ رسالہ (رَادُّ الْقَحْطِ وَالْوَبَاءِ بِدَعْوَةِ الْجِیْرَانِ وَمُوَاسَاةِ الْفُقَرَاءِ) کی تسہیل وتخریج پر مشتمل ہے۔ یہ رسالہ پڑوسیوں اور فقراء سے خیر خواہی اور وباء کو ٹالنے کے لیے صدقہ کے فضائل پر مشتمل احادیث وحکایات کا بہترین مجموعہ ہے۔ (کل صفحات:40)

(۱۱) والدین، زوجین اور اساتذہ کے حقوق : یہ رسالہ (اَلْحُقُوْقُ لِطَرْحِ الْعُقُوْقِ) کی تسہیل وحاشیہ اور تخریج پر مشتمل ہے، اس میں والدین، اساتذۂ کرام، احترام مسلم اور دیگر حقوق کا تفصیلی بیان ہے۔ (کل صفحات:135)

(۱۲) دعاء کے فضائل: یہ رسالہ (اَحْسَنُ الْوِعَاءِ لِآدَابِ الدُّعَاءِ مَعَهٗ ذَیْلُ الْمُدَّعَا لِأَحْسَنُ الْوِعَاءِ) کی حاشیہ وتسہیل اور تخریج پر مشتمل ہے، جس میں دعاء سے متعلق تفصیلی احکام کا بیان ہے اور ہر ہر موضوع پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ (کل صفحات:140)

شائع ہونے والی عربی کتب:

از امام اہل سنت مجدد دین وملت مولانا احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن

(۱) كِفْلُ الْفَقِیْهِ الْفَاهِمِ (کل صفحات:74)۔ (۲) تَمْهِیْدُ الْإِیْمَان ۔ (کل صفحات:77) (۳) اَلْإِجَازَاتُ الْمَتِیْنَة (کل صفحات:62)۔ (۴) اِقَامَةُ الْقِیَامَةِ (کل صفحات:60) (۵) اَلْفَضْلُ الْمَوْهَبِیْ (کل صفحات:46) (۶) اَجْلَی الْإِعْلَامِ (کل صفحات:70) (۷) اَلزَّمْزَمَةُ الْقَمَرِیَّةِ (کل صفحات:93) (۸) جَدُّ الْمُمْتَارِ عَلٰی رَدِّالْمُحْتَارِ۔ (کل صفحات:570)

﴿شعبہ اصلاحی کتب﴾

(۱) خوفِ خدا عزوجل: اس کتاب میں خوفِ خدا عزوجل سے متعلق کثیر آیاتِ کریمہ، احادیثِ مبارکہ اور بزرگانِ دین کے اقوال واحوال کے بکھرے ہوئے موتیوں کو سلکِ تحریر میں پرونے کی کوشش کی گئی ہے۔ (کل صفحات:160)

(۲) انفرادی کوشش: اس کتاب میں نیکی کی دعوت کو زیادہ سے زیادہ عام کرنے کے لئے انفرادی کوشش کی ضرورت، اس کی اہمیت، اس کے فضائل اور انفرادی کوشش کرنے کا طریقہ بیان کیا گیا ہے۔ (کل صفحات:200)

(۳) فکرِ مدینہ: اس کتاب میں فکرِ مدینہ (یعنی محاسبے) کی ضرورت، اس کی اہمیت، اس کے فوائد اور بزرگانِ دین کی فکرِ مدینہ کے ''131'' واقعات کو جمع کیا گیا ہے نیز مختلف موضوعات پر فکرِ مدینہ کرنے کا عملی طریقہ بھی بیان کیا گیا ہے۔ (کل صفحات:164)

(٤) امتحان کی تیاری کیسے کریں؟: اس رسالے میں اُن تمام مسائل کا حل بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو عموماً ایک طالب علم کو امتحانات کی تیاری کے دوران درپیش ہوسکتے ہیں۔ (کل صفحات:132)

(۵) نماز میں لقمہ کے مسائل: نماز میں لقمہ دینے یا لینے کے مسائل پر مشتمل ایک کتاب جس میں مختلف صورتوں کا حکم اکابرین رحمہم اللہ تعالیٰ کی کتابوں سے ایک جگہ جمع کرنے کی سعی کی گئی ہے۔ (کل صفحات:39)

(٦) جنت کی دوچابیاں: زبان وشرم گاہ کی حفاظت سے متعلق امور پر مشتمل ہے۔ (کل صفحات:152)

(۷) کامیاب استاذ کون؟ اس کتاب میں ان تمام امور کو بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے جن کا تعلق تدریس سے ہوسکتا ہے مثلاً سبق کی تیاری، سبق پڑھانے کا طریقہ، سننے کا طریقہ علیٰ ھذا القیاس۔ (کل صفحات:43)

(۸) نصاب مدنی قافلہ: اس کتاب میں مدنی قافلہ سے متعلق اُمور کا بیان ہے، مثلاً

مدنی قافلہ کی اہمیت، مدنی قافلہ کیسے تیار کیا جائے، مدنی قافلہ کا جدول، اس جدول پر عمل کس طرح کیا جائے، امیر قافلہ کیسا ہونا چاہیئے؟ اپنے موضوع کے اعتبار سے منفرد کتاب ہے۔ (کل صفحات:196)

(۹) فیضانِ احیاء العلوم: یہ کتاب امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مایہ ناز کتاب ''اِحیَاءُ عُلُوْمِ الدِّین'' کی تلخیص وتسہیل ہے جسے درس دینے کے انداز میں مرتب کیا گیا ہے۔ اخلاص، مذمت دنیا، توکل، صبر جیسے مضامین پر مشتمل ہے۔ (کل صفحات:325)

(۱۰) حق وباطل کا فرق: یہ کتاب حافظ ملت عبدالعزیز مبارکپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تالیف (اَلْمِصْبَاحُ الْجَدِیْد) ہے جسے ''**حق وباطل کا فرق**'' کے نام سے شائع کیا گیا ہے۔ مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے عقائد حقہ وباطلہ کے فرق کو نہایت آسان انداز میں سوالاً جواباً پیش کیا ہے جس کی وجہ سے کم تعلیم یافتہ لوگ بھی اس کا آسانی سے مطالعہ کر سکتے ہیں۔ (کل صفحات:50)

(۱۱) تحقیقات: یہ کتاب فقیہ اعظم ہند، مفتی شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تالیف ہے، تحقیقی انداز میں لکھی گئی اس کتاب میں بدمذھبوں کی طرف سے وارد ہونے والے اعتراضات کے تسلی بخش جوابات دیئے گئے ہیں۔ متلاشیانِ حق کے لئے نور کا مینارہ ہے۔ (کل صفحات:142)

(۱۲) اربعین حنفیہ: یہ کتاب فقیہ اعظم حضرت علامہ ابو یوسف محمد شریف نقشبندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تالیف ہے۔ جس میں نماز سے متعلق چالیس احادیث کو جمع کیا گیا ہے اور اختلافی مسائل میں حنفی مذہب کی تقویت نہایت مدلل انداز میں بیان کی گئی ہے۔ (کل صفحات:112)

(۱۳) طلاق کے آسان مسائل: اس فقہی کتاب میں مسائل طلاق کو عام فہم انداز میں پیش کیا گیا ہے جس کی بنا پر طلاق سے متعلق عوام الناس میں پائی جانے والی غلط فہمیوں کا کافی حد تک ازالہ ہو سکتا ہے۔ (کل صفحات:30)

(۱۴) توبہ کی روایات وحکایات: توبہ کی اہمیت وفضائل اور توبہ کرنے والوں کی حکایات پر مشتمل کتاب ہے۔ (کل صفحات:124)

(۱۵) آداب مرشدِ کامل (مکمل پانچ حصے): مرشدِ کامل کے آداب سمجھنے کیلئے ''**آدابِ مُرشِدِ کامل**'' کے **مکمل پانچ حصوں** پر مشتمل اس کتاب میں شریعت وطریقت سے

متعلق ضَروری معلومات پیش کرنے کی سعی کی گئی ہے۔ (کل صفحات: تقریباً 200)

(۱۶) کامیاب طالب علم کیسے بنیں؟ : اس کتاب میں علم کے فضائل، طلبِ علم کی نیتوں، اسباق کی پیشگی تیاری اور ترجمے میں مہارت حاصل کرنے کا طریقہ، کامیاب طالب العلم کون؟ وغیرھم موضوعات کا بیان ہے۔ (کل صفحات: تقریباً 63)

(۱۷) ٹی وی اور مُووی : اس رسالے میں ٹی وی اور مُووی کے ناجائز استعمال کی تباہ کاریوں اور جائز استعمال کی مختلف صورتوں اور فی زمانہ اس کی ضرورت کا بیان ہے۔ (کل صفحات: 32)

(۱۸) فتاوی اھل سنت : اس سلسلے میں سات حصے شائع ہو چکے ہیں۔

(۱۹) مفتیٔ دعوتِ اسلامی : دعوتِ اسلامی کی مرکزی مجلسِ شوریٰ کے رُکن مفتی محمد فاروق العطاری المدنی علیہ رحمۃ اللہ الغنی کے حالاتِ زندگی پر مشتمل تالیف ہے۔

(۲۰) تنگ دستی کے اسباب : اس رسالے میں احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں تنگدستی کے اسباب اور آخر میں ان کا حل بھی پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ (کل صفحات: 33)

(۲۱) عطاری جن کا غسلِ میت : جنّات سے متعلق معلومات پر مشتمل مختصر رسالہ ہے۔ (کل صفحات: 24)

(۲۲) غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ **کے حالات** : حضور سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی علیہ رحمۃ اللہ القوی کی سیرتِ مبارکہ اور دلچسپ حکایات پر مشتمل کتاب ہے۔ (کل صفحات: 106)

(۲۳) قبر کھل گئی : اس کتاب میں مذہبِ اِسلام کی حقانیت پر مبنی، عاشقانِ رسول کی قبریں کھلنے کے ایمان افروز واقعات ہیں۔ (کل صفحات: 48)

(۲٤) قبرستان کی چڑیل : اس رسالے میں بھی جنات کے حوالے سے معلومات ہیں۔ (کل صفحات: 24)

(۲۵) دعوتِ اسلامی کی جیل خانہ جات میں خدمات : اس رسالے میں مجلس فیضانِ قرآن کا تعارف اور جیل خانہ جات میں پیش آنے والی مدنی بہاروں کا تذکرہ ہے۔ (کل صفحات: 24)

﴿شعبہ تراجمِ کتب﴾

(۱) شاہراہ اولیاء: یہ رسالہ سیدنا امام محمد غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تصنیف ''**مِنۡھَاجُ الۡعَارِفِیۡنَ**'' کا ترجمہ وتسہیل ہے۔اس رسالے میں امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مختلف موضوعات کے تحت منفرد انداز میں غوروفکر یعنی ''**فکرِ مدینہ**'' کرنے کی ترغیب ارشاد فرمائی ہے۔(کل صفحات:36)

(۲) حسنِ اخلاق: یہ کتاب دنیائے اسلام کے عظیم محدث سیدنا امام طبرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شاہکار تالیف ''**مَکَارِمُ الۡاَخۡلَاق**'' کا ترجمہ ہے۔اس کتاب میں امام طبرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اخلاق کے مختلف شعبوں کے متعلق احادیث جمع کی ہیں۔(کل صفحات:74)

(۳) اَلدَّعۡوَۃُ اِلَی الۡفِکۡرِ (عربی): یہ کتاب ''دعوتِ فکر'' کا عربی ترجمہ ہے جس میں بدمذہبوں کو اپنی رَوِش پر نظرِ ثانی کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔(کل صفحات:148)

(٤) راہِ علم: یہ رسالہ ''**تَعۡلِیۡمُ الۡمُتَعَلِّم طَرِیۡقَ التَّعَلُّم**'' کا ترجمہ وتسہیل ہے جس میں ان امور کا بیان ہے جن کی رعایت راہِ علم پر چلنے والے کے لئے ضروری ہے۔اوران باتوں کا ذکر ہے جن سے اجتناب معلم ومتعلم کے لئے ضروری ہے۔(کل صفحات:102)

(۵) بیٹے کو نصیحت: یہ امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کتاب ''**اَیُّھَا الۡوَلَد**'' کا اردو ترجمہ ہے۔بچوں کی تربیت کے لیے لاجواب کتاب ہے اس میں اخلاص، مذمت مال اور توکل جیسے مضامین شامل ہیں۔ (کل صفحات:64)

(٦) جنت میں لے جانے والے اعمال: یہ حافظ محمد شرف الدین عبدالمُؤمن بن خلف دِمیاطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تالیف ''**اَلۡمَتۡجَرُ الرَّابِحُ فِیۡ ثَوَابِ الۡعَمَلِ الصَّالِحِ**'' کا ترجمہ ہے۔اس کتاب میں مختلف نیک اعمال مثلاً حصولِ علم ،نماز، روزہ ، حج ،زکوٰۃ ، دیگر صدقات، تلاوتِ قرآن ،صبر ،حسنِ اخلاق ،توبہ ،خوفِ خدا عزوجل اور درود پاک کے ثواب کے بارے میں دو ہزار 2000 سے زائد احادیث موجود ہیں۔(تقریباً 1100 صفحات)

﴾شعبہ درسی کتب﴿

(۱) تعریفاتِ نحویہ: اس رسالہ میں علم نحو کی مشہور اصطلاحات کی تعریفات مع امثلہ و توضیحات جمع کردی گئی ہیں۔ (کل صفحات:45)

(۲) کتاب العقائد: صدرالافاضل حضرت علامہ سید نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تصنیف کردہ اس کتاب میں اسلامی عقائد اور حدیثِ پاک کی روشنی میں قیامت سے پہلے پیدا ہونے والے تیس جھوٹے مدعیانِ نبوت (کذّابوں) میں سے چند کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔ یہ کتاب کئی مدارس کے نصاب میں بھی شامل ہے۔ (کل صفحات:64)

(۳) نزھۃ النظر شرح نخبۃ الفکر: یہ کتاب فنِ اصول حدیث میں لکھی گئی امام حافظ علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بے مثال تالیف ''**نُخبَۃُ الفکر فِی مُصطَلِحِ اَھلِ الْاَثَرِ**'' کی عربی شرح ہے۔ اس شرح میں قوت وضعف کے اعتبار سے حدیث کی اقسام، ان کے درجات اور محدثین کی استعمال کردہ اصطلاحات کی وضاحت درج کی گئی ہے۔ طلبہ کے لئے انتہائی مفید ہے۔ (کل صفحات:175)

(٤) اربعین النوویہ (عربی): علامہ شرف الدین نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تالیف جو کہ کثیر مدارس کے نصاب میں شامل ہے۔ اس کتاب کو خوبصورت انداز میں شائع کیا گیا ہے۔ (کل صفحات:121)

(۵) نصاب التجوید: اس کتاب میں درست مخارج سے حروفِ قرآنیہ کی ادائیگی کی معرفت کا بیان ہے۔ مدارس دینیہ کے طلبہ کے لئے بے حد مفید ہے۔ (کل صفحات:79)

(٦) گلدستہ عقائد واعمال: اس کتاب میں ارکانِ اسلام کی وضاحت بیان کی گئی ہے۔ (کل صفحات:180)

﴾شعبہ تخریج﴿

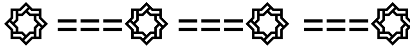
(۱) عجائب القرآن مع غرائب القرآن: اس کتاب کی جدید کمپوزنگ، پرانے نسخے سے مطابقت اور نہایت احتیاط سے پروف ریڈنگ کی گئی ہے۔ حوالہ جات کی تخریج بھی کی گئی ہے۔ (کل صفحات:422)

(۲) جنتی زیور: یہ کتاب اسلامی مسائل وخصائل کا ایک بہترین مجموعہ ہے، اس میں زندگی گزارنے

سے متعلق تقریباً تمام ہی شعبوں کا تذکرہ ہے، خواہ اعتقادات کا بیان ہو یا عبادات کا، معاملات ہوں یا اخلاقیات تقریباً سبھی کو مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آسان پیرایہ میں اپنی کتاب میں ذکر کردیا ہے۔(صفحات:679)

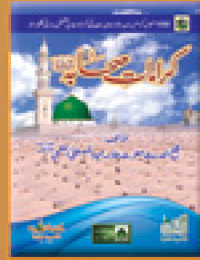
(۳،۴،۵) بہارِ شریعت : فقہ حنفی کی عالم بنانے والی کتاب ''بہارِ شریعت'' جو عقائدِ اسلامیہ اور ان سے متعلق مسائل پر مشتمل ہے۔ تمام حوالہ جات کی حتی المقدور تخریج کرنے کے ساتھ ساتھ مشکل الفاظ کے معانی بھی حاشیے میں لکھ دیئے گئے ہیں۔ اس کے اب تک (۴) حصے شائع ہو چکے ہیں، بقیہ پر کام جاری ہے۔

(۶) اسلامی زندگی : اس کتاب میں ان رسومات کا بیان ہے جو معمولی فرق کے ساتھ پاک وہند میں رائج ہیں۔ اس کتاب کو نئی کمپوزنگ، مکرر پروف ریڈنگ، ضروری تسہیل وحواشی، دیگر نسخوں سے مقابلے، آیاتِ قرآنی کے ترجمے ومحتاط تطبیق اور تصحیح، حوالہ جات کی تخریج، عربی وفارسی عبارات کی درستگی اور پیرابندی وغیرہ، نیز مآخذ ومراجع کی فہرست کے ساتھ شائع کیا جارہا ہے۔











اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سُنّت کی بہاریں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَزَّوَجَلَّ تبلیغِ قراٰن وسنّت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک دعوتِ اسلامی کے مہکے مہکے مَدَنی ماحول میں بکثرت سنّتیں سیکھی اور سکھائی جاتی ہیں، ہر جمعرات مغرب کی نماز کے بعد آپ کے شہر میں ہونے والے دعوتِ اسلامی کے ہفتہ وار سنّتوں بھرے اجتماع میں رضائے الٰہی کیلئے اچھی اچھی نیّتوں کے ساتھ ساری رات گزارنے کی مَدَنی التجا ہے۔ عاشقانِ رسول کے مَدَنی قافلوں میں بہ نیّتِ ثواب سنّتوں کی تربیت کیلئے سفر اور روزانہ فکرِ مدینہ کے ذریعے مَدَنی انعامات کا رسالہ پُر کر کے ہر مَدَنی ماہ کے ابتدائی دس دن کے اندر اندر اپنے یہاں کے ذمّے دار کو جمع کروانے کا معمول بنالیجئے، اِنْ شَآءَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اس کی برکت سے پابندِ سنّت بننے، گناہوں سے نفرت کرنے اور ایمان کی حفاظت کیلئے کُڑھنے کا ذہن بنے گا۔

ہر اسلامی بھائی اپنا یہ ذہن بنائے کہ **"مجھے اپنی اور ساری دنیا کے لوگوں کی اِصلاح کی کوشش کرنی ہے۔"** اِنْ شَآءَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اپنی اِصلاح کی کوشش کے لیے **"مَدَنی اِنعامات"** پر عمل اور ساری دنیا کے لوگوں کی اِصلاح کی کوشش کے لیے **"مَدَنی قافلوں"** میں سفر کرنا ہے۔ اِنْ شَآءَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ

مکتبۃ المدینہ کی شاخیں

- کراچی: شہید مسجد، کھارادر۔ فون: 021-32203311
- لاہور: داتا دربار مارکیٹ، گنج بخش روڈ۔ فون: 042-37311679
- سردارآباد (فیصل آباد): امین پور بازار۔ فون: 041-2632625
- کشمیر: چوک شہیداں، میرپور۔ فون: 058274-37212
- حیدرآباد: فیضانِ مدینہ، آفندی ٹاؤن۔ فون: 022-2620122
- ملتان: نزد پیپل والی مسجد، اندرون بوہڑ گیٹ۔ فون: 061-4511192
- اوکاڑہ: کالج روڈ بالمقابل غوثیہ مسجد نزد تحصیل کونسل ہال۔ فون: 044-2550767
- راولپنڈی: فضل داد پلازہ، کمیٹی چوک، اقبال روڈ۔ فون: 051-5553765
- پشاور: فیضانِ مدینہ گلبرگ نمبر 1، النور اسٹریٹ، صدر۔
- خان پور: دُرانی چوک، نہر کنارہ۔ فون: 068-5571686
- نواب شاہ: چکرا بازار، نزد MCB۔ فون: 0244-4362145
- سکھر: فیضانِ مدینہ، بیراج روڈ۔ فون: 071-5619195
- گوجرانوالہ: فیضانِ مدینہ، شیخوپورہ موڑ، گوجرانوالہ۔ فون: 055-4225653
- گلزارِ طیبہ (سرگودھا) کاروباری مارکیٹ بالمقابل جامع مسجد عادل علی شاہ۔ 048-6007128

مکتبۃ المدینہ (دعوتِ اسلامی)

فیضانِ مدینہ، محلہ سوداگران، پرانی سبزی منڈی، باب المدینہ (کراچی)

فون: 021-34921389-93 Ext: 1284

Web: www.dawateislami.net / Email: ilmia@dawateislami.net